انبیائے قرآن

جلد دوم

حضرت ایوب علیہ السلام سے حضرت یوشع علیہ السلام تک
(سولھویں صدی قبل مسیح سے چودھویں صدی قبل مسیح تک)

مؤلفہ
محمد جمیل احمد ایم اے

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز و بکسیلرز کشمیری بازار لاہور

انبیائے قرآن

جلد دوم

حضرت ایوب علیہ السلام سے حضرت یوشع علیہ السلام تک
(سولھویں صدی قبل مسیح سے چودھویں صدی قبل مسیح تک)

مؤلفہ

محمد جمیل احمد ایم اے

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلیشرز بکسیلرز کشمیری بازار لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۲۳۳

نام کتاب .. .. انبیائے قرآن

مصنف .. .. محمد جمیل احمد ایم۔ اے

پبلشر .. .. شیخ نیاز احمد

مطبوعہ .. .. علمی پرنٹنگ پریس لاہور

قیمت .. .. [illegible]

فہرستِ مندرجات

جلد دوم

فہرست نقشہ جات

حصہ دوم

فہرست تصاویر

حصہ دوم

دیباچہ

(جلد دوم)

ابتداءً خیال تھا کہ "انبیائے قرآن" کی تالیف دو جلدوں میں مکمل ہو جائے گی لیکن جوں جوں قلم آگے بڑھتا گیا میدان زیادہ وسیع اور توضیح طلب نظر آتا گیا، پہلی جلد گیارہ انبیائے کرام یعنی حضرت آدمؑ حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ھودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ علیہم السلام کے حالات پر مشتمل تھی، دوسری جلد پانچ انبیاء کرام یعنی حضرت ایوبؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور حضرت یوشعؑ علیہم السلام کے واقعات پر مشتمل ہے، پھر بھی اس کا حجم پہلی جلد سے کچھ بڑھ گیا ہے۔

جلدوں کی تقسیم میں ایک اصول پیش نظر رکھا گیا ہے، پہلی جلد ابتداء سے بنی اسرائیل کی چوپانی اور خانہ بدوش زندگی کے دور اور داخلۂ مصر تک کے حالات پر مشتمل ہے، دوسری جلد مصر میں بنی اسرائیل کی چہار صد سالہ غلامی کے بعد حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں ان کا مصر سے خروج اور حصول آزادی، نافرمانی اور بیابان سینا میں چہل سالہ دشت نوردی اور بالآخر حضرت یوشعؑ کی قیادت میں فلسطین میں داخلہ، سکونت اور قیام حکومت کے حالات پر مشتمل ہے، تیسری جلد انشاء اللہ حضرت عیسیٰؑ تک ان تمام انبیاء کرام پر مشتمل ہوگی جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے، یہ دور بنی اسرائیل کی مدنی زندگی، عروج سلطنت، اور پھر مختلف قسم کی پیدا ہو جانے والی گمراہیوں کا دور ہے۔ خیال ہے کہ چوتھی جلد صرف خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات مبارکہ پر مشتمل ہو۔

پہلی جلد جن اغراض و مقاصد کو سامنے رکھ کر ترتیب دی گئی تھی وہی مقاصد موجودہ جلد کی ترتیب میں پیش نظر رہے ہیں، البتہ یہاں باوجود ایجاز و اختصار کی کوشش کے پہلی جلد کی بہ نسبت تفصیل کچھ زیادہ آگئی ہے۔ چونکہ لکھنے کے دوران میں توراۃ، قرآن اور جدید تحقیقات و اثری اکتشافات کی روشنی میں جو

ضروری مباحث آتے گئے، طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ ان کو نظر انداز کر کے کتاب کو تشنہ اور غیر مکمل چھوڑ دیا جائے۔ پھر بھی اس امر کی پوری احتیاط برتی گئی ہے کہ کوئی غیر مستند بات تحریر میں نہ آنے پائے، رطب و یابس سے کہیں دامن آلودہ نہ ہو اور غیر ضروری اور دور از کار بحثوں میں کسی جگہ بھی قلم الجھ کر نہ رہ جائے۔

میدان جو ابھی طے کرنے کو باقی ہے زیادہ وسیع، زیادہ مشکل اور زیادہ نازک ہے، کام کی مشکلات اور نزاکت سے واقف ہوں، اپنی نااہلی اور کم علمی کا بھی پورا احساس ہے، پھر بھی ہراساں نہیں ہوں چونکہ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے اور اس سے میری التجا ہے کہ

خواجہ من نگاہ دار آبروئے گدائے خویش

وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا

کراچی، جمیل

إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ (ص ۴۴)

"بے شک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا۔ بہت خوب بندے تھے۔ بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے"

حضرت ایوب علیہ السلام JOB

(زمانہ۔ تخمیناً سترھویں صدی قبل مسیح)

حضرت ایوبؑ کا تذکرہ توراۃ اور قرآن میں

توراۃ میں پورا ایک صحیفہ "سفرِ ایوب" کے نام سے موجود ہے جو بیالیس[42] ابواب پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ نساء (آیت ۱۶۳) اور سورۂ انعام (آیت ۸۵) میں انبیاء کے ذیل میں آپ کا نام ہے اور سورۂ انبیاء (آیات ۸۳ و ۸۴) اور سورۂ ص (آیات ۴۱ تا ۴۴) میں آپ کا مجمل تذکرہ ہے۔

سلسلۂ نسب

علامہ سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن جلد دوم میں حضرت ایوبؑ کا سلسلۂ نسب یہ بتایا ہے:

"عوص بن دیسان بن عیسو بن اسحاق بن ابراہیمؑ کی نسل سے تھے"[1]

لیکن توراۃ سے اس بیان کی تصدیق نہیں ہوتی۔ پہلی بات قابل غور یہ ہے کہ توراۃ کی تصریح

---

[1] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۳۴

کے مطابق دیسان عیسو ادوم کی اولاد نہیں بلکہ شعیر حوری کا بیٹا تھا اور بنی شعیر کے متعلق توراۃ کا بیان ہے کہ اس ملک کے باشندے تھے جہاں عیسو ادوم نے حضرت یعقوبؑ سے مفارقت کے بعد توطن اختیار کیا تھا۔ چنانچہ توراۃ میں ہے:

"اور شعیر حوری کے بیٹے جو اس ملک کے باشندے تھے یہ ہیں، لوطان اور سوبل اور عبعون اور عنہ اور دیسون اور عیصر اور دیسان"۔ ۱

"دیسان کے بیٹے یہ ہیں، عوض اور اران"۔ ۲

چنانچہ اس سے ثابت ہے کہ عوض بن دیسان کا نسلی تعلق عیسو ادوم بن حضرت اسحاقؑ سے نہیں ہے نہ دیسان عیسو ادوم کا بیٹا ہے اور نہ اس کو خاندانِ ابراہیمی سے براہ راست تعلق ہے۔

توراۃ نے جہاں ملک ادوم کے ان حکمرانوں کا نام لیا ہے جو اسرائیلی تسلط سے پہلے وہاں قابض تھے، وہاں حضرت ایوبؑ کو زارح کا بیٹا بتایا ہے۔

"اور یوبابؑ بن زارح جو بصراہ کا تھا اس کی جگہ بادشاہ ہوا"۔ ۳

اور دوسری جگہ زارح کو عیسو ادوم کا پوتا اور رعوائل کا بیٹا بتایا گیا ہے، یہ رعوائل عیسو ادوم کی زوجہ بشامہ اجوان کے عم محترم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی دختر تھیں، سے پیدا ہوئے تھے اس سلسلہ کی تصریحات یہ ہیں:

"عیسو کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ الیفز عیسو کی بیوی عدہ کا بیٹا اور رعوائل عیسو کی بیوی بشامہ کا بیٹا"۔ ۴

بشامہ کے متعلق تصریح یہ ہے:

"عیسو کنعانی لڑکیوں میں سے حتی ایلون کی بیٹی عدہ کو اور حوی صبعون کی

---

۱ توراۃ۔ کتاب پیدائش باب ۳۶ - ۲۰ ۲ توراۃ۔ کتاب پیدائش باب ۳۶ - ۲۸
۳ " " " ۲۳ ۴ " " باب ۳۶ - ۲۳

تو اسی اور عنہ کی بیٹی اُہلیبامہ کو اور اسمٰعیل ؑ کی بیٹی اور نبایوط کی بہن بشامہ کو بیاہ لایا۔" [۱]

اور رعوائل کے بیٹوں میں نارح کا نام لیا گیا ہے۔

"رعوائل کے بیٹے یہ ہیں، نحت اور زارح اور سمہ اور مزہ، یہ عیسو کی بیوی بشامہ کے بیٹے تھے" [۲]

چنانچہ توراۃ کے بیان کے مطابق حضرت ایوب ؑ ادومی عرب تھے، آپ کو نسلی اعتبار سے اسحاقی اور اسمٰعیلی ہونے کا شرف حاصل ہے، حضرت ابراہیم سے حضرت ایوب ؑ تک سلسلہ نسب حسب بیان توراۃ درج ذیل ہے [۳] یہاں عیسو ادوم کی مختلف ازواج اور اولاد کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے چونکہ حضرت ایوب ؑ کے تذکرہ کے بعض افراد کا ان سے تعلق ہے:

ABRAHAM حضرت ابراہیم علیہ السلام

HAGAR (حضرت ہاجرہ سے) — SERAH (حضرت سارہ سے)

ISMAEL حضرت اسمٰعیل ؑ — حضرت اسحٰق ؑ

بشامہ یا محلاۃ BASHEMATH زوجہ عیسو ادوم — حضرت یعقوب ؑ JACOB — عیسو ادوم ESAU (ولادت ۱۸۳۷ ق م شمالی عرب میں ادومی قبائل کے جد اعلیٰ)

ازواج: عدہ ADAH (بنت حتی ایلون) — اہولیبامہ AHOLIBAMAH (بنت عنہ بن حوی صبعون) — بشامہ یا محلاۃ (بنت حضرت اسمٰعیل) BASHEMATH

اولاد: الیفز ELIPHAZ — یعوس JEUSH — یعلام JOALAM — قورح KORAH — رعوائل REUEL

تیمان TEMAN — اومر OMAR — صفو ZEPHO — جعتام GATAM — قنز KENAS — عمالیق AMALEK

مزہ MIZZAH — سمہ SHAMMAH — نارح ZERAH — نحت NEHATH

JOB حضرت ایوب علیہ السلام

[۱] توراۃ کتاب پیدائش باب ۳۶ ۔ [۲] ایضاً ایضاً باب ۱۳ ۔ [۳] ایضاً کتاب پیدائش جیری

بنی ادوم کی مختصر تاریخ

ادومی قبائل کے جدِ اعلیٰ عیسو ادوم ہیں جو حضرت اسحٰقؑ کے فرزند اکبر اور حضرت یعقوبؑ کے بڑے بھائی تھے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ ان کی والدہ جناب ربقہ اپنے چھوٹے فرزند حضرت یعقوبؑ کو زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ آخر عمر میں حضرت اسحاقؑ کی بصارت میں فرق آگیا تھا۔ حضرت اسحاقؑ عیسو ادوم کے حق میں دعائے برکت و نبوت کرنا چاہتے تھے مگر جناب ربقہ کی سازش سے (حسب بیان توراۃ) حضرت یعقوبؑ نے عیسو ادوم کے پہلوٹھے ہونے کے حقوق اور حضرت اسحاقؑ کی دعائے برکت و نبوت بطائف الحیل حاصل کر لی (پیدائش باب ۲۷) اس پر عیسو ادوم ناراض ہو کر ترک وطن کر گئے اور اپنے بزرگ چچا حضرت اسمٰعیلؑ کے پاس چلے گئے اور ان کی لڑکی سے شادی کر لی جن کا نام توراۃ نے ایک جگہ محلات (پیدائش باب ۲۸ ۹) اور دوسری جگہ باسمہ یا بشامہ (پیدائش باب ۳۶ ۲) بتایا ہے اس کے علاوہ آپ نے دو شادیاں اور کیں جن کا تذکرہ اوپر شجرہ میں ہو چکا ہے۔ ان سے آپ کے متعدد اولادیں اور اولادوں کی اولادیں ہوئیں جن کو لے کر آپ کوہ شعیر جس کو کوہ سُتراۃ بھی کہتے ہیں چلے گئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔

لقب "ادوم" کی وجہ

لفظ "ادوم" کے معنی "سُرخ" کے ہیں۔ توراۃ کا بیان ہے کہ عیسو جب پیدا ہوئے تو ان کا رنگ سُرخ تھا (پیدائش باب ۲۵ ۲۴) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ادوم" کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ غالباً ان کا یہ رنگ تھا۔ مگر جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ شعیر یا سُتراۃ (جس کو آپ نے اپنا مسکن بنایا تھا) کی زمین کا رنگ سُرخ ہونے کی وجہ سے آپ کا یہ نام پڑا۔

سلاطین ادوم

رفتہ رفتہ یہ خاندان پوری ایک قوم بن گئی جس نے ۱۷۰۰ ق م سے ایک زبردست حکومت قائم کر لی تھی یہاں کے بادشاہوں کی حکومت موروثی نہیں تھی بلکہ ان کا انتخاب مختلف قبائل سے ہوتا تھا۔ اسرائیلی تسلط سے پہلے یہاں کم و بیش آٹھ سلاطین گذر چکے تھے جن کے نام توراۃ کی تصریح کے مطابق یہ تھے:

نوٹ: پیدائش باب ۳۶ ۳۲ تا ۳۹

نام		مقام	
۱-بالع بن بعور	BELA s/o BEOR	دنہابا	DINHABAH
۲-یوباب بن زارح	JOBAB s/o ZERAH	بُصری	BOZRAH
۳-حشام	HUSHAM	تیمان	TEMAN
۴-ہدد بن بدد	HADAD s/o BEDAD	عویت	AVITH
۵-شملہ	SHMLAH	مسرقہ	MASREKAH
۶-ساؤل	SAUL	رحوبوت	REHOBOTH
۷-بعلحنان بن عکبور	BAAL HANAAN s/o ACHBOR		
۸-ہدر	HADER	پاؤ	PAU

علامہ سید سلیمان ندوی ادوم کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ادوم کی سب سے پہلی تاریخ یہ ہے کہ ہداد شاہ ادوم نے باشندگان مدین سے جنگ کی اور ان کو شکست دی، تیرھویں صدی ق م میں منفیطہ اور رعمسیس سوم فراعنہ مصر نے ادوم پر حملہ کیا، مصری کتبہ میں اس ملک کا نام ادوم بتایا گیا ہے اور ادوم کو شاسو کا ہم قبیلہ کہا گیا ہے، شاول شاہ اول اسرائیل نے جس کو قرآن مجید نے بر حکایت جالوت 'طالوت' کہا ہے، سب سے پہلے ادوم کو فتح کر کے مملکت اسرائیل میں شامل کر لیا (۲ سموال ۸-۱۴) اسرائیل کے دوسرے بادشاہ حضرت داؤد کے مرنے کے بعد مختلف ادوار میں بنی ادوم نے پر زور بغاوتیں کیں (سلاطین ۸-۲۲)........"

امصیاہ شاہ یہودیہ نے بحر میت کے ساحلی میدان میں ادوم پر ایک زبردست حملہ کیا جس میں دس ہزار آدمی مارے گئے، ادومیوں کا پایۂ تخت سلاع (پیٹرا) پر شاہ یہودیہ نے قبضہ کر لیا اور اس کا نام بدل کر یقتائیل رکھا۔ (۲-سلاطین ۱۴-۷)

اس کے بعد تغلات پلاسر رابع شاہ اسیریا کے عہد میں (۷۳۴ ق م) اسیری

کتبات میں ادومی حکومت کا بحیثیت خراجگذار ریاست کے ذکر ملتا ہے: ......
آخری تاریخ یہ ہے کہ بنوخذ نصر شاہ اسیریا کے مقابلہ میں بغاوت کی (یرمیاہ ۲۷-۳) اور ناکام رہے، بنوخذ نصر نے دیگر اقوام کے ساتھ ان کو بھی پامال کر دیا۔

چھٹی صدی ق م میں اسیریا، میڈیا کے ہاتھ سے تباہ ہوا۔ اسی عہد میں موقع پاکر ان بدوی اسماعیلی عربوں نے اس پر قبضہ کر لیا جن کا نام تاریخ میں نبطی ہے۔ ادومی مجبور ہو کر بحر میت کے پار چلے گئے، یہی سبب ہے کہ یوسیفوس اور بطلیموس کی تصنیفات اور نیز تالمود میں ادومیا اسی قطعہ کا نام بتایا گیا ہے" [۱]

حضرت ایوبؑ کا وطن

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ادومیوں کے جد امجد عیسو ادوم نے کنعان سے ہجرت کر کے کوہ شعیر یا کوہ سراۃ کے دامن میں اپنا مسکن بنایا۔ کوہ شعیر یا کوہ سراۃ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے درمیان طولاً واقع ہے، اور اسی قطعہ زمین کو یونانی تحریروں میں ادومیہ (EDUMIA) اور توراۃ میں ادوم (EDOM) کہا گیا ہے۔ اس کے شمال میں بحر میت، شمال مغرب میں فلسطین، جنوب میں خلیج عقبہ او مدین، جنوب مغرب میں جزیرہ نمائے سینا اور ارض عمالقہ، اور جنوب مشرق میں ریگستان عرب ہے۔ یہی مقام حضرت ایوبؑ کا وطن ہے۔

توراۃ میں آپ کا مسکن بصریٰ بتایا گیا ہے۔ (پیدائش باب ۳۶ آیت ۳۳) جو آج تک شمال عرب میں فلسطین کے قریب مشہور شہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر شام کے دوران میں وہاں قیام فرمایا تھا۔

حضرت ایوبؑ ادومی عرب تھے

عبری میں آپ کا نام "اوبؑ"، توراۃ میں "یوبابؑ" JOB اور قرآن کی زبان میں "ایوبؑ" ہے۔ آپ ادومی عرب تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

---

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۳۰، ۳۱۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا مسکن

حوالہ صفحہ نمبر ۲۰

حضرت شعیب علیہ السلام، مدین اور اصحاب الایکہ کا مسکن
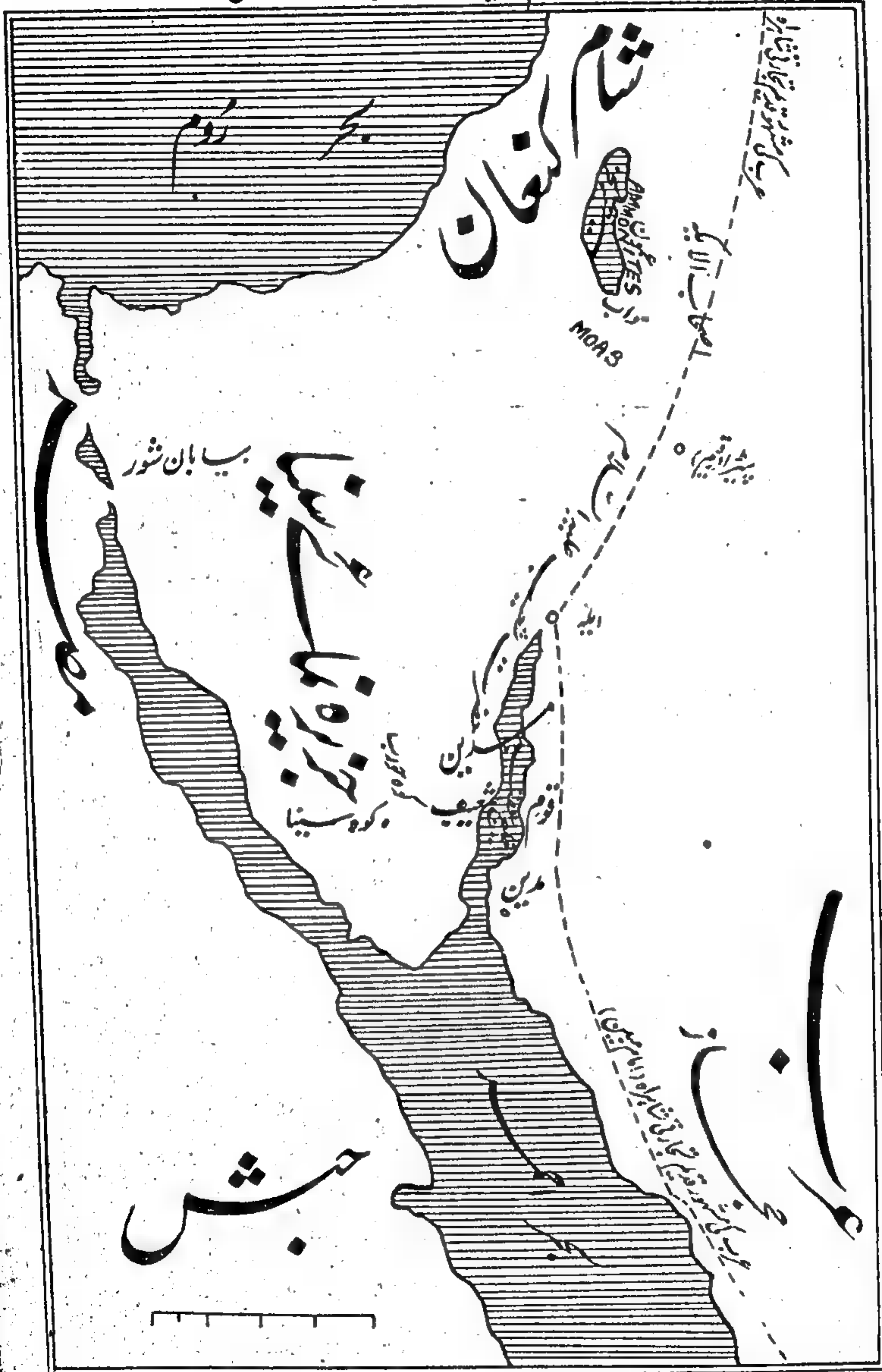
.... عرب کی مشہور قدیم تجارتی شاہراہ جسے سورۃ الحجر میں "امام مبین" فرمایا گیا ہے

حوالہ صفحہ نمبر ۸۲

"ان کے ادومی عرب ہونے پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ سفر ایوب میں رفقائے ایوبؑ کے جو مسکن بتائے ہیں وہ تیمن، نعمتان اور شوحان ہیں (سفر ایوب ۲-۱۱)۔ اول کے متعلق تو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ مملکت ادوم کا ایک مشہور شہر تھا۔ (تکوین ۳۶-۳۵)" [۱]

محققین توراۃ بھی اکثر اس خیال کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت ایوبؑ عرب تھے، عرب میں ظاہر ہوئے اور سفر ایوبؑ اصلاً قدیم عربی میں لکھی گئی۔

حضرت ایوبؑ اور قوم ایوب

حضرت ایوبؑ ادومی قبائل کی طرف مبعوث ہوئے تھے آپ بڑے درجہ کے نبی گذرے ہیں لیکن توراۃ اور قرآن مجید دونوں میں آپ کی قوم کے اعمال و عقائد اور آپ کے تبلیغ و ارشاد کی تفصیل نہیں ملتی۔ آپ کے تبلیغ و ارشاد اور کار نبوت کے متعلق سفر ایوب میں کہیں کہیں اشارے ضرور موجود ہیں۔ مثلاً آپ کے رفیق الیفز تیمانی آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں :

"دیکھ! تو نے بہتوں کو سکھایا،
اور کمزور ہاتھوں کو مضبوط کیا،
تیری باتوں نے گرتے ہوئے کو سنبھالا
اور تو نے لڑکھڑاتے گھٹنوں کو پائدار کیا" [۲]

اسی طرح کا ایک اور اشارہ اس جگہ ملتا ہے جہاں حضرت ایوبؑ ابتلا کے دور میں گذشتہ دنوں کو یاد کر کے فرماتے ہیں :

"کاشکہ میں ایسا ہوتا جیسا گذشتہ مہینوں میں
یعنی جیسا ان دنوں میں، جب خدا میری حفاظت کرتا تھا،
جب اس کا چراغ میرے سر پر روشن رہتا تھا۔

---

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۴۳ + [۲] توراۃ - سفر ایوب - باب ۴ - ۳ و ۴

اور میں اندھیرے میں اس کے نور کے ذریعہ چلتا تھا۔
جیسا میں اپنی برومندی کے ایام میں تھا
جب خدا کی خوشنودی میرے ڈیرے پر تھی
جب قادر مطلق ہنوز میرے ساتھ تھا
جب میرے قدم مکھن سے دھلتے تھے
اور چٹان میرے لیے تیل کی ندیاں بہاتی تھی!
جب میں شہر کے پھاٹک پر جاتا
اور اپنے لیے چوک میں بیٹھک تیار کرتا تھا
نوجوان مجھے دیکھتے اور چھپ جاتے
اور عمر رسیدہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے تھے
اُمرا بولنا بند کر دیتے
اور اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیتے تھے
رئیسوں کی آواز تھم جاتی
اور ان کی زبان تالو سے چپک جاتی تھی،
کیونکہ کان جب میری سن لیتا تو مجھے مبارک کہتا تھا،
اور آنکھ جب مجھے دیکھ لیتی تو میری گواہی دیتی تھی،
کیونکہ میں غریب کو جب وہ فریاد کرتا، چھڑاتا تھا
اور یتیم کو بھی جس کا کوئی مددگار نہ تھا
ہلاک ہونے والا مجھے دعا دیتا تھا
اور میں بیوہ کے دل کو ایسا خوش کرتا تھا کہ وہ گانے لگتی تھی،
میں نے صداقت کو پہنا اور اس سے ملبّس ہوا

میرا انصاف گویا جبہ اور عمامہ تھا
میں اندھوں کے لیے آنکھیں تھا
اور لنگڑوں کے لیے پاؤں،
میں محتاج کا باپ تھا
اور میں اجنبی کے معاملہ کی بھی تحقیق کرتا تھا،
میں ناراست کے جبڑوں کو توڑ ڈالتا
اور اس کے دانتوں سے شکار چھڑا لیتا تھا

....

لوگ میری طرف کان لگاتے اور منتظر رہتے
اور میری مشورت کے لیے خاموش کھڑے ہو جاتے تھے
میری باتوں کے بعد وہ پھر نہ بولتے تھے
اور میری تقریر ان پر ٹپکتی تھی
وہ میرا انتظار کرتے تھے جیسا بارش کا
اور اپنا منہ ایسے پسارتے تھے جیسے پچھلے مینہ کے لیے
جب وہ مایوس ہوتے تھے تو میں ان پر مسکراتا تھا
اور میرے چہرہ کی بشاشت کو انھوں نے کبھی نہ بگاڑا۔
میں ان کی راہ کو چنتا اور سردار کی طرح بیٹھتا
اور ایسے رہتا جیسے فوج میں بادشاہ
اور جیسے وہ جو غمزدوں کو تسلی دیتا ہے“ [1]

لیکن ان اشاروں کے علاوہ قوم کے عقائد و اعمال کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ نبی کا مبعوث

[1] سفر ایوب باب ۲۹

ہونا ہی سخت دینی گمراہی کے موجود ہونے کی دلیل ہے' اس لیئے قیاس کہتا ہے کہ اخلاقی برائیوں کے ساتھ ساتھ' دوسری اقوام کی طرح یہ لوگ بھی شرک وبت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ سفر ایوبؑ کے بعض اشارات سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ لوگ چاند اور سورج کی پوجا کرتے تھے' عبادت کا طریقہ یہ تھا کہ چاند اور سورج کو دیکھ کر اپنے ہاتھ چوم لیتے تھے۔ (سفر ایوب باب ۳۱ ۲۶ و ۲۷) اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ کا درد وکرب حد سے گذر جاتا ہے تو سفر ایوب کی روایت کے مطابق خود آپ کی بیوی بھی آپ کو غیر خدا کے آگے جھکنے کا مشورہ دیتی ہیں' علاوہ ازیں دورِ ابتلا میں آپ کا حال زار سُن کر تین صالحین جو آپ کے دیرینہ رفیق ہیں پرسشِ حال اور تعزیت کے لیئے دور دراز مقامات سے آتے ہیں لیکن اس جگہ کا کوئی شخص آپ کا ہمدرد وغمگسار نظر نہیں آتا بلکہ اس کے برعکس وہ آپ کی توہین وتذلیل کرتے ہیں اور ہنسی اُڑاتے ہیں۔

حضرت ایوبؑ کی سرگذشت کا خلاصہ

"سرزمین عوض[۱]" میں "ایوبؑ" نام کی ایک برگزیدہ کامل اور راست باز ہستی تھی' آپ اپنے قبیلہ کے شیخ یا بادشاہ تھے۔ خدا نے آپ کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ ہر وقت رضائے الٰہی کے طالب رہتے اور ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتے' آپ خدا کے انتہائی صابر بندے تھے اور بڑی سے بڑی آزمائش اور مصیبت بھی کبھی آپ کے پائے استقلال کو جنبش نہ دے سکی۔ غریبوں کی امداد' بیکسوں کی دستگیری' فقراء ومساکین کی اعانت' بیواؤں اور یتیموں کی کفالت اور سرپرستی اور ستم زدوں اور مظلوموں کی فریاد رسی آپ کے شب وروز کے مشاغل تھے۔

اللہ نے آپ کو عزت واحترام اور جاہ وحشم عنایت کیا تھا' آپ کثیر الاولاد تھے' ابتلا سے پہلے آپ سات بیٹوں اور تین بیٹیوں کے باپ تھے۔ یہ سب بیٹے بیٹیاں ایک دوسرے کے

---

[۱] کتاب پیدائش اور تاریخ اول میں "عوض" کو "ارام" بن سام بن نوح کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ ارامی عرب عاربہ کی ابتدائی جماعتوں سے ہیں۔

گھر ضیافت میں جایا کرتے اور ہر ایک کا ضیافت کا دن مقرر تھا۔

مال و دولت اس زمانہ میں مویشیوں کے گلوں سے عبارت تھا۔ آپ کے پاس سات ہزار بھیڑ بکریاں، تین ہزار اونٹ، پانچسو جوڑی بیل اور پانچسو گدھیاں اور بے شمار نوکر چاکر تھے۔ آپ کے تمول کا یہ عالم تھا کہ حسب روایت "سفر ایوبؑ" اہل مشرق میں وہ سب سے بڑا آدمی تھا" (باب ۳)

لیکن پھر آزمائش و ابتلاء کا دور شروع ہوا اور بروایت سفر ایوبؑ شیطان کو ان کے جسم و مال پر استیلاء دے دیا گیا۔ اور پھر زندگی کی ساری مصیبتیں یک وقت ان پر ٹوٹ پڑیں۔ غلاموں پر سبائی ٹوٹ پڑے اور ان کو تہ تیغ کر دیا، قاصد نے ابھی یہ خبر دی ہی تھی کہ ایک اور شخص بھاگا ہوا آیا اور بولا کہ آسمان سے بجلی گری جس نے بھیڑوں اور غلاموں کو جلا کر راکھ کر دیا، اتنے میں تیسرا شخص گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ کسدیوں کے تین جتھوں نے حملہ کر کے نوکروں کو قتل کر ڈالا اور اونٹوں پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں چوتھا شخص آیا اور خبر دی کہ آپ کے سب بیٹے بیٹیاں، اپنے بڑے بھائی کے یہاں ضیافت میں جمع تھے کہ ایک طوفان آیا جس سے مکان گر پڑا اور وہ سب دب کر مر گئے۔

دنیا بہ یک آن بدل گئی، ہر روشنی اندھیرا اور ہر خوشی غم بن گئی اور پھر یہ چرکے ایک ایک کر کے نہیں لگے جن کو جھیلا جا سکتا بلکہ بیک وقت لگاتار اور پیاپے لگے مگر اس سب کے باوجود حضرت ایوبؑ کی زبان مبارک سے نکلا بھی تو صرف یہ نکلا:

"ننگا میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا، خداوند نے دیا اور خداوند نے لے لیا، خداوند کا نام مبارک ہو" [۵]

سب کچھ لٹ گیا تھا، سب کچھ کھو چکا تھا، صرف اپنا جسم اور جسم کی تندرستی باقی تھی۔ اب سفر ایوب کے بیان کے مطابق شیطان نے بارگاہ الٰہی سے اس پر بھی اختیار حاصل کر لیا اور آپ کی تندرستی نے

---

[۵] سفر ایوب باب ۲۱

بھی جواب دے دیا' سر سے لیکر پیر تک آپ کے تمام جسم پر تکلیف دہ جلتے ہوئے پھوڑے نکل آئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ

"وہ اپنے کو کھجانے کے لیے ایک ٹھیکرا لے کر راکھ پر بیٹھ گیا" ؎۱

لیکن اب بھی آپ کی زبان سے سوائے حمد و شکر کے اور کوئی کلمہ ادا نہ ہوا۔ تمام اعزہ و اقرباء اور ملنے جلنے والوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی' صرف ایک بیوی اس درد و غم میں رفیق تھیں۔ اب انھوں نے بھی یہ مشورہ دیا کہ آپ راستی کی راہ کو ترک کر دیں' آپ نے یہ سن کر ان کو سرزنش فرمائی اور خدا کی حمد و ثناء کی۔

ان واقعات کا علم آپ کے تین قدیم دوستوں کو ہوا جن کے نام یہ ہیں :

۱- الیفز تیمانی (Eliphaz the Temanite)

۲- بلدد سوخی (Bildad the Shuhite)

۳- ضوفر نعماتی (Zophar the Naamathite)

یہ تینوں آپ کی غمگساری اور تعزیت کے لیے اپنے اپنے شہروں سے روانہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کے درد و کرب اور غم واندوہ کا جو عالم تھا اس کا اندازہ سفر ایوب کے اس بیان سے ہوتا ہے :

"اور جب انھوں نے دُور سے نگاہ کی اور اُسے نہ پہچانا تو وہ چلّا چلّا کر رونے لگے اور ہر ایک نے اپنا پیراہن چاک کیا اور اپنے سر کے اُوپر آسمان کی طرف دھول اُڑائی اور وہ سات دن اور سات رات اس کے ساتھ زمین پر بیٹھے رہے اور کسی نے اس سے بات نہ کی کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ اس کا غم بہت بڑا ہے" ؎۲

بالآخر یہ تینوں رفیق حضرت ایوبؑ سے مشیت الٰہی اور اس کے کاموں کی حکمت پر گفتگو کرتے ہیں جو مباحثہ اور مناظرہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے' جس کا فیصلہ بالآخر وحی الٰہی کرتی ہے' اور پھر حضرت ایوبؑ

؎۱ سفر ایوب باب ۲ ۔ ؎۲ ایضاً باب ۲ ۱۲ و ۱۳

کی آزمائش وابتلا کا دور ختم ہوجاتا ہے اور پہلے کی نسبت دوچند دولت واولاد اور احتشام و عزت عطا ہوتی ہے۔

سفرِ ایوبؑ

ان ہی مومنین صالحین کے مکالمہ و مناظرہ اور حضرت ایوبؑ کے مواعظ حسنہ کا دلنشین مجموعہ "سفر ایوب" ہے جو عربی شاعری کا قدیم ترین اور بہترین نمونہ ہے حضرت ایوبؑ کے ارشادات ان آہوں کا نتیجہ ہیں جو درد و غم اور کرب واذیت سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ ارشادات اپنے اندر ایمان و ایقان اور صبر و شکر کی ایک دنیا لیے ہوئے ہیں، گو سفر ایوبؑ میں اکثر مقامات ایسے آتے ہیں جہاں حضرت ایوبؑ کی زبان سے شکوہ و شکایت کا اظہار بھی کیا گیا ہے مگر قرآن مجید نے یہ اعلان کر کے

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا (ص - ۴۴) بے شک ہم نے ان کو صابر پایا۔

یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ سب تحریفات ہیں۔

حضرت ایوب اور ان صالحین کے مناظرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ انسان پر جو مصیبت بھی آتی ہے اس کے گناہوں کے سبب آتی ہے اس لیے حضرت ایوبؑ کو اعتراف اور توبہ کرنا چاہیے، حضرت ایوبؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا جس کی سزا میں یہ مصائب نازل ہوئے ہوں بلکہ اس کا تعلق عالم قضا و قدر سے ہے جس کے لیے کوئی وجہ ہونا ضروری نہیں۔ خدا کی مصلحتیں بے شمار ہیں اور انسان ان سب کے فہم کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ بالآخر وحی الٰہی فیصلہ کرتی ہے کہ گو حضرت ایوبؑ حق پر ہیں پھر بھی بندہ کو خدا کے حضور میں اظہار عجز و قصور کرنا چاہیے۔

سفرِ ایوب کا خلاصہ اسی کی زبان میں

یہ تمام صحیفہ شاعرانہ حسن و لطافت، فلسفیانہ دقائق، روحانی جذبات اور لطیف تمثیلات کا ایک بیش بہا اور نادر نمونہ ہے۔ باوجود اطناب و طوالت کے خوف کے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سفر ایوب کا خلاصہ خود اسی کی زبان میں پیش کر دیا جائے۔

حضرت ایوبؑ کا اظہارِ حال

حضرت ایوب کی حالت دیکھ کر آپ کے رفیق سات دن اور سات رات آپ کے پاس خاموش بیٹھے رہتے ہیں، بالآخر حضرت ایوبؑ

خود ہی اس سکوت کو توڑتے ہیں :

"دکھیائے کو روشنی

اور تلخ جان کو زندگی کیوں ملتی ہے ؟

جو موت کی راہ دیکھتے ہیں پر وہ نہیں آتی

اور چھپے خزانوں سے زیادہ اس کے جویاں ہیں

جو نہایت شادمان

اور خوش ہوتے ہیں جب قبر کو پا لیتے ہیں

....

میرے کھانے کی جگہ میری آہیں ہیں

اور میرا کراہنا پانی کی طرح جاری ہے

کیونکہ جس بات سے میں ڈرتا ہوں وہی مجھ پہ آتی ہے

اور جس بات کا مجھے خوف ہوتا ہے وہی مجھ پر گذرتی ہے

کیونکہ مجھے نہ چین ہے نہ آرام، نہ مجھے کل پڑتی ہے

بلکہ مصیبت ہی آتی ہے" [1]

الیفز تیمانی کا استدلال

اس پر الیفز تیمانی کہتے ہیں:

"کیا تجھے یاد ہے کہ کبھی کوئی معصوم بھی ہلاک ہوا ہے

یا کہیں راست باز بھی کاٹ ڈالے گئے ؟

میرے دیکھنے میں تو جو گناہ کو جوتتے

اور دُکھ بوتے ہیں، وہی اس کو کاٹتے ہیں

---

[1] باب ۳: ۲۰ تا ۲۶

وہ خدا کے دم سے ہلاک ہوتے
اور اس کے غضب کے جھونکے سے بھسم ہوتے ہیں (باب ۴، ۷ تا ۹)

دیکھ! ہم نے اس کی تحقیق کی اور یہ بات یوں ہی ہے
اسے سن لے اور اپنے فائدہ کے لیے اسے یاد رکھ" (باب ۵، ۲۷)

حضرت ایوبؑ کا جواب حضرت ایوبؑ جواب میں فرماتے ہیں:
"کاش کہ میری درخواست منظور ہوتی
اور خدا مجھے وہ چیز بخشتا جس کی مجھے آرزو ہے!
یعنی خدا کو یہی منظور ہوتا کہ مجھے کچل ڈالے
اور اپنا ہاتھ چلا کر مجھے کاٹ ڈالے
تو مجھے تسلی ہوتی
بلکہ میں اس اٹل درد میں بھی شادماں رہتا
کیونکہ میں نے اس قدوس کی باتوں کا انکار نہیں کیا
میری طاقت ہی کیا ہے جو میں ٹھہرا رہوں؟
اور میرا انجام ہی کیا ہے جو میں صبر کروں؟ (باب ۶، ۸ تا ۱۱)

میرے بھائیوں نے نالے کی طرح دغا کی
ان وادیوں کے نالوں کی طرح جو سوکھ جاتے ہیں (باب ۶، ۱۵)

کیا میں نے کہا کچھ مجھے دو؟
یا اپنے مال میں سے میرے لیے رشوت دو؟

یا مخالف کے ہاتھ سے مجھے بچاؤ ؟

یا ظالموں کے ہاتھ سے مجھے چھڑاؤ ؟

مجھے سمجھاؤ اور میں خاموش رہونگا

اور مجھے سمجھاؤ کہ میں کس بات میں چوکا

راستی کی باتیں کیسی موثر ہوتی ہیں !

پر تمہاری دلیل کس بات کی تردید کرتی ہے ؟ (باب ۶، ۲۲ تا ۲۵)

پھر خدا کو مخاطب کر کے عرض کرتے ہیں :

اے بنی آدم کے ناظر !..............

تو نے کیوں مجھے اپنا نشانہ بنا لیا ہے

یہاں تک کہ میں اپنے آپ پر بوجھ ہوں

تو میرا گناہ کیوں نہیں معاف کرتا اور میری بدکاری کیوں نہیں دور کر دیتا ؟

(باب ۷، ۲۰، ۲۱)

بلدد سوخی کا حضرت ایوب ؑ سے خطاب

اب آپ کے دوسرے رفیق بلدد سوخی آپ سے مخاطب ہوئے :

کیا خدا بے انصافی کرتا ہے ؟

کیا قادر مطلق عدل کا خون کرتا ہے ؟ (باب ۳)

....

تو اگر تو پاک دل اور راست باز ہوتا

تو وہ ضرور اب تیرے لیے بیدار ہو جاتا

اور تیری راستبازی کے مسکن کو برومند کرتا

اور اگرچہ تیرا آغاز چھوٹا سا تھا

تو بھی تیرا انجام بہت بڑا ہوتا (باب ۸ - ۶ تا ۸)

....

کیا ناگر موتھا بغیر کیچڑ کے اگ سکتا ہے ؟

کیا سرکنڈا بغیر پانی کے بڑھ سکتا ہے ؟

جب وہ ہرا ہی ہے اور کاٹا نہیں گیا

تو بھی اور پودوں سے پہلے سوکھ جاتا ہے

ایسی ہی ان سب کی راہیں ہیں جو خدا کو بھول جاتے ہیں

بے خدا آدمی کی امید ٹوٹ جائے گی

اس کا اعتماد جاتا رہے گا

اور اس کا بھروسا مکڑی کا جالا ہے (باب ۸ ۱۱ تا ۱۴)

حضرت ایوبؑ کا جواب حضرت ایوبؑ نے فرمایا:

درحقیقت میں جانتا ہوں کہ بات یوں ہی ہے

پر انسان خدا کے حضور کیسے راستباز ٹھہرے ؟

اگر وہ اس سے بحث کرنے کو راضی بھی ہو

تو یہ ہزار باتوں میں سے اسے ایک کا بھی جواب نہ دے سکے گا (باب ۹ ۱ تا ۳)

....

پھر میری کیا حقیقت ہے کہ میں اسے جواب دوں

اور اس سے بحث کرنے کو اپنے لفظ چھانٹ چھانٹ کر نکالوں

اسے تو میں اگر صادق بھی ہوتا تو جواب نہ دیتا (باب ۹ ۱۴ اور ۱۵)

اور آپ خدا کے اختیار و قدرت اور جلال و عظمت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

میں کامل تو ہوں پر میں اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا

میں اپنی زندگی کو حقیر جانتا ہوں

یہ سب ایک ہی بات ہے اسی لیے میں کہتا ہوں

کہ وہ کامل اور شریر دونوں کو ہلاک کر دیتا ہے (باب ۹: ۲۱ تا ۲۲)

ضوفر نعماتی کا خطاب اب آپ کے تیسرے ساتھی ضوفر نعماتی نے کہا

.........تو کہتا ہے میری تعلیم پاک ہے

اور میں تیری نگاہ میں بے گناہ ہوں

کاش! خدا خود بولے

اور تیرے خلاف اپنے لبوں کو کھولے

اور حکمت کے اسرار تجھے دکھائے

کہ وہ تاثیر میں گوناگوں ہے!

سو جان لے کہ تیری بدکاری جس لائق ہے اس سے کم ہی خدا تجھ سے مطالبہ

کرتا ہے۔ (باب ۱۱: ۴ تا ۶)

حضرت ایوبؑ کا جواب اس کے جواب میں حضرت ایوبؑ فرماتے ہیں کہ یہ تکلیف ومصیبت گناہ اور معصیت کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ یہ عالم تضاد وتزاحم کا معاملہ ہے جس کے لیے سبب درکار نہیں آپ مشیت الٰہی کے ان اسرار وحکم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو لامحدود ہیں اور جو انسان کے فہم وادراک سے وراء ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

خدا میں سمجھ اور قوت ہے

اس کے پاس مصلحت اور دانائی ہے

دیکھو! وہ ڈھا دیتا ہے تو پھر بنتا نہیں

وہ آدمی کو بند کر دیتا ہے تو پھر کھلتا نہیں

دیکھو! وہ مینہ کو روک لیتا ہے تو پانی سوکھ جاتا ہے

پھر جب وہ اسے بھیجتا ہے تو زمین کو اُلٹ دیتا ہے

اس میں طاقت اور تاثیر کی قوت ہے

فریب کھانے والا اور فریب دینے والا دونوں اسی کے ہیں

وہ مشیروں کو لٹوا کر اسیری میں لے جاتا ہے

اور عدالت کرنے والوں کو بے وقوف بنا دیتا ہے

وہ شاہی بندھنوں کو کھول ڈالتا ہے

اور بادشاہوں کی کمر پر پٹکا باندھتا ہے

وہ کاہنوں کو لٹوا کر اسیری میں لے جاتا ہے

اور زبردستوں کو پچھاڑ دیتا ہے

وہ اعتماد والے کی قوت گویائی دور کرتا

اور بزرگوں کی دانائی کو چھین لیتا ہے

وہ امراء پر حقارت برساتا ہے

اور زور آوروں کے کمربند کھول ڈالتا ہے

وہ اندھیرے میں سے گہری باتوں کو آشکارا کرتا

اور موت کے سایہ کو بھی روشنی میں لے آتا ہے

وہ قوموں کو بڑھا کر انھیں ہلاک کر ڈالتا ہے

وہ قوموں کو پھیلاتا اور پھر انھیں سمیٹ لیتا ہے

وہ زمین کی قوموں کے سرداروں کی عقل اُڑا دیتا ہے

اور انھیں ایسے بیابان میں بھٹکا دیتا ہے جہاں راستہ نہیں

وہ روشنی کے بغیر تاریکی میں ٹٹولتے پھرتے ہیں

اور وہ انھیں ایسا بنا دیتا ہے کہ متوالے کی طرح لڑکھڑاتے ہوئے چلتے ہیں

(باب ۱۲ : ۱۳ تا ۲۵)

میری آنکھ نے یہ سب کچھ دیکھا ہے
میرے کان نے یہ سُنا اور سمجھ بھی لیا ہے (باب ۱۳: ۱)

الیفز تیمانی کا خطاب اب آپ کے ساتھی الیفز تیمانی پھر آپ سے مخاطب ہوئے:

کیا تو نے خدا کی پوشیدہ مصلحت سُن لی ہے
اور اپنے لیے عقلمندی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟ (باب ۱۵: ۸)

....

انسان ہے کیا کہ وہ پاک ہو؟
اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا، کیا ہے کہ صادق ہو؟
دیکھ! وہ اپنے قدسیوں کا اعتبار نہیں کرتا
بلکہ آسمان بھی اس کی نظر میں پاک نہیں
پھر بھلا اس کا کیا ذکر جو گھناونا اور خراب ہے
یعنی وہ آدمی جو بدی کو پانی کی طرح پیتا ہے؟ (باب ۱۵: ۱۴ تا ۱۶)

....

شریر آدمی اپنی ساری عمر درد سے کراہتا ہے
یعنی سب برس جو ظالم کے لیے رکھے گئے ہیں
ڈراونی آوازیں اس کے کان میں گونجتی رہتی ہیں
اقبالمندی کے وقت غارت گر اس پر آ پڑے گا (باب ۱۵: ۲۰، ۲۱)

....

وہ دولت مند نہ ہوگا، اس کا مال بنا نہ رہے گا
اور اِن کی پیداوار زمین کی طرف نہ جھکے گی
وہ اندھیروں سے کبھی نہ نکلے گا

شعلے اس کی شاخوں کو خشک کر دیں گے

اور وہ خدا کے منہ کے دم سے جاتا رہے گا (باب ۱۵ ۲۹ تا ۳۰)

حضرت ایوبؑ کا جواب | اس کے جواب میں حضرت ایوبؑ فرماتے ہیں:

اگر تمہاری جان میری جان کی جگہ ہوتی

....

...... میں اپنی زبان سے تمہیں تقویت دیتا

اور میرے لبوں کی غمگساری تم کو تسلی دیتی (باب ۱۶ ۴ و ۵)

پھر آپ اپنے موجودہ درد و غم اور کرب و اذیت کے متعلق فرماتے ہیں:

میں نے اپنی کھال پر ٹاٹ کو سی لیا ہے

اور اپنا سینگ خاک میں رکھ دیا ہے

میرا منہ روتے روتے سوج گیا ہے

اور میری پلکوں پر موت کا سایہ ہے

اگرچہ میرے ہاتھوں میں ظلم نہیں

اور میری دعا بے ریا ہے (باب ۱۶ ۱۵ تا ۱۷)

....

اب بھی دیکھ! میرا گواہ آسمان پر ہے

اور میرا ضامن عالم بالا پر ہے

میرے دوست میری حقارت کرتے ہیں

پھر میری آنکھ خدا کے حضور آنسو بہاتی ہے (باب ۱۶ ۱۹ تا ۲۰)

....

اس نے مجھے لوگوں کے لیے ضرب المثل بنا دیا ہے

اور میں ایسا ہو گیا ہوں کہ لوگ میرے منہ پر تھوکیں
میری آنکھ غم کے مارے دھندلا گئی
اور میرے سب اعضاء پرچھائیں کے مانند ہیں
راستباز آدمی اس بات سے حیران ہوں گے
اور معصوم آدمی بے خدا لوگوں کے خلاف جوش میں آئے گا
تو بھی صادق اپنی راہ میں ثابت قدم رہے گا
اور جس کے ہاتھ صاف ہیں وہ زور آور ہی ہوتا جائے گا"

....

میرے دن ہو چکے، میرے مقصود
بلکہ میرے دل کے ارمان مٹ گئے
وہ رات کو دن سے بدلتے ہیں
وہ کہتے ہیں روشنی تاریکی سے نزدیک ہے" (باب ۱۷: ۶ تا ۱۲)

بلدد سوخی کا اعتراض یہ سن کر بلدد سوخی بولے:

تو جو قہر میں اپنے کو پھاڑتا ہے
تو کیا زمین تیرے سبب سے اجڑ جائے گی
یا چٹان اپنی جگہ سے ہٹا دی جائے گی
بلکہ شریر کا چراغ گل کر دیا جائے گا
اور اس کی آگ کا شعلہ بے نور ہو جائے گا
روشنی اس کے ڈیرے میں تاریکی ہو جائے گی
اس کی قوت کے قدم چھوٹے کیے جائیں گے
اور اس کی مصلحت اسے نیچے گرائے گی

کیونکہ وہ اپنے ہی پاؤں سے جال میں پھنستا ہے
اور پھندوں پر چلتا ہے ...." (باب ۱۸ ۴ تا ۹)

حضرت ایوبؑ کا ارشاد

حضرت ایوبؑ نے ارشاد فرمایا :

اگر تم میرے مقابلہ میں اپنی بڑائی کرتے ہو
اور میرے ننگ کو میرے خلاف پیش کرتے ہو
تو جان لو کہ خدا نے مجھے پست کیا
اور اپنے جال سے مجھے گھیر لیا ہے (باب ۱۹ ۵، ۶)

....

اس نے میرے بھائیوں کو مجھ سے دُور کر دیا ہے
اور میرے جان پہچان مجھ سے بیگانہ ہو گئے ہیں
میرے رشتہ دار کام نہ آئے
اور میرے دلی دوست مجھے بھول گئے ہیں
میں اپنے گھر کے رہنے والوں اور اپنی لونڈیوں کی نظر میں اجنبی ہوں
میں ان کی نگاہ میں پردیسی ہو گیا ہوں
میں اپنے نوکر کو بلاتا ہوں اور وہ مجھے جواب نہیں دیتا
اگرچہ میں اپنے منہ سے اس کی منت کرتا ہوں
میرا سانس میری بیوی کے لیے مکروہ ہے
اور میری منت میری ماں کی اولاد کے لیے
چھوٹے بچے بھی مجھے حقیر جانتے ہیں
جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو وہ مجھ پر آوازہ کستے ہیں
میرے سب ہمراز دوست مجھ سے نفرت کرتے ہیں

اور جن سے میں محبت کرتا تھا وہ میرے خلاف ہو گئے ہیں
میری کھال اور میرا گوشت ہڈیوں سے چمٹ گئے ہیں
اور میں بال بال بچ نکلا ہوں (باب ۱۹ ۱۳ تا ۲۰)

....

لیکن میں جانتا ہوں کہ میرا مخلصی دینے والا زندہ ہے
اور آخر کار وہ زمین پر کھڑا ہو گا
اور اپنی کھال کے اس طرح برباد ہو جانے کے بعد بھی
میں اپنے اس جسم میں سے خدا کو دیکھوں گا
جسے میں خود دیکھوں گا
اور میری ہی آنکھیں دیکھیں گی نہ کہ بیگانہ کی (باب ۱۹ ۲۵ تا ۲۷)

ضوفر نعماتی کا اظہار خیال

ضوفر نعماتی نے کہا:
"کیا تو قدیم زمانہ کی یہ بات نہیں جانتا
جب سے انسان زمین پر بسایا گیا
کہ شریروں کی فتح چند روزہ ہے
اور بے دینوں کی خوشی دم بھر کی ہے؟
خواہ اس کا جاہ و جلال آسمان تک بلند ہو جائے
اور اس کا سر بادلوں تک پہنچے،
تو بھی وہ اپنے ہی فضلہ کی طرح ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گا" (باب ۲۰

حضرت ایوبؑ کا جواب

حضرت ایوبؑ نے فرمایا:
"غور سے میری بات سنو
اور یہی تمھارا تسلی دینا ہو (باب ۲۱ ا و ۲)

....

کیا کوئی خدا کو علم سکھائے گا؟

جس حال کہ وہ سرفرازوں کی عدالت کرتا ہے

کوئی تو اپنی پوری طاقت میں

چین اور سکھ سے رہتا ہوا مر جاتا ہے

اس کی دوہنیاں دودھ سے بھری ہیں

اور اس کی ہڈیوں کا گودا تر ہے

اور کوئی اپنے جی میں کڑھ کڑھ کر مرتا ہے

اور کبھی سکھ نہیں پاتا

وہ دونوں مٹی میں یکساں پڑ جاتے ہیں

اور کیڑے انھیں ڈھانک لیتے ہیں" (باب ۲۱ ۲۲ تا ۲۶)

الیفز تیمانی کی التجا الیفز تیمانی نے اپنے خیال کی مزید وضاحت کرنے کے بعد آپ سے عرض کیا،

"اس سے ملا رہ تو سلامت رہے گا

اور اس سے تیرا بھلا ہو گا

میں تیری منت کرتا ہوں کہ شریعت کو اسی کی زبانی قبول کر

اور اس کی باتوں کو اپنے دل میں رکھ لے

اگر تو قادر مطلق کی طرف پھرے تو بحال کیا جائے گا" (باب ۲۲ ۲۱و۲۲)

حضرت ایوبؑ کا ارشاد حضرت ایوبؑ نے ارشاد فرمایا:

"...... وہ اس راستہ کو جس پر میں چلتا ہوں جانتا ہے

جب وہ مجھے تا لے گا تو میں سونے کی مانند نکل آؤں گا

میرا پاؤں اس کے قدموں سے لگا رہا ہے

میں اس کے راستہ پر چلتا رہا ہوں اور برگشتہ نہیں ہوا

میں اس کے لبوں کے حکم سے ہٹا نہیں
میں نے اس کے منہ کی باتوں کو اپنی ضروری خوراک سے بھی زیادہ ذخیرہ کیا
لیکن وہ ایک خیال میں رہتا ہے اور کون اسے پھرا سکتا ہے
اور جو کچھ اس کا جی چاہتا ہے وہ کرتا ہے
کیونکہ جو کچھ میرے لیے مقرر ہے وہ پورا کرتا ہے
اور بہت سی ایسی باتیں اس کے ہاتھ میں ہیں
اسی لیے میں اس کے حضور میں گھبرا جاتا ہوں
جب میں سوچتا ہوں تو اس سے ڈر جاتا ہوں" (باب ۲۳: ۱۰ تا ۱۵)

رفیقوں کا آخری کلام

آخری بار بلدد سوخی نے پھر کہا:
"اقتدار اور دبدبہ اس کے ساتھ ہے
وہ اپنے بلند مقاموں میں امن رکھتا ہے
کیا اس کی فوجوں کی کوئی تعداد ہے؟
اور کون ہے جس پر اس کی روشنی نہیں پڑتی
پھر انسان کیونکر خدا کے حضور راست ٹھہر سکتا ہے؟
یا وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ہو سکتا ہے؟" (باب ۲۵: ۲ تا ۴)

حضرت ایوبؑ کا جواب اور معصیت سے اپنی براءت کا اعلان

اس کے جواب میں حضرت ایوبؑ نے پہلے خدا کی حمد و ثنا کی پھر اس کی عظمت و جلال اور اس کی مشیت کے ان اسرار و مصالح کا تذکرہ فرمانے کے بعد جو انسانی فہم سے بلند ہیں عصیان و معصیت سے اپنی براءت کا اس طرح اعلان فرمایا:

حضرت ایوبؑ کا کردار

"کیا میں دردمند کے لیے روتا نہ تھا؟
کیا میری جان محتاج کے لیے آزردہ نہ ہوتی تھی؟

انبیائے قرآن حصہ دوم

جب میں بھلائی کا منتظر تھا تو برائی پیش آئی
جب میں روشنی کے لیے ٹھہرا تھا تو تاریکی آئی
میری انتڑیاں اُبل رہی ہیں اور آرام نہیں پاتیں
مجھ پر مصیبت کے دن آ پڑے ہیں
میں بغیر دھوپ کے کالا ہو گیا ہوں
میں مجمع میں کھڑا ہو کر مدد کے لیے دہائی دیتا ہوں
میں گیدڑ کا بھائی
اور شتر مرغوں کا ساتھی ہوں
میری کھال کالی ہو کر مجھ سے گرتی جاتی ہے
اور میری ہڈیاں حرارت سے جل گئیں
اسی لیے میرے ستار سے ماتم
اور میری بانسری سے رونے کی آواز نکلتی ہے (باب ۳۰ ۲۵ تا ۳۱)
میں نے اپنی آنکھوں سے عہد کیا ہے
پھر میں کسی کنواری پر کیونکر نظر کروں ؟
کیونکہ اُوپر سے خدا کی طرف سے کیا بخرہ ہے ؟
اور عالم بالا سے قادر مطلق کی طرف سے کیا میراث ہے ؟
کیا وہ ناراستوں کے لیے آفت
اور بدکرداروں کے لیے تباہی نہیں ہے ؟
کیا وہ میری راہوں کو نہیں دیکھتا
اور میرے سب قدموں کو نہیں گنتا ؟
اگر میں بطالت سے چلا ہوں

اور میرے پاؤں نے دغا کے لیے جلدی کی ہے

(تو میں ٹھیک ترازو میں تولا جاؤں

تاکہ خدا میری راستی کو جان لے)

اگر میرا قدم راستہ سے برگشتہ ہوا ہے

اور میرے دل نے میری آنکھوں کی پیروی کی ہے

اور اگر میرے ہاتھوں پر داغ لگا ہے

تو میں بوؤں اور دوسرا کھائے

اور میرے کھیت کی پیداوار اکھاڑ دی جائے

اگر میرا دل کسی عورت پر فریفتہ ہوا

اور میں اپنے پڑوسی کے دروازہ پر گھات میں بیٹھا

تو میری بیوی دوسرے کے لیے پیسے

اور غیر مرد اس پر جھکیں

کیونکہ یہ نہایت برا جرم ہوتا

بلکہ ایسی بدی ہوتی جس کی سزا قاضی دیتے ہیں

کیونکہ وہ ایسی آگ ہے جو جلا کر بھسم کر دیتی ہے

اور میرے سارے حاصل کو جڑ سے نیست کر ڈالتی ہے

اگر میں نے اپنے خادم یا خادمہ کا حق مارا ہو

جب انھوں نے مجھ سے جھگڑا کیا

تو جب خدا اُٹھے گا تب میں کیا کروں گا؟

اور جب وہ آئے گا تو میں اُسے کیا جواب دوں گا؟

کیا وہی اس کا بنانے والا نہیں جس نے مجھے بطن میں بنایا؟

اور کیا ایک ہی نے ہماری صورت رحم میں نہیں بنائی ؟
اگر میں نے محتاج سے اس کی مراد روک رکھی
یا ایسا کیا کہ بیوہ کی آنکھیں رہ گئیں
یا اپنا نوالہ اکیلے ہی کھایا ہو
اور یتیم اس میں سے کھانے نہ پایا
(نہیں، بلکہ میرے لڑکپن سے وہ میرے ساتھ ایسے پلا جیسے باپ کے ساتھ
اور میں اپنی ماں کے بطن ہی سے بیوہ کا رہنما رہا ہوں)
اگر میں نے دیکھا کہ کوئی بے کپڑے مرتا ہے
یا کسی محتاج کے پاس اوڑھنے کو نہیں
اگر اس کی کمر نے مجھ کو دعا نہ دی ہو
اگر وہ میری بھیڑوں کے اون سے گرم نہ ہوا ہو
اگر میں نے کسی یتیم پر ہاتھ اٹھایا ہو
کیونکہ پھاٹک پر مجھے اپنی کمک دکھائی دی
تو میرا کندھا میرے شانے سے اتر جائے
اور میرے بازو کی ہڈی ٹوٹ جائے
کیونکہ مجھے خدا کی طرف سے آفت کا خوف تھا
اور اس کی بزرگی کی وجہ سے میں کچھ نہ کر سکا،
اگر میں نے سونے پر بھروسا کیا ہو
اور چوکھے سونے سے کہا کہ میرا اعتماد تجھ پر ہے
اگر میں اس لیے کہ میری دولت فراواں تھی
اور میرے ہاتھ نے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا، نازاں ہوا،

اگر میں نے سورج پر جب وہ چمکتا ہے نظر کی ہو

یا چاند پر جب وہ آب و تاب میں چلتا ہے

اور میرا دل خفیۃً فریفتہ ہو گیا ہو

اور میرے منہ نے میرے ہاتھ کو چوم لیا ہو'

تو یہ ایسی بدی ہے جس کی سزا قاضی دیتے ہیں

کیونکہ یوں میں نے خدا کا جو عالم بالا پر ہے انکار کیا ہوتا'

اگر میں اپنے نفرت کرنے والے کی ہلاکت سے خوش ہوا

یا جب اس پر آفت آئی تو شادماں ہوا

(ہاں میں نے تو اپنے منہ کو اتنا گناہ بھی نہ کرنے دیا

کہ لعنت بھیج کر اس کی موت کے لیے دعا کرتا)

اگر میرے خیمہ کے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو

ایسا کون ہے جو اس کے یہاں گوشت سے سیر نہ ہوا ؟

پردیسی کو گلی کوچوں میں ٹکنا نہ پڑا

بلکہ میں مسافر کے لیے اپنے دروازے کھول دیتا تھا

اگر آدم کی طرح اپنی بدی اپنے سینہ میں چھپا کر

میں نے اپنی تقصیر پر پردہ ڈالا ہو

اس سبب سے کہ مجھے عوام الناس کا خوف تھا

اور میں خاندانوں کی حقارت سے ڈر گیا

یہاں تک کہ میں خاموش ہو گیا اور دروازہ سے باہر نہ نکلا

کاش کہ کوئی میری سننے والا ہوتا !

(یہ لو میرا دستخط ! قادر مطلق مجھے جواب دے)

کاشکہ میرے مخالف کے دعویٰ کی تحریر ہوتی !

یقیناً میں اسے اپنے کندھے پر لیے پھرتا

اور اسے اپنے عمامہ کی طرح باندھتا

میں اسے اپنے قدموں کی تعداد بتاتا

امیر کی طرح میں اس کے پاس جاتا

اگر میری زمین میرے خلاف دہائی دیتی ہو

اور اس کی ریگھاریاں مل کر روتی ہوں

اگر میں نے بے دام اس کے پھل کھائے ہوں

یا ایسا کیا کہ اس کے مالکوں کی جان گئی

تو گیہوں کے بدلے اونٹ کٹارے

اور جو کے بدلے کڑوے دانے اُگیں" (باب ۳۱)

اللہ اکبر! اس تقریر کا ایک ایک لفظ کس قدر صحیح آئینہ اور کس قدر سچی تصویر ہے حضرت ایوبؑ کی شخصیت اور کردار کی بلندیوں کی، رُوحانی ارتقا اور اخلاقی رفعتوں کی، سیرت کی پاکیزگی اور برگزیدگی کی، صبر و استقامت کی، ایمان کامل اور توکل الی اللہ کی جس کے تصور ہی سے سر جھک جاتے ہیں اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں!

پھر اس تقریر کا ایک ایک لفظ ان لوگوں سے کہا گیا اور اس برأت کا ایک ایک دعویٰ ان سے کیا گیا جو آپ سے مصروفِ بحث و مباحثہ تھے اور اپنی دلیلوں سے آپ کو بہر طور قائل کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ اگر ان دعووں کا ایک ایک حرف پہاڑ کی طرح اٹل اور روز روشن کی طرح عیاں نہ ہوتا تو کیا وہ حرف گیری اور داروگیر سے باز رہتے یا رہ سکتے تھے؟ لیکن سفر ایوب شاہد ہے کہ اس کے بعد ان کے پاس ایک حرف بھی کہنے کو نہ تھا۔

"سو ان تینوں آدمیوں نے ایوبؑ کو جواب دینا چھوڑ دیا" (باب ۳۲-۱)

الیہو کی تقریر

اب ایک اور نوجوان جس کا نام الیہو بن براکیل بوزی تھا اور جو رام کے خاندان سے تھا، آپ کے تینوں رفیقوں اور خود حضرت ایوبؑ سے مخاطب ہو کر گویا ہوا:

"میں جوان ہوں اور تم بہت عمر رسیدہ ہو
اس لیے میں رکا رہا اور اپنی رائے دینے کی جرأت نہ کی
میں نے کہا، سالخوردہ لوگ بولیں
اور عمر رسیدہ حکمت سکھائیں
لیکن انسان میں روح ہے
اور قادر مطلق کا دم خرد بخشتا ہے
بڑے آدمی ہی عقلمند نہیں ہوتے
اور عمر رسیدہ ہی انصاف کو نہیں سمجھتے
اس لیے میں کہتا ہوں، میری سنو
میں بھی اپنی رائے دوں گا۔" (باب ۳۲: ۶ تا ۱۰)

اور ایک طویل تقریر کے بعد الیہو نے کہا:

"یہ ہرگز ہو نہیں سکتا کہ خدا شرارت کا کام کرے
اور قادر مطلق بدی کرے
وہ انسان کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا
اور ایسا کرے گا کہ ہر کسی کو اپنی ہی راہوں کے مطابق بدلہ ملے گا
یقیناً خدا برائی نہیں کرے گا
قادر مطلق سے بے انصافی نہ ہو گی" (باب ۳۴: ۱۰ تا ۱۲)

اور پھر حضرت ایوبؑ سے مخاطب ہو کر کہا:

"خبردار، تیرا قہر تجھ سے تکفیر نہ کرائے

اور فدیہ کی فراوانی تجھے گمراہ نہ کرے
کیا تیرا رونا یا تیری قوت و توانائی
اِس بات کے لیے کافی ہیں کہ تو دکھ میں نہ پڑے ؟
اُس رات کی خواہش نہ کر
جس میں قومیں اپنے مسکنوں سے اُٹھالی جاتی ہیں" (باب ۳۶ ۱۸ تا ۲۰)

اور آخر میں خدا کے عظمت و جلال اور عالم قضا و قدر کی حیرت ناکیوں اور کرشمہ سازیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"........ وہ گھٹا پر نمی کو لادتا ہے
اور اپنے بجلی والے بادلوں کو دور تک پھیلاتا ہے
اسی کی ہدایت سے وہ اِدھر اُدھر پھرائے جاتے ہیں
تاکہ جو کچھ وہ انھیں فرمائے
اسی کو وہ دنیا کے آباد حصے پر انجام دیں
خواہ تنبیہ کے لیے یا اپنے ملک کے لیے
یا رحمت کے لیے وہ اسے بھیجے" (باب ۳۷ ۱۱ تا ۱۳)

اور پھر اپنی تقریر کو اس طرح ختم کیا:

" اے ایوبؑ اس کو سُن لے
چپ چاپ کھڑا رہ، اور خدا کے حیرت انگیز کاموں پر غور کر (باب ۳۷ ۱۴)

....

خدا مہیب شوکت سے ملبّس ہے
ہم قادر مطلق کو پا نہیں سکتے، وہ قدرت اور عدل میں شاندار ہے
اور انصاف کی فراوانی میں ظلم نہیں کرے گا

اسی لیے لوگ اس سے ڈرتے ہیں

وہ داناؤں کی پروا نہیں کرتا" (باب ۳۷ ۲۲ تا ۲۴)

وحی الٰہی کا نزول | اب ایک بگولے میں سے وحی الٰہی نے حضرت ایوبؑ کو مخاطب فرمایا:

"یہ کون ہے جو نادانی کی باتوں سے

مصلحت پر پردہ ڈالتا ہے (باب ۳۸ ۲)

....

تو کہاں تھا جب میں نے زمین کی بنیاد ڈالی؟

تو دانشمند ہے تو بتا

کیا تجھے معلوم ہے کہ کس نے اس کی ناپ ٹھہرائی

یا کس نے اس پر سُوت کھینچا

کس چیز پر اس کی بنیاد ڈالی گئی

یا کس نے اس کے کونے کا پتھر بٹھایا (باب ۳۸ ۴ تا ۶)

....

کیا تو نے اپنی عمر میں کبھی صبح پر حکمرانی کی

اور کیا تو نے فجر کو اس کی جگہ بتائی

تاکہ وہ زمین کے کناروں پر قبضہ کرے (باب ۳۸ ۱۲ و ۱۳)

....

اگر تو یہ سب جانتا ہے تو بتا

نور کے مسکن کا راستہ کہاں ہے؟

رہی تاریکی، سو اس کا مکان کہاں ہے؟ (باب ۳۸ ۱۸ و ۱۹)

....

کیا بارش کا کوئی باپ ہے ؟
یا شبنم کے قطرے کس سے تولد ہوئے ؟
یخ کس کے بطن سے نکلا ؟
اور آسمان کے سفید پالے کو کس نے پیدا کیا ؟ (باب ۳۸: ۲۸، ۲۹)

....

باطن میں حکمت کس نے رکھی ؟
اور دل کو دانش کس نے بخشی ؟ (باب ۳۸: ۳۶)

....

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تو مجھے بتا
کیا تو میرے انصاف کو بھی باطل ٹھہرائے گا ؟
کیا تو مجھے مجرم ٹھہرائے گا تاکہ خود راست ٹھہرے ؟ (باب ۴۰: ۷، ۸)

بالآخر حضرت ایوبؑ نے عرض کیا:

"میں جانتا ہوں کہ تو سب کچھ کر سکتا ہے
اور تیرا کوئی ارادہ رُک نہیں سکتا'
یہ کون ہے جو نادانی سے مصلحت پر پردہ ڈالتا ہے ؟
لیکن میں نے جو نہ سمجھا وہی کہا
یعنی ایسی باتیں جو میرے لیے نہایت عجیب تھیں' جن کو میں جانتا نہ تھا'
میں تیری منت کرتا ہوں سُن' میں کچھ کہونگا
میں تجھ سے سوال کروں گا' تو مجھے بتا
میں نے تیری خبر کان سے سنی تھی
پر اب میری آنکھ تجھے دیکھتی ہے

اس لیے مجھے اپنے آپ سے نفرت ہے
اور میں خاک اور راکھ میں توبہ کرتا ہوں" (باب ۴۲ ، ۲ تا ۶)

اب وحی الٰہی نے حضرت ایوبؑ کے رفیق الیفز تیمانی کو مخاطب کیا اور ارشاد ہوا!

" میرا غضب تجھ پر اور تیرے دونوں دوستوں پر بھڑکا ہے کیونکہ تم نے میری بابت وہ بات نہ کہی جو حق ہے جیسے میرے بندہ ایوبؑ نے کہی، پس اب اپنے لیے سات بیل اور سات مینڈھے لیکر میرے بندہ ایوبؑ کے پاس جاؤ اور اپنے لیے سوختنی قربانی گذرانو، اور میرا بندہ ایوبؑ تمھارے لیے دعا کرے گا کیونکہ اُسے تو میں قبول کرونگا" (باب ۴۲، ۷، ۸)

اختتام چنانچہ حسب حکم الٰہی آپ کے یہ تینوں رفیق قربانی کے جانور لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، قربانی کی گئی اور حضرت ایوبؑ نے ان کے حق میں دُعا فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کی حالت کو بدل دیا، آپ کے اعزّا و اقارب پھر آپ سے مل گئے، مال و دولت پہلے کی نسبت دوچند ہو گیا آپ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں بیٹیوں کے نام سفر ایوبؑ میں یہ بتائے گئے ہیں: (۱) یمیمہ (۲) قصیاہ (۳) قرن ہپوک۔ اور ان کے متعلق یہ تصریح بھی ملتی ہے

" اس ساری سرزمین میں ایسی عورتیں کہیں نہ تھیں جو ایوبؑ کی بیٹیوں کی طرح خوب صورت ہوں" (سفر ایوب باب ۴۲، ۱۵)

اس دور ابتلا کے بعد سفر ایوبؑ کی روایت کے بموجب حضرت ایوبؑ کے پاس چودہ ہزار بھیڑ بکریاں اور چھ ہزار اونٹ اور ہزار جوڑی بیل اور ہزار گدھیاں تھیں۔ علاوہ ازیں "خداوند نے ایوبؑ کے آخری ایام میں ابتداء کی نسبت زیادہ برکت بخشی"[۱]

حضرت ایوبؑ کا زمانہ اور سفر ایوب کی قدامت علامہ سید سلیمان ندوی نے حضرت ایوبؑ کا زمانہ ۔۔۔ ق م اور ۔۔۔ ق م کے درمیان قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں:

---

[۱] سفر ایوبؑ باب ۴۲، ۱۲ [۲] ایضاً

"چونکہ کلدان (ایوب ۱-۱۷) اور سبا (ایوب ۱-۱۵) کا اس میں ذکر معاصرت ہے، سبا کا عروج ۱۱۰۰ ق م میں ہوا ہے اور کلدانیہ کا اختتام ۵۳۸ ق م ہے" [۱]

لیکن اس کے برخلاف اہل کتاب نے حضرت ایوبؑ کا زمانہ ۱۵۲۰ ق م تجویز کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ سفر ایوبؑ میں یہ ذکر ضرور ہے کہ کلدانیوں یا کدیوں کے تین جتھوں نے حملہ کر کے آپ کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا اور سبائیوں کے ایک گروہ نے حملہ کر کے آپ کے غلاموں کو قتل کر ڈالا لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ اگر کسی نسل یا قبیلہ کے کچھ افراد کہیں حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں تو وہ زمانہ اس نسل یا قبیلہ کے شباب یا زوال ہی کا زمانہ ہو، بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ اس قسم کے افعال و حرکات زیادہ تر قوم کے ابتدائی دور ہی میں رونما ہوتے ہیں، ترقی اور عروج تو خود بخود تمدن و حضارۃ اور اس کے لوازم اپنے ساتھ لایا کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی قابل غور ہے، محققین توراۃ میں سے اکثر اس طرف گئے ہیں کہ سفر ایوب اصلاً قدیم عربی زبان میں لکھی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قدیم عربی سے عبرانی زبان میں منتقل کیا۔ اگر یہ تحقیق صحیح ہے تو یہ ظاہر ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گذر چکے تھے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ سر چارلس مارسٹن کی حالیہ تحقیق کے مطابق ۱۵۲۰ ق م تا ۱۴۰۰ ق م قرار پایا ہے، اس لیے حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ اس سے پہلے ہی ہونا چاہیے۔

حضرت ایوبؑ کے زمانہ کے تعین کے بعد سفر ایوب کی قدامت خود بخود واضح ہو جاتی ہے، دنیا میں شعر و ادب کی قدیم ترین تصنیفات یہ بتائی گئی ہیں:

۱- وید

۲- رامائن و مہابھارت

۳- الیڈ (ILLIAD)

---

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۳۶

ان کے زمانہ تصنیف کے متعلق اب تک جو تحقیقات ہوئی ہیں مولانا ابوالکلام آزاد نے ان کا نچوڑ اس طرح پیش کیا ہے :

ویدوں کا زمانۂ تصنیف "ویدوں کے عہد تصنیف و تدوین کی نسبت میکس مولر کا مسلک اس وقت تک ماہرین موضوع میں مقبول چلا آتا ہے اور علمی حیثیت سے اس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا، اس کے مطابق ویدوں کا زمانہ تصنیف یہ ہے :

سوتر کا زمانہ سن ۶۰۰ء سے سن ۲۰۰ ق م تک، برہمن سن ۸۰۰ء سے سن ۶۰۰ ق م تک، منتر اور رگ وید کا آخری باب سن ۱۰۰۰ء سے سن ۸۰۰ ق م تک، چھند سن ۱۲۰۰ء سے سن ۱۰۰۰ ق م تک، گویا رگ وید کی سب سے قدیم نظمیں سن ۱۲۰۰ ق م سے زیادہ پیچھے نہیں جاتیں" [1]

رامائن اور مہابھارت کا زمانۂ تصنیف "محققین عصر کے نزدیک چوتھی صدی قبل مسیح سے زیادہ پیچھے نہیں جا سکتا اور زمانہ تدوین بہ شکل کتاب تو اکثروں کے نزدیک زیادہ سے زیادہ سنہ مسیحی کے ابتدائی قرون ہیں" [2]

الیڈ (ILLIAD) کا زمانۂ تصنیف "اگر ہومر (HOMER) کا عہد وہی قرار دیا جائے جو ہیروڈوٹس کے بیان سے پیدا ہوتا ہے تو زیادہ سے زیادہ سن ۸۵۰ ق م ہے" [3]

اسی لیے مولانا ابوالکلام آزاد سفر ایوبؑ کے متعلق لکھتے ہیں :

"شعر و ادب کا قدیم ترین نمونہ یہی ہے جو اس وقت تک ہماری معلومات میں آیا ہے" [4]

قرآن مجید اور حضرت ایوبؑ قرآن مجید میں حضرت ایوبؑ کا ذکر سورۂ انبیاء اور سورۂ ص میں ہوا ہے لیکن صرف چند مجمل اشارات ملتے ہیں، ہمارے مفسرین نے جو تفصیل نقل کی ہے وہ بقول علامہ سید سلیمان ندوی :

---

[1] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۴۸ ۔ [2] ایضاً بحوالہ (PROF. A.V. WASHBURN HOPKINS)

[3] ،، ،، ،، ۔ [4] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۳۸

"وہب بن منبہ اور دیگر اسرائیلی مسلمانوں سے جو قرن اول میں موجود تھے منقول ہے اور یہ اسرائیلی روایات تھوڑے تفسیر اور اضافہ کے ساتھ سفر ایوب سے ماخوذ ہیں" [1]

سورہ انبیاء اور سورہ ص کے علاوہ حضرت ایوبؑ کا نام دوسرے پیغمبروں کے ساتھ دو جگہ اور آیا ہے، سورہ نسا (آیت ۱۶۳) اور سورہ انعام میں (آیت ۸۵)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں :

"قرآن نے صبر و شکر کی یہ پوری داستان صرف چند جملوں میں بیان کر دی ہے اور اس کا ایجاز بلاغت اتنا ہی موثر ہے جتنا صحیفہ ایوب کے پچاس صفحوں کا شاعرانہ اطناب" [1]

قرآن مجید نے آپ کی سرگذشت کو دور ابتلا کے اس آخری حصہ سے شروع کیا ہے جب حضرت ایوبؑ نے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہو کر اپنے درد و کرب کا اظہار کیا اور اس کی رحمت کو آواز دی

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ ۘ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۝ (ص - ۴۱)

اور ہمارے بندے ایوبؑ کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (بار الہا) شیطان نے مجھ کو ایذاء اور تکلیف دے رکھی ہے۔

واضح رہے کہ "شیطان" سے یہاں وہ "شیطان" مراد نہیں جس کا ذکر سفر ایوبؑ میں آیا ہے۔ اور جس نے سفر ایوب کی روایت کے مطابق آپ کے جسم و مال پر استیلا حاصل کر لیا تھا، اس موقع پر "شیطان" سے کیا مراد ہے؟ قرآن مجید نے دوسری جگہ خود یہ کہہ کر واضح کر دیا ہے

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ (الانبیاء ۸۳)

اور ایوبؑ کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں :

"قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر یا ایذاء کا یا کسی

---

[1] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۳۸

مقصد صحیح کے فوت ہونے کا ہو ان کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ[1] (کہف رکوع ۹)۔ کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف و آزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تواضعاً و تادباً یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تساہل یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پیچھے لگا ......"[2]

پیغمبر نے رحمت ایزدی کو پکارا اور رحمت ایزدی جوش میں آکر اُمنڈ پڑی، ارشاد ہوا:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ۝ (ص - ۴۲)	زمین پر لات مارو، (دیکھو) یہ (چشمہ) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں) ہے۔

قرآن مجید کی تکمیلی شان کا اس سے زیادہ اور کیا مظاہرہ ہوگا کہ باوجود اس قدر ایجاز و اختصار کے وہ حضرت ایوبؑ کی سرگذشت کے ان ٹکڑوں کو بھی بیان کر جاتا ہے جو سفر ایوبؑ کی طویل تفصیلات میں بھی مذکور ہونے سے رہ گئے تھے۔ سفر ایوبؑ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت ایوبؑ کس طرح کس علاج سے صحت یاب ہوئے؟ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک طبعی چشمہ پھوٹا اور اس میں نہا کر آپ اچھے ہو گئے۔ طبعی چشمے کیمیاوی اجزاء کی وجہ سے خاص اثرات رکھتے ہیں اور علاج کا طریقہ آج بھی دنیا میں جاری ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ (ص - ۴۳)	اور ہم نے ان کو اہل (و عیال) اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے (یہ) ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت تھی۔

---

[1] ترجمہ: اور مجھے اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا (آیت ۶۳)

[2] ترجمہ قرآن مجید مولانا محمود حسن، فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی صفحہ ۵۹۲

سفرِ ایوب میں ہے :

"اور خداوند نے ایوبؑ کو جتنا اس کے پاس پہلے تھا اس کا دوچند دیا
تب اس کے سب بھائی اور سب بہنیں اور اس کے سب اگلے جان پہچان والے
اس کے پاس آئے" (باب ۴۲ ۱۱)

[اِ]س کے بعد ارشاد ہوتا ہے :

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ط (صٓ ۴۴)	اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔

قرآن کریم میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کس کے مارو۔ ہمارے مفسرین نے بتایا ہے کہ حضرت ایوبؑ کی بیوی نے [کسی] وسوسہ شیطانی کی بنا پر خدا کی شان میں کچھ گستاخی کی تھی جس پر حضرت نے ناراض ہو کر قسم کھائی [تھی] کہ صحتیاب ہو گیا تو اس کی سزا میں سو لکڑیاں ماروں گا۔ بیوی صادق الایمان تھیں اور چونکہ یہ لغزش [شی]طان کے اغوا سے سرزد ہو گئی تھی اس لیے بارگاہِ ایزدی سے معافی نامہ صادر ہوا اور حضرت ایوبؑ کو [حکم] ہوا کہ آپ سو تنکوں کی ایک جھاڑو بنا کر ایک بار مار دیجئے تاکہ آپ کی قسم نہ ٹوٹے۔ سفرِ ایوب میں [بیو]ی کی اس لغزش کا ذکر ہے۔ جب آپ کی تکلیف بہت زیادہ بڑھی تو بیوی نے کہا :

"تب اس کی بیوی اس سے کہنے لگی کہ کیا تو اب بھی اپنی راستی پر قائم رہے گا؟
خدا کی تکفیر کر اور مر جا۔ پر اس نے اس سے کہا کہ تو نادان عورتوں کی سی باتیں کرتی ہے۔ کیا ہم
خدا کے ہاتھ سے سکھ پائیں اور دکھ نہ پائیں؟" [۱]

لیکن حضرت ایوبؑ کی قسم اور سزا کی اس نوعیت کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ اس کمی کو بھی قرآن مجید نے پورا کیا۔

سورۂ انبیاء میں حضرت ایوبؑ کا ذکر اس سے بھی زیادہ اختصار اور اجمال کے ساتھ ہوا ہے۔
[ار]شاد ہوتا ہے :

---

[۱] سفرِ ایوبؑ۔ باب ۲ ۹ و ۱۰

وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ۝

(انبیاء ۳ ۸۴،۸)

(اور ایوبؑ کو یاد کرو) جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا ''میں دُکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدایا! تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں پس ہم نے ان کی پکار سُن لی اور جس دکھ میں پڑ گئے تھے وہ دُور کر دیا'' ہم نے ان کا گھر (پھر سے) بسا دیا اور اس کے ساتھ ویسے ہی (عزیز و اقارب) اور بھی دیئے (یہ ہماری طرف سے ان کے لیے رحمت تھی اور یہ نصیحت ہے ان کے لیے جو اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۔

حضرت ایوبؑ کے متعلق سورۂ انبیا کی آیات کی شرح مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے

ان آیات کی شرح جو مولانا ابوالکلام آزاد کے فاضلانہ قلم نے کی ہے آج بھی دنیائے شرح و تفسیر میں اپنا جواب طلب کر رہی ہے۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اسی طرح پیش کر دیا جائے۔

''اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ'' میں ان کے دردِ مصیبت کی ساری داستان آگئی۔ کوئی گوشہ بھی نہیں چھوٹا'' ساتھ ہی اسلوبِ خطاب یہ ہوا'' میں دُکھ میں پڑ گیا ہوں'' یہ نہ ہوا کہ '' تو نے مجھے دُکھ میں ڈال دیا ہے'' کیونکہ وہ تو کسی کو بھی دکھ میں نہیں ڈالتا۔ اس نے جو کچھ بھی بخشا ہے سرتاسر سکھ اور راحت ہی ہے' جو حالت بھی ہمارے لیے دُکھ ہو جاتی ہے خود ہماری ہی صورتِ حال کا نتیجہ ہوتی ہے۔

انبیائے کرام کا اسلوبِ دُعا و مخاطبت

''چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کے مخاطبات میں ہر جگہ یہ حقیقت نمایاں ہوئی، حضرت آدمؑ نے کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۷ : ۲۳)'' خدایا! ظلم ہم نے کیا اور مغفرت کی طلبگاری تجھ سے ہے'' اسی طرح حضرت ابراہیمؑ

ایمانی تذکرۂ قرآن جلد دوم

کی موعظت سورۂ شعراء میں آئے گی وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (۲۶ : ۸۰) "جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے" یعنی بیماری میں پڑنا میری حالت ہوئی "شفا دینا" اس کا کام ہوا، کیونکہ اس کے پاس جو کچھ ہے شفا ہی شفا ہے، اس کی رحمت نے دارالشفاء بنایا ہے، بیماریاں بانٹنے کا کوئی گھر نہیں بنایا ہے، وما احسن قول الشاعر العارف

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است

چوں بہ ما نسبت کنی "کفر" آفت است

اور یہی وجہ ہے کہ فرمایا "تعز من تشآء وتذل من تشاء بیدک الخیر" (۳ : ۲۶)

"تو جسے چاہے عزت دیدے، جسے چاہے ذلیل کر دے، ہر طرح کا "خیر" تیرے ہی ہاتھ میں ہے" یعنی جسے عزت ملی وہ بھی خیر کی بات ہوئی، جسے ذلت ملی وہ بھی خیر کی بات ہوئی، البتہ جسے ذلت ملی اس کے لیے تو "شر" ہی کی بات ہوئی "خیر" کی بات نہیں ہوئی، کیونکہ قرآن کہتا ہے اس کے لیے اور اس کی اضافت سے "شر" کی بات ہوئی، فی الحقیقت "شر" کی بات نہ ہوئی کیونکہ خدا جو کچھ کرتا ہے خیر ہی خیر ہے "شر" کا یہاں گذر نہیں یہ ہم ہیں اور ہماری حالت ہے جو "شر" کا جامہ پہن لیا کرتی ہے ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز و بے اندام ماست

ورنہ تشریف تو بر بالائے کس دشوار نیست

"... مسلم کی حدیث ابوذر میں یہی حقیقت واضح کی گئی ہے یا عبادی انما ھی ...... الخ یعنی "اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنہیں میں تمہارے لیے ضبط کرتا ہوں اور پھر ان کے نتائج پورے پورے لوٹا دیتا ہوں پس تم میں سے جو کوئی خیر پائے تو اللہ کی ستایش کرے اور جس کسی کو دوسری حالت پیش آجائے تو کسی اور کا شکوہ نہ کرے، خود اپنے نفس کو ملامت کرے"

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ "اس کے بعد کہا "وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ" اور غور کرو

اس ایک جملہ میں سفر ایوب کے کتنے صفحے آگئے؟ اس میں حمد و ثنا بھی آگئی صبر و شکر کا دامن بھی نہیں چھوٹا، طلب والحاح کا ہاتھ بھی دراز ہو گیا، اور عجز کی پیشانی بھی بندگی اور تذلل کی زمین پر پڑ گئی "خدایا! میں دکھی ہوں اور تجھ سے بڑھ کر کون ہے جو رحم کرنے والا ہو"

طوبیٰ لعبد تکون مولاہ

اگر ایک فقیر بادشاہ سے کہے "میں محتاج ہوں، اور تجھ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں" تو پھر اس کے بعد کیا رہ گیا جو اس نے نہیں کہا؟ اور کیوں اس سے زیادہ اس کی زبان سے کچھ نکلے؟ بلاشبہ یہ عرض حال ہے، طلب و سوال نہیں لیکن

درحضرتِ کریم تقاضا چہ حاجت است؟

آیت ۸۴ کی جامعیت "اس کے بعد صرف ایک آیت کے اندر پوری سرگذشت اور اس کا ماحصل بیان کر دیا، غور کرو کس طرح یہ آیت پورے ایک صحیفہ کا کام دے رہی ہے اور کس طرح اس کا ہر جملہ اپنی جگہ پورا باب ہے"

(۲) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ "ہم نے اس کی پکار سُن لی، یعنی وحی الہی کی وہ اجابت جو سفر ایوب کے چار بابوں میں بیان کی گئی ہے ۳۸ سے ۴۲ تک"

(ب) فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ "پس درد و مصیبت میں سے جو کچھ اسے پیش آیا تھا، سب ہم نے دور کر دیا، اس میں وہ ساری مصیبتیں آگئیں جن کی تفصیلات دو بابوں میں آئی ہیں"

(ج) وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ "اس کا گھرانا اُسے دیدیا۔ "دیدیا" یعنی اس سے کھویا گیا تھا، پھر اسے واپس مل گیا، اس اشارے نے خاندانی مصیبت اور تفرقہ کی ساری داستان بتلادی۔

(د) وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ "اتنا ہی اور بھی، یعنی گھر بار کا جمگھٹا پہلے سے دوچند کر دیا"

(و) رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا "لیکن یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اور اس سرگذشت کا ماحصل کیا ہے؟ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا! یہ ہماری طرف سے رحمت کا ظہور تھا کیونکہ رحمت کو پکارا گیا تھا" وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" پس ضروری تھا کہ رحمت جواب دے"

(ز) وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ٥ " اور اس لیے کہ بندگی کرنے والوں کے لیے اس میں نصیحت ہو، یعنی یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ جو عبادت گذار ان حق ہیں، وہ کبھی رحمت الٰہی کی بخششوں سے محروم نہیں رہ سکتے!

(ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۸۵، ۴۸۶)

فضائل اور اسی لیے قرآن مجید میں حضرت ایوبؑ کی بڑی تعریف آئی ہے۔ سورۂ ص میں ہے،

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ٥ (ص ۴۴)	بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، بہت خوب بندے تھے، بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔

ان آیات نے حضرت ایوبؑ کی برگزیدگی اور فضیلت ثابت کرنے کے علاوہ، سفرِ ایوب کے ان تمام مقامات کی تغلیط و تردید بھی کر دی ہے جہاں محرفین توراۃ نے شکوہ و شکایت کے الفاظ آپ کی طرف منسوب کیے ہیں۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث سے جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں خدا کی ان رحمتوں اور برکتوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اس خاص انعام و رحمت کا بھی علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جب آپ غسل فرما رہے تھے، سونے کی ٹڈیوں کی بارش کی۔

حضرت ایوبؑ کی عمر سفرِ ایوب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ نے ایک سو چالیس سال کی عمر پائی اور اپنے بیٹوں پوتوں کو چوتھی پشت تک دیکھا اور کافی عمر رسیدہ ہو کر وفات پائی [1]

---

[1] سفرِ ایوب۔ باب ۴۲، ۱۶ و ۱۷

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط (اعراف ۸۵، ھود ۸۴، عنکبوت)

"اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا"

JETHRO or HOBAB

حضرت شعیب علیہ السلام

(زمانہ : سولھویں صدی قبل مسیح)

حضرت شعیبؑ کا تذکرہ توراۃ اور قرآن میں

توراۃ میں آپ کا تذکرہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ سے مدیان کے کاہن اور حضرت موسیٰؑ کے خسر کے طور پہ کتاب خروج کے دو بابوں میں (باب ۲ ۱۵ تا ۲۲ اور باب ۳ ۲ تا ۲۷) آیا ہے۔ اس کے علاوہ سفر العدد باب ۱۰ ۲۹ اور قضاۃ باب ۴ ۱۱ میں آپ کا نام آیا ہے، آپ کی نبوت و رسالت کے متعلق توراۃ نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ قرآن کریم نے آپ کی پیغمبرانہ شان کو نمایاں کیا اور آپ کی تبلیغ وارشاد اور مواعظ حسنہ قوم کے رد عمل اور نتائج کے متعلق تفصیلات پیش کیں۔ قرآن کریم میں آپ کا تذکرہ حسب ذیل مقامات میں ہوا ہے۔

اعراف آیات ۸۵ تا ۹۳، ھود آیات ۸۴ تا ۱۰۱، حجر آیات ۷۸، ۷۹، الشعراء،

آیات ۷۶ تا ۹۱، اور عنکبوت آیات ۳۶ و ۳۷،

آپ کا نام توراۃ نے مختلف مقامات پر آپ کے تین مختلف نام بتائے ہیں (۱) رعوایل (REGUEL) خروج باب ۲ ، ۱۸ (۲) یترو (JETHRO) خروج باب ۳ ، ۱ اور باب ۴ ، ۲ (۳) حوباب (HOBAB) سفر العدد باب ۱۰ ، ۲۹ - اور قضاۃ باب ۴ ، ۱۱ -

لیکن رعوایل کو سفر العدد کے محولہ بالا مقام (باب ۱۰ ، ۲۹) پر حضرت موسیٰؑ کے خسر حوباب کا باپ بتایا گیا ہے :

"تب موسیٰؑ نے مدیانی رعوایل کے بیٹے حوباب کو جو موسیٰؑ کا سسرا تھا، کہا ...." (سفر العدد باب ۱۰ ، ۲۹)

اب توراۃ کے بتائے ہوئے دو نام یترو اور حوباب باقی رہ جاتے ہیں، ان کے متعلق مشہور جرمن فاضل، ہنریچ ایوالڈ (Heinrich Buald) یہ تصریح پیش کرتا ہے :

"اصلی نام حوباب تھا اور یترو ایک اعزازی لقب تھا جس کے لغوی معنی "کامل" کے ہیں، جس طرح یہودیوں کے یہاں "کاہن" اور مسلمانوں کے یہاں "امام" کا لفظ ہے" [۱]

مسلمان مفسرین کے نزدیک بھی "حوباب" لفظاً "شعیب" سے بہت قریب ہے۔

سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین ازواج تھیں (۱) حضرت سارہ، (۲) حضرت ہاجرہ اور (۳) حضرت قطورا، بنی سارہ اور بنی ہاجرہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، حضرت شعیبؑ کا تعلق بنی قطورا سے ہے، توراۃ میں آپ کا سلسلہ نسب کسی ایک مقام پر مذکور نہیں ہے۔ لیکن مختلف مقامات اور تصریحات کی روشنی میں آپ کا سلسلہ نسب اس طرح مرتب کیا جا سکتا ہے۔

---

[۱] تاریخ بنی اسرائیل ترجمہ انگریزی جلد اول صفحہ ۲۵ حاشیہ

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

ازواج: (۱) حضرت سارہ (۲) حضرت ہاجرہ (۳) حضرت قطورا

اولاد: زمران ZIMRAN، یقسان JOKSHAN، مدان MEDAN، مدیان MIDIAN، اسباق ISHBAK، سوخ SHUAH

یقسان: سبا SHEBA، ددان DEDAN

مدیان: عیفاہ EPHAH، عفر EPHAR، حنوک HANOCH، ابیدع ABIDAH، الدعا

عیفاہ ← رعوائل REGUEL

حضرت شعیب علیہ السلام JETHRO or HOBAB

صفورہ (الزوجہ حضرت موسیٰؑ) ZIPPORAH
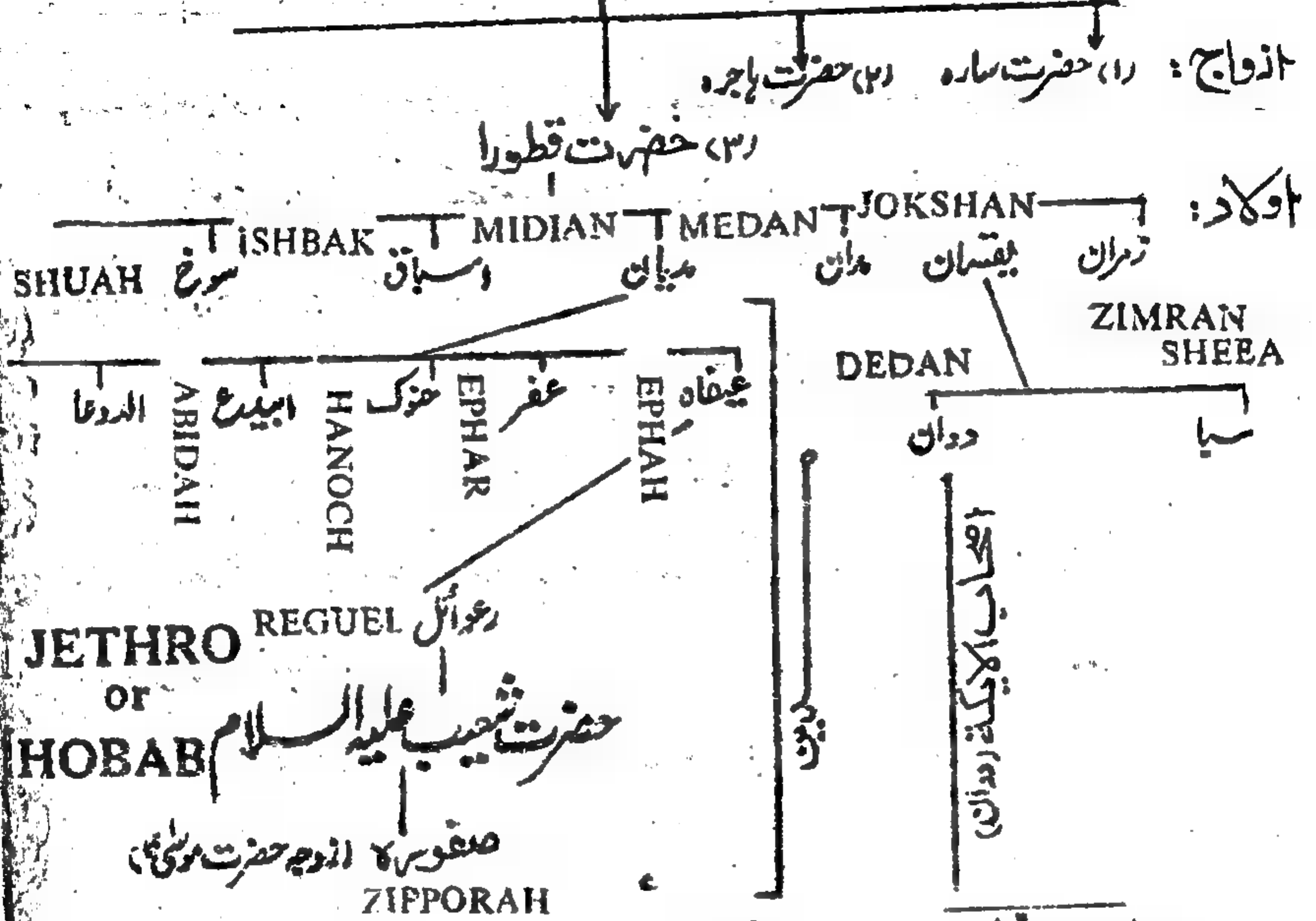
علامہ ابن خلدون نے آپ کا نسب نامہ یہ لکھا ہے

شعیبؑ بن نویل بن رعویل بن عیا بن مدین بن ابراہیمؑ

"عیا" تو وہی ہیں جن کا نام توراۃ میں "عیفاہ" بتایا گیا ہے اور جو مدین بن حضرت ابراہیمؑ کے سب سے بڑے لڑکے تھے مگر معلوم نہیں نام "نویل" کہاں سے ملا۔ توراۃ میں یہ نام نہیں ہے۔

علامہ ابن اثیر نے "تاریخ کامل" میں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔

آپ کا زمانہ

آپ کا زمانہ سترھویں یا سولھویں صدی قبل مسیح ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام (سنہ ۱۵۲۰ ق م تا سنہ ۱۴۰ ق م) کی جوانی میں آپ کافی ضعیف ہو چکے تھے۔

آپ دو قوموں کی طرف مبعوث ہوئے

قرآن کریم نے حضرت شعیبؑ کا ذکر دو قوموں کے سلسلہ

سے کیا ہے مدین اور اصحاب الایکہ، مدین کے تعلق سے آپ کا ذکر سورہ اعراف، سورہ ھود اور سورۂ عنکبوت میں آیا ہے، اور اصحاب الایکہ کے سلسلہ سے سورہ حجر اور سورہ شعراء میں اس کے علاوہ ظالم قوموں کے ضمن میں اصحاب الایکہ کا نام سورہ ص اور سورہ ق میں بھی آیا ہے،

اوپر جو شجرہ پیش کیا گیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مدین حضرت ابراہیمؑ کے فرزند مدین کی اولاد ہیں اور ان ہی سے حضرت شعیبؑ کا براہ راست تعلق ہے۔ اصحاب الایکہ، مدین کے دوسرے بھائی یقسان کے بیٹے ددان کی نسل سے ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مدین کے سلسلہ میں جب قرآن آپ کا ذکر کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ط (اعراف ۸۵، ھود ۸۴، عنکبوت ۳۶)	اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

اور اصحاب الایکہ کے تعلق سے جب ذکر کرتا ہے تو "بھائی" کا لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے :

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ (الشعراء - ۱۷۷)	جب شعیبؑ نے ان سے کہا

اور معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت شعیبؑ مدین بن ابراہیمؑ کے خاندان سے تھے، ددان بن یقسان بن ابراہیمؑ کے خاندان سے نہیں تھے۔

مگر چونکہ حضرت شعیبؑ ان دونوں قوموں کے پیغمبر تھے اور یہ تجارتی قومیں تھیں اور دونوں میں دینی، اخلاقی اور معاشرتی گمراہیاں بھی بڑی حد تک ایک ہی جیسی تھیں اس لیے ہمارے اکثر مفسرین کو اشتباہ ہوا ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ (یعنی "جنگل والے") ایک ہی قوم کے دو نام ہیں لیکن قرآن کی تصریحات کے پیش نظر ایسا سمجھنا غلطی ہے۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :

"قرآن کی رُو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مدین اور ایکہ دو چیزیں ہیں، کیونکہ ان دونوں قوموں کا حضرت شعیبؑ سے سوال و جواب، طرز خطاب اور پھر آخر بربادی اور طریقہ بربادی بالکل مختلف ہے، اس بناء پر کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ

ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ سب سے بڑے اشتباہ کی صورت یہ ہے کہ عام معلومات کے لحاظ سے ان اطراف میں جنگل کا نشان نہیں ورنہ اہل تفسیر و روایت اور اہل جغرافیہ اس کا ذکر کرتے"۔ ؎

(۲ الف) حضرت شعیبؑ اور مدین

مدین کی وجہ تسمیہ اور مقام

قدیم سامی قوموں میں رواج تھا کہ قوم اور اس کے مسکن کا نام بانی و موسس خاندان کے نام پر رکھتے تھے۔ اسی اصول کی بنا پر حضرت مدین سے جو نسل چلی وہ مدین کہلائی۔ یہ لوگ خلیج عقبہ کے دونوں ساحل پر بسے ہوئے تھے۔ ان کی آبادی شمالی مغربی حجاز میں خلیج عقبہ کے ساحل پر اور جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی حصے میں پھیلی ہوئی تھی۔ مدین نام کا شہر حجاز میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے سرے پر واقع تھا اور اب تک اسی نام سے اسی جگہ موجود ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط — اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

"مدین" سے مراد یہی قوم مدین ہے جو مدین بن ابراہیم کی نسل ہے اسی نسل سے حضرت شعیبؑ کا تعلق ہے۔

مدین کی تاریخ

علامہ سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن میں توراۃ کے مختلف مقامات سے ضبط کر کے مدین کی تاریخ بڑے اجمال اور جامعیت کے ساتھ پیش کی ہے۔ جس کا اقتباس درج ذیل ہے:

" مدین توراۃ میں سب سے پہلے عہد یعقوبؑ میں (۱۷۰۰ ق م) سوداگروں

؎ ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۲۱۔

کے بھیس میں نظر آتے ہیں، حضرت یوسفؑ کو جو کاروانِ تجارت کنعان سے مصر لے گیا تھا۔ وہ بھی اہل مدین اور اسماعیلی عرب تھے (تکوین ۳۷: ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۳۶) قرآن مجید میں سورہ یوسف میں اسی کاروانِ تجارت کا ذکر ہے: وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝[1]

یہ تجارت کی تاریخ کا سب سے پہلا صفحہ اور اسماعیلی اور مدیانی عربوں کی تجارت کا سب سے پہلا قافلہ اور مصر ان کے سفر کی پہلی منزل نظر آتی ہے۔ مسیح سے دو ہزار برس پہلے قدامت پرست عرب کے اس مدیانی اور اسماعیلی قافلہ کا سامانِ تجارت وہی تھا جو عربوں کی تجارت کا ہمیشہ سامان رہا ہے یعنی خوشبودار چیزیں، بلسان، صنوبر، لوبان (تکوین ۳۷: ۲۶)

اس واقعہ کے بعد چار سو برس تک مدین کی تاریخ پر خاموشی چھا جاتی ہے۔ سبب یہ ہے کہ مدین کے سوانح نگار بنی اسرائیل ہیں اور یہ زمانہ ان کے قیام مصر کا ہے۔ چار سو برس کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام .... کو مصر سے ہجرت کرنی پڑی تو ان کا ملجا اسی قافلہ کی سرزمین تھی جو ان کی قوم کو چار سو برس پہلے مصر پہنچا گئی تھی یعنی مدین (خروج ۲: ۱۵ و قرآن مجید)

....

۱۶۰۰ق م یا ۱۴۰۰ق م میں جو حضرت موسیٰؑ کا عہد ہے، مدین پانچ

---

[1] سورہ یوسف آیات ۱۹، ۲۰ - ترجمہ: "اور ایک قافلہ وارد ہوا اور انھوں نے اپنا سقا بھیجا اس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا (تو یوسفؑ اس سے لٹک گئے) وہ بولا زہے قسمت یہ تو لڑکا ہے، اور اس کو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے خدا کو سب معلوم تھا اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا اور انھیں ان کے بارے میں کچھ لالچ بھی نہ تھا۔

قبیلوں قبائل یا توراۃ کی اصطلاح کے مطابق پانچ بادشاہوں کے ماتحت تھا، ان کے نام یہ تھے، عوی، رقیم، صور، حور اور ربع (سفر العدد ۳۱ : ۸)، یوسیفوس یہودی جو پہلی صدی مسیحی میں تھا، اس کا بیان ہے کہ "شہر رقیم اسی مدیانی بادشاہ رقیم کے نام سے آباد ہے، عرب اب تک اس کو رقیم اور یونانی پیٹرا کہتے ہیں (یوسیفوس، قدامۃ الیہود کتاب ۴ فصل ۷)

.... پیٹرا یا رقیم ملک شام کے قریب بحر میت (DEAD SEA) اور خلیج عقبہ کے درمیان واقع ہے، اس لیے مدین کے حدود شمالی کو یہاں تک وسیع سمجھنا چاہیے۔

اس زمانہ کے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد شہر مدین کے چار اور بادشاہوں کا توراۃ میں ذکر آتا ہے، زاباح، صلمناع، عوریب اور ذیب (سفر القضاۃ ۶-۷-۸-۵)، ایک وقت میں چند بادشاہوں کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ ملک متفرق قبائل یا ریاستوں پر منقسم تھا" [1]

....

بنی اسرائیل مصر سے نکل کر مواب اور مدین کے میدانوں میں خیمہ زن تھے، ان بدکاروں نے بنی اسرائیل کے لیے سازشوں کا دام پھیلانا شروع کیا، عورتوں نے نوجوانان بنی اسرائیل کو جو اصل میں اس فوج کے سپاہی تھے اپنے قابو میں کر لیا، سردار سے باغی بنا دیا، بتوں کے آگے ان کا سر جھکا دیا .... بالآخر حسب حکم الٰہی .... مواب، جشون اور مدین کی متفقہ قوت کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ نے بارہ ہزار آدمی بھیجے .... مدین کے پانچ سردار عوی، رقیم، صور، حور اور ربع مارے گئے۔ تمام مرد بچے اور عورتیں قتل ہوئیں، لڑکیاں قید ہوئیں اور ان کا سامان غنیمت میں ہاتھ آیا (سفر العدد باب ۳۱)

قوم مدین کی اس تباہی کے بعد شہر مدین ہم اسماعیلی عربوں کے ہاتھ میں پاتے ہیں، .... آخر ایک بنی اسرائیلی سردار جدعون نے تین سو منتخب آدمیوں کو لیکر اہل مدین پر

[1] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۳ تا صفحہ ۔

شبخون مارا' رات کی تاریکی میں دوست دشمن کی تمیز نہ رہی (سفر القضاۃ باب ۲۲) ایک لاکھ بیس ہزار (سفر القضاۃ ۸-۱۰) اہل مدین خود اپنوں اور دشمنوں کے ہاتھ سے مارے گئے عوریب اور زیب مدین کے دو بادشاہ قید ہوئے جن کو نہایت ذلت سے قتل کیا گیا (سفر القضاۃ ۷-۲۵) اور دو بادشاہ زاباح اور صلمناع ۱۵ ہزار آدمیوں کے ساتھ بھاگ کر نکلے لیکن ان کو پناہ نہ مل سکی "[1]

مدین کے تمدنی اور معاشرتی حالات

توراۃ سے عہد موسوی میں مدین کے حالات اور واقعات پر روشنی پڑتی ہے' اس وقت گو یہاں طوائف الملوکی نظر آتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ تمدن وحضارۃ کے آثار بھی دکھائی دیتے ہیں اس وقت وہاں کے قبائل کی ایک متمدن اور منتظم زندگی تھی' ہر قبیلہ کا ایک سردار تھا جو شیخ یا بادشاہ کہلاتا تھا' مذہبی تعلیم کی تبلیغ واشاعت اور مذہبی رسوم کی انجام دہی کے فرائض کاہن کے سپرد تھے اور اکثر یہی کاہن اپنے علاقہ کا حاکم بھی ہوتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے نکل کر مدین تشریف لائے تو اس وقت یہاں کے کاہن حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو اس وقت کافی بوڑھے اور ضعیف ہو چکے تھے' بنی اسرائیل غلامی کی ایک طویل مدت کے بعد ابھی ابھی قید وبند کے بندھنوں سے آزاد ہوئے تھے اور اپنے معمولی معمولی نزاعات کے تصفیہ اور ذرا ذرا سے جھگڑوں کے فیصلہ کے لیے شب وروز حضرت موسیٰؑ کو گھیرے رہتے تھے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو بتایا کہ قوم پر حکومت کس طرح کرنا چاہیے اور اس میں نظم وضبط قائم رکھنے کے کیا اصول ہیں۔ توراۃ میں ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰؑ کو مشورہ دیا:

"تو رسوم اور شریعت کی باتیں ان کو سکھایا کر اور جس راستہ ان کو چلنا اور جو کام ان کو کرنا ہو وہ ان کو بتایا کر' اور تو ان لوگوں میں سے ایسے لایق اشخاص چن لے جو خدا ترس اور سچے اور رشوت کے دشمن ہوں اور ان کو ہزار ہزار اور سو سو اور پچاس پچاس اور دس دس آدمیوں پر حاکم بنا دے کہ وہ ہر وقت لوگوں کا انصاف کیا کریں اور ایسا ہو کہ بڑے بڑے مقدمے تو وہ تیرے

---

[1] ارض القرآن جلد دوم صفحہ

پاس لائیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا فیصلہ بھی وہی کر دیا کریں یوں تیرا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور وہ بھی اس کے اٹھانے میں تیرے شریک ہو جائیں گے۔" ؎۱

اور حضرت موسیٰؑ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا اور اس پر عمل کیا۔

تجارت اور کاروباری بددیانتی اہل مدین کے مقام و وطن کی تصریح اوپر کی جا چکی ہے، یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا اور حجاز کے شمالی مغربی حصوں میں آباد تھے۔ یہ جگہ شام، افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کا نقطۂ اتصال تھی اس لیے تجارت کی بہت بڑی منڈی بن گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں یہ قوم ایک تاجر قوم کی حیثیت سے نمایاں ہوتی ہے اور غالباً دنیا کی تاریخ میں یہ سب سے پہلی قوم ہے جس نے قومی حیثیت سے اس پیشہ کو اختیار کیا، یہی وجہ ہے کہ کاروبار اور تجارت کے سلسلہ کے تمام معائب اور بدعنوانیاں ہم اس قوم میں پاتے ہیں، ناپ و تول کی کمی، لین دین میں بے ایمانی، خرید و فروخت میں دھوکہ دہی اور غیر دیانتداری، سود، سٹہ اور اس قسم کی تمام دوسری گمراہیاں اور بداعمالیاں جو تجارت پیشہ طبقوں سے مخصوص ہیں، ان میں موجود تھیں یہی وجہ ہے کہ حضرت شعیبؑ بار بار ان کو تنبیہ فرماتے ہیں:

فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (اعراف۔ ۸۵)	تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو

اسی تجارتی فروغ کا نتیجہ تھا کہ معاشی طور پر یہ قوم نہایت متمول اور آسودہ حال تھی۔ حضرت شعیبؑ فرماتے ہیں:

إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ (ہود ۸۴)	میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں

چوپانی اہل مدین کا دوسرا محبوب مشغلہ وہی تھا جو تمام قدیم سامی قوموں کا پیشہ رہا ہے یعنی چوپانی، خود حضرت شعیبؑ کا یہی پیشہ تھا، حضرت موسیٰؑ جب پہلی بار ایک قبطی کے اتفاقیہ قتل ہو جانے کے بعد مصر سے بھاگ کر مدین تشریف لائے اور ایک کنوئیں پر جب پہلی بار ان کی ملاقات شعیب علیہ السلام

؎۱ توراۃ۔ خروج، باب ۱۸: ۲۰ تا ۲۲

کی صاحبزادیوں سے ہوئی ہے تو وہ اپنے گلے چرا کر جانوروں کو پانی پلانے لائی تھیں اس کنویں پر بہت سے دوسرے گلہ بانوں کو بھی موجود پاتے ہیں جو اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلانے وہاں آئے تھے (قرآن سورہ قصص آیت ۲۳، توراۃ، سفر الخروج باب ۲، ۱۷) حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی صفورہ سے شادی کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بھی ایک مدت تک اپنے خسر محترم کی بکریاں کوہ حورب کی وادی میں چرائی ہیں۔ (خروج باب ۳، ۱)

اخلاقی پستی اور فتنہ انگیزی

اخلاقی حیثیت سے اس قوم کی حالت بہت پست تھی یہاں تک کہ شرفاء قوم کی بیٹیاں اخلاق کا بدترین نمونہ تھیں، توراۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا مقابلہ مرد قوت بازو سے نہ کرسکے تو قوم کی لڑکیاں نکل آئیں اور بنی اسرائیل کے سرداروں کو اپنے دام تزویر میں پھانس کر ان کو دینِ موسیٰ وھادون سے برگشتہ کر دیا۔ یہ فتنہ یہاں تک بڑھا کہ پوری جماعت کے سامنے ایک مدیانی عورت ایک اسرائیلی نوجوان کے ساتھ مصروف معصیت ہوئی تو بالآخر حضرت ہارون علیہ السلام کے پوتے الیعزر کے بیٹے فنیحاس نے اٹھ کر ان دونوں کو خنجر سے ہلاک کر دیا (سفر العدد باب ۲۵، ۱ تا ۸)

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سخت شر پسند، مفسد اور ہنگامہ پرور تھے، چنانچہ حضرت شعیبؑ بار بار تنبیہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (اعراف ۸۵)	اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی مت کرو۔

اور قوم کی زیادہ تر یہ ریشہ دوانیاں اس لیے تھیں کہ وہ بنی اسرائیل سے اپنے ملک کا وہ حصہ چھین لینا چاہتے تھے جس پر انھوں نے ملک مصر سے مدین آکر قبضہ کیا تھا۔

مذہبی حالت

مذہبی اعتبار سے یہ قوم مشرک و بت پرست تھی۔ چنانچہ حضرت شعیبؑ جب بھی قوم سے تخاطب فرماتے ہیں اس کو خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے ہیں اور شرک و بت پرستی سے روکتے ہیں، توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا سب سے بڑا دیوتا "بعل"[1] تھا جس کا

---

[1] سفر العدد باب ۲۲، ۴۱، باب ۲۵، ۳)

نام توراۃ نے کہیں صرف "بعل" کہیں "بعل فعود" (سفر العدد باب ۲۵، ۲) اور کہیں "بعل بریث" (قضاۃ باب ۳۳، رباب ۹، ۴) بتایا ہے۔

اس بت کے لیے لوبان اور بخورات جلائے جاتے اور اس پہ نذریں اور قربانیاں چڑھائی جاتیں تھیں۔ سب سے بڑی قربانی یہ تھی کہ اولاد کو اس کی خوشی حاصل کرنے کے لیے آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔[1] یہ بعل وہی دیوتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ صافات میں حضرت الیاس علیہ السلام کے تعلق سے آیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"مستشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق بعل ستارہ زحل کا نام تھا جس کی دوسری مانوس عربی شکل ہبل ہے، اس کی مدین میں پرستش ہوتی تھی اور اونٹ (ابل) کی قربانی اس کے لیے سب سے بہتر سمجھی جاتی تھی"۔[2]

حضرت شعیبؑ کی تبلیغ و تعلیم اور اہل مدین کا ردِ عمل

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اہل مدین مشرک تھے: اور بتوں کو پوجا کرتے تھے۔

دینی اصلاح نبی کا پہلا کام، رد شرک اور استحکام توحید ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت شعیبؑ نے سب سے پہلے اسی طرف توجہ فرمائی اور قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (اعراف ۸۵، ہود ۸۴)	اے قوم خدا ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔

ایمان باللہ اور اصلاح اعمال کی بنیاد بعث بعد الموت کے عقیدہ پر ہے چنانچہ حضرت شعیبؑ نے تعلیم توحید کے ساتھ ساتھ خاص طور پر قوم کو آخرت کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا:

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ (عنکبوت ۳۶)	اے قوم خدا ہی کی عبادت کرو اور پچھلے دن کے آنے کی امید رکھو۔

دنیوی اصلاح اس دینی اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ نے ان کی دنیوی اصلاح کی طرف

---

[1] یرمیاہ باب ۱۹، ۵ + [2] ارض القرآن جلد دوم باب ادیان العرب قبل الاسلام صفحہ ۱۷۰

مخصوص طور پر توجہ فرمائی اور حقوق العباد کی حفاظت اور اخلاقی، معاشرتی اور باہمی معاملات کی درستی کے لیے آپ نے نہایت موثر انداز میں قوم کو بار بار تنبیہ فرمائی۔

حقوق العباد کی حفاظت اور تجارتی معاملات کی درستی کی نصیحت

اوپر گذر چکا ہے کہ مدین اپنی جائے وقوع اور تاریخی حالات کے اعتبار سے ایک نہایت قدیم تجارتی قوم رہی ہے اور اس میں وہ تمام مذموم حرکات جمع ہو گئی تھیں جو تجارت پیشہ قوموں کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی بنا پر لوگوں کے جائز حقوق کی حق تلفی کی جاتی ہے، اس لیے حضرت شعیبؑ ارشاد فرماتے ہیں:-

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (اعراف ۸۵)	تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل آ چکی ہے تو تم ناپ تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔

سورۂ ھود میں ہے:

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ (ھود ۸۴، ۸۵)	پیمانہ اور ترازو کم نہ کرو، میں تم کو اچھی حالت میں دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لائے) تو مجھے تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تم کو گھیر کر رہے گا، اور اے قوم ناپ و تول انصاف کے ساتھ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔

یعنی یہ تاجرانہ بے ایمانیاں جو تمہاری عادت بن گئی ہیں ان کو ترک کرو، خدا نے جو فراغت اور خوشحالی تمہیں عنایت فرمائی ہے اس کا شکر بجالاؤ اور ڈرتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال بد کی وجہ سے یہ آسایش و آسودگی سلب کر لی جائے اور تم پر عذاب الٰہی نازل ہو جائے۔ اور صرف ناپ تول ہی نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

"حقیقت یہ ہے کہ ان آیات سے مراد صرف خرید و فروخت کی کمی بیشی نہیں ہے بلکہ سود، رشوۃ اور دیگر اصناف تجارت ممنوعہ بھی مراد ہیں جن کے ذریعہ سے تاجر، صاحب معاملہ لوگوں کو ان کے جائز حقوق سے ہمیشہ کم مالیت دیتے ہیں" [۱]

فتنہ و فساد اور معاشرت کی دوسری خرابیوں کے خلاف حضرت شعیبؑ کی تہدید

علاوہ ازیں

یہ قوم نہایت شورش پسند اور فتنہ پرور تھی، اس فتنہ انگیزی اور "اصلاح کے بعد خرابی" پیدا کرنے کی مختلف صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) پیغمبر آکر اپنی روحانی تعلیمات سے قوم و ملک کی اصلاح حال کرتا ہے، اس تعلیم سے انحراف کرکے پھر معصیت کو قایم کرنا "اصلاح کے بعد خرابی" پیدا کرنا ہے اور اہل مدین کا یہی شیوہ تھا۔

(۲) وہ مذہب حقہ کی تکذیب اور عیب جوئی کی فکر میں رہتے تھے۔ اور مومنین کو حضرت شعیبؑ کے پاس جانے سے روکتے اور ڈراتے دھمکاتے تھے، یہ بھی فساد کی صورت تھی۔

(۳) لوٹ مار، ڈکیتی اور رہزنی ان کا شیوہ تھا، اس فکر میں راستوں پر بیٹھتے اور ظلم و تعدی سے لوگوں کا مال ناحق چھین لیتے تھے، یہ بہت بڑا فتنہ تھا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے آمد کے بعد بنی اسرائیل کا تسلط جن حصوں پر ہوگیا تھا یہ شورش برپا کرکے ان کو چھین لیا اور وہاں کفر و شرک کو پھر فروغ دینا چاہتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت شعیبؑ بار بار تنبیہ فرماتے ہیں۔

وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ (عنکبوت ع ۴)	اور زمین میں فساد برپا نہ کرو

سورہ ھود میں ہے۔

وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝	اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو، اگر تم صاحب ایمان ہو تو خدا کا دیا ہوا نفع ہی تمہارے لیے بہتر ہے

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۱۷

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ (هود - ۸۵، ۸۶)	اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

سورۂ اعراف میں ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (اعراف ۸۵)	اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو، اگر تم صاحب ایمان ہو تو یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔

پھر آپ نے ان کے ایک بہت بڑے فتنہ اور گمراہی کی طرف ان کو توجہ دلائی اور فرمایا:

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اعراف ۸۶)	اور راستوں پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص خدا پر ایمان لائے تم اسے ڈراؤ اور راہ خدا سے روکو اور اس میں عیب ڈھونڈو۔

اور آپ نے ان کو خدا کے احسانات یاد دلا کر بندگی و شکر اور درستی اعمال اور اصلاح حال کی دعوت دی تاکہ غرور و فساد پچھلی قوموں کی طرح ان کی بھی تباہی و بربادی کا باعث نہ بن جائے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ص وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (اعراف ۸۶)	اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے تو (خدا نے) تم کو بڑھا دیا اور دیکھ لو فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوا

اس کثرت سے مال و اولاد دونوں کی کثرت مراد ہے۔

اور جب مومنین پر کفار و مشرکین نے ظلم و تعدی کی اور ان کی اذیت رسانی اور تکلیف دہی پر کمربستہ ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ (اعراف ۸۷)	اور اگر تم میں سے ایک جماعت میری رسالت پر ایمان لے آئی ہے اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ خدا ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

قوم کا ردِعمل قوم کا ردِعمل ایک لفظ میں سورۂ عنکبوت میں اس طرح بیان ہوا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ (عنکبوت ۲۷)	انھوں نے اس کی تکذیب کی۔

قوم کا اعتراض اس بلیغانہ ایجاز و اختصار کی تفصیل سورہ ھود اور سورہ اعراف میں ملتی ہے، قوم کو بتوں کی پرستش آباو اجداد سے ورثہ میں ملی تھی، اس آبائی مسلک کے خلاف حضرت شعیبؑ کی دعوت توحید ان کے لیے ایک انجانی آواز تھی جس کو قبول کرنے کے لیے وہ تیار نہیں تھے پھر حقوق العباد کی حفاظت بھی ان کی فہم سے بالاتر چیز تھی مال و دولت کی ہوس نے ان کو اندھا کر دیا تھا اور وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ جب مال ہمارا ہے تو پھر کیوں ہمیں ہر قسم کا اختیار نہ ہو کہ اپنے فائدہ کے لیے جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ حضرت شعیبؑ نماز بہت پڑھا کرتے تھے اس لیے اسی کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے آپ سے کہا:

يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ (ھود - ۸۷)	اے شعیبؑ، کیا تمھاری نماز تمھیں یہ سکھاتی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو ترک کر دیں، یا اپنے مال میں تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں، تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو!

حضرت شعیبؑ کا جواب معلوم ہوتا ہے کہ قوم نے یہ آخری الفاظ سخت طعن و طنز میں کہے تھے اور ان کے دل میں یہ شکوک تھے کہ غالباً (معاذ اللہ) حضرت شعیبؑ ان کو کسب دولت کے ان طریقوں سے روک کر خود دولت سمیٹ لینا چاہتے ہیں، پیغمبر نے اُن کے چھپے ہوئے شکوک و شبہات کا بہ یک نظر عرفان کر لیا اور نہایت جامع تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ خداوند تعالیٰ نے فہم و بصیرت اور حکمت و نبوت عطا فرما کر مجھے ہدایت کا سیدھا راستہ دکھا دیا ہے جو تمھیں نظر نہیں آتا، مجھے وہ دولت مرحمت ہوئی ہے جس سے تمھیں حصہ نہیں ملا، یہی وجہ ہے کہ میں تمھاری مخالفت و مخاصمت کے خوف سے نہ احکام الٰہی سے روگردانی کر سکتا ہوں اور نہ رسالت کے اس فرض منصبی سے کنارہ کش ہو سکتا ہوں کہ تبلیغ سے باز رہوں یا تمھاری اصلاح کی

کوشش نہ کروں یہ بھی واضح رہے کہ اس تبلیغ و نصیحت سے میرا مقصد کسی ذاتی غرض کا حصول نہیں ہے، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ غلط طریقوں سے تمھیں تو روکوں اور خود ان ہی پر عمل کر کے اپنے لیے دنیا سمیٹ لوں، میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ تمھاری دینی اور دنیوی حالت کی اصلاح ہو جائے اور تمھارے قلوب ایمان و عرفان کے نور سے جگمگا اٹھیں، اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں، یہ میرا فرض منصبی ہے اور میں آخر دم تک اس کی حتی المقدور کوشش کرتا رہوں گا، رہا اس کوشش کا نتیجہ، تو وہ میرے اختیار میں نہیں، وہ خدا کے ہاتھ میں ہے، اسی پر میرا بھروسا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں،

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

(ھود - ۸۸)

انھوں نے کہا کہ اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے یہاں سے مجھے نیک روزی دی ہو (تو کیا میں اس کے خلاف کروں گا؟) اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے تمھیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں، میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے تمھاری اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا خدا ہی (کے فضل) سے ہے، میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

سابقہ نظائر کا حوالہ

اس کے بعد حضرت شعیبؑ نے گذشتہ امتوں کی نظیریں ان کے سامنے پیش کیں اور فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری دشمنی اور حق کی مخالفت میں اس قسم کی حرکتوں کے مرتکب ہو جو پچھلی قوموں کی تباہی اور ہلاکت کا باعث بن چکی ہیں، قوم نوح اور عاد و ثمود جس بنا پر فنا کر ڈالی گئیں اس کو تم اچھی طرح جانتے ہو اور قوم لوط کا واقعہ تو زمانہ کے اعتبار سے بھی تم سے زیادہ دور نہیں، یقیناً اس کی یاد تمھارے حافظہ میں تازہ ہو گی۔ تم پر واجب ہے کہ

ان سابقہ نظائر سے عبرت اور سبق حاصل کرو اور خود کو ہلاکت اور تباہی سے بچاؤ۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ○ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ○

(ھود ۸۹، ۹۰)

اور اے قوم! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرادے کہ جیسی آفت قوم نوحؑ یا قوم ھودؑ یا قوم صالحؑ پر واقع ہوئی تھی ویسی ہی تم پر واقع ہو اور لوطؑ کی قوم تو تم سے کچھ دور (بھی) نہیں، اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو، بے شک میرا پروردگار مہربان (اور) محبت والا ہے۔

قوم کی جہالت و عناد

ان مواعظ حسنہ اور اس غیر معمولی محبت، ہمدردی اور بہی خواہی کا جواب قوم نے دیا تو یہ دیا

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ○

(ھود ۹۱)

اے شعیبؑ بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور بھی ہو، اور اگر تمھارے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر غالب نہیں ہو[1]

حضرت شعیبؑ کا بصیرت افروز جواب

اس کے جواب میں حضرت شعیبؑ نے جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ تعلیم حنفہ کا نچوڑ اور ایمان باللہ کا خلاصہ ہیں اور ان سے پیغمبرانہ صبر و تحمل اور طریق موعظت و ارشاد کا اندازہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ کیا میرے خاندان کا وقار اور اعزاء و اقارب کا ڈر تمھاری نگاہ میں خداوند قدوس کی عظمت و جبروت سے بھی زیادہ ہے، تم اس کے جلال و قدرت کے تصور سے نہیں کانپ اٹھتے، صرف میرے

---

[1] شیخ الہند کے ترجمہ میں ہے "اور ہماری نگاہ میں تیری کچھ عزت نہیں"

بھائی بندوں سے ڈرتے ہو تم اس لیے میری عزت نہیں کرتے کہ اس خالقِ دو جہان کا فرستادہ اور رسول ہوں بلکہ صرف اس لیے میری رعایت کرتے ہو کہ کہیں میرے خاندان کے لوگ تم سے دار و گیر نہ کریں یہ گمراہی کس درجہ افسوس اور تعجب کی بات ہے یاد رکھو کہ تمھارا کوئی خیال اور کوئی عمل اس کے علم و قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں اور جب وہ دار و گیر کرے گا تو ایک ذرہ بھی اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں نکل سکے گا اس لیے ڈرو اس سے جو حقیقت میں ڈرنے کے لائق ہے، جس کی گرفت سے کوئی نہیں نکل سکتا اور جس کا قہر و عذاب بدکردار قوموں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر ڈالتا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ (ھود ۹۲، ۹۳)

انھوں نے کہا کہ اے قوم! کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر خدا سے زیادہ ہے؟ اور اس کو تم نے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے، میرا پروردگار تو تمھارے سب اعمال پر احاطہ کیے ہوئے ہے، اور اے برادرانِ ملت! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ، میں (اپنی جگہ) کام کیے جاتا ہوں، تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور جھوٹا کون ہے، اور تم بھی انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

حضرت شعیبؑ اور مومنین کو اخراج کی دھمکی

بالآخر متکبر اور اپنی دولت و طاقت کے نشہ میں چور سردارانِ قوم نے حضرت شعیبؑ اور مومنین کی مختصر جماعت کو کھلا ہوا چیلنج دے دیا کہ یا تو وہ شرک و بت پرستی کے آبائی مسلک کو (معاذ اللہ) اختیار کریں ورنہ ملک بدر کر دیے جائیں گے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ

ان کی قوم کے سردار جو متکبر تھے بولے کہ اے شعیبؑ ہم ضرور تم کو اور جو لوگ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے یا یہ کہ

مِلَّتِنَا ط (اعراف ۸۸)

تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔

حضرت شعیبؑ کا جامع اور مسکت جواب

حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ ہم تمھارے کفر و شرک سے بیزار ہیں، پھر کیا زبردستی ہم کو اس امر پر مجبور کرنا چاہتے ہو؟

یاد رکھو کہ باطل کو حق اور حق کو باطل کہنا خدا پر افتراء کرنا اور بہتان باندھنا ہے، پھر بھلا کس طرح ممکن ہے کہ ایک پیغمبر جو اپنے مامور من اللہ ہونے کا اور دین حق کا عین الیقین بلکہ حق الیقین رکھتا ہے اس سے منکر ہو جائے اور خدا پر جھوٹ افترا باندھے، خدا نے ہمیں کفر کی تاریکیوں اور گمراہیوں سے نجات بخشی ہے اب اس کے سوا اور کوئی طاقت ایسی نہیں جو ہمیں پھر اس طرف لوٹ جانے پر مجبور کر سکے، ہاں اسی کی حکمت اگر مقتضی ہو تو دوسری بات ہے چونکہ اس کا علم تمام مصالح اور حکم پر محیط ہے، رہی تمھاری اخراج کی دھمکی تو ہمیں اس سے کوئی خوف نہیں چونکہ ہمارا اعتماد اور بھروسہ اسی قادر مطلق اور خدائے قدوس پر ہے جس کے حکم کے بغیر ذرہ نہیں ہل سکتا، ہم اپنے اور تمھارے فیصلے کے لیے اسی سے دعا کرتے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ۝ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ط وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ط وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ط رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝

(اعراف ۸۸، ۸۹)

فرمایا، خواہ ہم (تمھارے دین سے) بیزار ہی ہوں (تو بھی؟) اگر ہم اس کے بعد کہ خدا ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمھارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے خدا پر جھوٹ افتراء باندھا اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں، ہاں خدا جو ہمارا پروردگار ہے، وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں) ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے، ہمارا خدا ہی پر بھروسہ ہے اے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"حضرت شعیبؑ کے ان الفاظ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انبیاءؑ کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت و افتقار کے کس قدر عظیم و عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل اور اعتماد تمام وسائط سے منقطع ہو کر اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور غیر متزلزل ہوتا ہے"[1]

قوم کا باہمی مشورہ اور کفر پر اصرار

حضرت شعیبؑ کے ان ارشادات عالیہ کا قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا اس لیے آخری بار ایک فیصلہ کرنے کے لیے باہمی مشورہ کیا، لیکن سرکشی اور بدبختی نے ان کو وہی بات سجھائی جس پر چل کر تمام سابقہ اقوام تباہ و ہلاک ہو چکی تھیں کفر کی گمراہیوں میں بھٹکے ہوئے متکبر سرداران قوم نے کہا کہ اے برادرانِ ملت ہمیں تو شعیبؑ کی پیروی میں کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا البتہ دین و دنیا کا خسارہ ضرور نظر آتا ہے دین کا خسارہ اس لیے کہ وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے آبا و اجداد کا مسلک چھوڑ دو اور دنیا کا نقصان اس وجہ سے کہ ان کا مطالبہ ہے کہ تم ناپ و تول کو درست کرو اور حصول دولت کے لیے اپنے مال میں ہر قسم کا تصرف جو تم کرنا چاہو نہ کرو، اس لیے ہم سوچ سمجھ کر یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ تم ان کی دعوت کو رد کر دو اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاؤ۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ۝ (اعراف-۹۰)	اور ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ (بھائیو) اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی بے شک تم خسارے میں پڑ گئے

قوم مدین پر عذاب

بالآخر اس بدبخت قوم کے کفر و عصیان کا پیمانہ لبریز ہو گیا، حضرت شعیبؑ نے خدا کے انصاف کو پکارا تھا اور اب اس کا فیصلہ صادر ہو گیا، توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ان کی شرارتوں کی سزا دینے کے لیے بارہ ہزار جانباز وں کا ایک لشکر جرار روانہ فرمایا، قوم مدین کے بے شمار مرد، بچے اور منکوحہ عورتیں قتل ہوئیں اور ۳۲ ہزار کنواری لڑکیاں لونڈیاں بنائی گئیں، علاوہ ازیں

"جو کچھ مال غنیمت جنگی مردوں کے ہاتھ آیا تھا اسے چھوڑ کر لوٹ کے مال میں

---

[1] قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند مطبوعہ مدینہ پریس بجنور، فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی صفحہ ۲۰۹

چھ لاکھ پچھتر ہزار بھیڑ بکریاں تھیں اور بہتر ہزار گائے بیل اور اکسٹھ ہزار گدھے اور نفوس انسانی میں سے بتیس ہزار ایسی عورتیں جو مرد سے ناواقف اور اچھوتی تھیں"۔ [1]

بالآخر اس سرکشی کے بعد قوم مدین کی مکمل تباہی اور ہلاکت کے لیے عذاب الٰہی زلزلہ اور چنگھاڑ کی صورت میں نازل ہوا، رات کو اوپر سے ایک زہرہ گداز اور دل شگاف چیخ کی آواز آئی اور نیچے سے ایک زبردست بھونچال، اور صبح تک یہ قوم افسانۂ پارینہ بن گئی۔

سورۂ عنکبوت میں ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۞ (عنکبوت ۴۷)	ان کو زلزلے نے آپکڑا اور وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

سورۂ ھود میں ہے:

وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۞ كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ۞ (ھود ۹۴-۹۵)	اور جو ظالم تھے ان کو چنگھاڑ نے آدبوچا اور وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے گویا ان میں کبھی بسے ہی نہ تھے، سن رکھو کہ مدین پر پھٹکار ہے جیسے کہ پھٹکار ہوئی تھی ثمود پر۔

ثمود کی تخصیص اس لیے ہوئی کہ پہلے اس مقام پر وہ آباد تھے، علاوہ ازیں یہاں ایک اور بات بھی واضح ہو گئی اور وہ یہ کہ صرف ظالم اور گنہ گار ہی ہلاک ہوئے۔

سورۂ اعراف میں ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۞ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ۛۚ اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ ۞	ان کو بھونچال نے آپکڑا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، جن لوگوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی (ایسے برباد ہوئے) گویا کہ وہ کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے (الغرض جنھوں

[1] توراۃ۔ سفر العدد باب ۳۱: ۳۲ تا ۳۵

(اعراف ۹۱ و ۹۲) | نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہ خسارے میں پڑ گئے۔

عذابِ الٰہی سے مومنین کی نجات

مذکورہ بالا آیات میں یہ تصریح گذر چکی ہے کہ "ظالم" (ھود ۹۴) اور "تکذیب کرنے والے" (اعراف ۹۲) ہی ہلاک ہوئے حضرت شعیبؑ اور مومنین صالحین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس عام عذاب اور اس کی ہلاکت آفرینیوں اور تباہ کاریوں سے بچا لیا، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ج (ھود ۹۴)

اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیبؑ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

مقہور قوم سے حضرت شعیبؑ کا آخری خطاب

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیبؑ وہاں سے نکلے، روانہ ہوتے وقت آپ نے مڑ کر پھر ان کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا :

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝ (اعراف ۹۳)

پھر شعیبؑ ان میں سے نکل آئے اور کہا کہ اے قوم! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی تھی، اب کیا افسوس کروں کافروں پر۔

مدین کے نشانات

علامہ سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں :

"قوم مدین کی یہ تباہی عام جس کی قرآن نے خبر دی توراۃ میں صراحتاً مذکور نہیں، گو کہیں کہیں اشارے پائے جاتے ہیں، لیکن بایں ہمہ مدین کا وجود باقی تھا جس کا نشان تاریخی زمانہ اسلام تک ملتا ہے، مسلمان جغرافیہ نویسوں (ابو الفداء، حاجی خلیفہ وغیرہ) نے عموماً مدین کا ذکر کیا ہے، مکتشفین یورپ میں سے متعدد اشخاص نے خاص مدین کے آثار کا مشاہدہ کیا ہے۔ جن میں ایک شخص برٹن BARTAN خدیو مصر اسماعیل پاشا کے حکم سے ۱۸۷۷ء میں

سونے کی کان کی تلاش میں مدین تک گیا، یہاں بہت سے کتبات بھی ملے ہیں جن پر نبطی خط منقوش ہے، رومیوں کے عہد میں یہاں کے باشندوں نے عیسائیت قبول کرلی تھی۔"[۱]

(ب) حضرت شعیب علیہ السّلام اور اصحاب الایکہ

اصحاب الایکہ کا نسلی تعلق حضرت شعیب علیہ السلام کے سلسلہ نسب کے ضمن میں اوپر بنو قطورہ کا شجرہ پیش کیا جا چکا ہے جس سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے جناب قطورہ کے بطن سے چھ بیٹے تولد ہوئے جن کے نام یہ تھے (۱) زمران، (۲) یقسان (۳) مدان (۴) مدیان (۵) اسباق اور (۶) سوخ۔ یقسان کے بیٹے کا نام ددان تھا۔ ان میں سے توراۃ نے صرف دو کی کچھ تفصیل پیش کی ہے بنو مدیان اور بنو ددان، بنو مدیان سے قوم مدین اور خود شعیب علیہ السلام کا ظہور ہوا اور اصحاب الایکہ بنو ددان سے ہیں۔

اصحاب الایکہ کا مقام علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"بنو مدین کے متعلق بہ تحقیق معلوم ہے کہ بحر احمر پر خلیج عقبہ کے سامنے شہر مدین میں آباد تھے اس لیے تسلیم کرنا چاہیے کہ بنو ددان بھی انھیں سواحل پر مدین کے قریب آباد ہونگے، توراۃ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ انہی اطراف میں آباد تھے

'تیماء، ددان، بوز، جو سر کے بال منڈاتے ہیں اور تمام عرب کے بادشاہ' (ارمیاہ ۲۰: ۲۳)

تیماء شمالی عرب میں حجاز سے شام کے راستہ پر واقع ہے، اسی کے قریب ددان کو ہونا چاہیے، یمن سے سواحل بحر احمر کے کنارے کنارے حجاز و مدین سے گذر کر خلیج عقبہ کے کنارہ سے نکل کر

---

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۱۹ و ۲۰

تیماء وغیرہ کو قطع کرتی ہوئی ایک نہایت قدیم اور مشہور تجارتی سڑک واقع ہے جو قدیم زمانہ میں ہندوستان، یمن اور مصر و شام کے کاروانوں کا تنہا راستہ تھا اس راستہ کا ذکر تمام قدیم جغرافیوں میں موجود ہے، وادی القریٰ ثمود کا مسکن ہے، مدین قوم شعیب کی آبادی، سدوم قوم لوطؑ کا مقام اور نیز تبوک، تیماء اور رقیم (یونانی پیٹرا) اسی سڑک پر مابین حجاز و شام واقع ہیں، توراۃ کے لحاظ سے ددان بھی یہیں تھا اور قرآن کہتا ہے کہ اصحاب الایکہ بھی اسی سڑک پر ہے،

قوم لوط جو سدوم میں آباد تھی اس کے ذکر کے بعد ارشاد ہے:

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ۝

(الحجر) "اور جنگل والے یقیناً حد سے گذر جانے والے تھے، ہم نے ان سے انتقام لیا، اور یہ (سدوم اور ایکہ والے) دونوں کھلے راستہ پر ہیں۔"

یہ وہی راستہ ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور جس کو تاریخ قدیم میں نہایت اہمیت حاصل ہے، اس بیان سے قرآن و توراۃ دونوں کی رُو سے اصحاب الایکہ کا مسکن متعین ہو گیا۔" [1]

وجہ تسمیہ اصحاب الایکہ کا یہ نام کیوں پڑا؟ اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"قرآن نے ان کو اصحاب الایکہ (جنگل والے) کیوں کہا؟ کیا ان کا وطن جنگل میں تھا؟ ہاں جنگل میں تھا! اور آٹھ سو برس کے بعد بھی جنگل میں تھا، اشعیا نبی بنوخذ نصر (بخت نصر) کے خروج سے تمام اقوام کو متنبہ کر رہے ہیں، اس ضمن میں عرب کی طرف خطاب ہے:

"عرب پر بار (مصیبت) ہے جبکہ جنگل میں ددان والوں کی راہ میں تم شام بسر کرو" (اشعیا، ۲۱، ۱۳)

مسیحؑ سے سو برس اور اسلام سے ۷۰۰ برس پہلے بھی یہاں جنگل موجود تھا ایک یونانی جغرافیہ

---

[1] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۲۲،۲۳)

نولیس مدین اور خلیج عقبہ کے آس پاس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے "اس جگہ سے متصل وہ جگہ ہے جس کو لوگ نستا کہتے ہیں یا ماقتہ البحر کہ یہ جانور وہاں پائے جاتے ہیں، یہ نستا قریب ہم ایک راس (راس محمد خلیج عقبہ ؟) کے واقع ہے جو بغایت پر از اشجار ہے، یہیں سے ایک سیدھی سڑک (شاید شمال کو) اس شہر کو جاتی ہے جس کا نام پیٹرا (رقیم) ہے اور فلسطین (شام) کو جاتی ہے.........."

یہ جغرافیہ قرآن سے ۷۰۰ برس پہلے لکھا گیا تھا کیا اس سے بھی زیادہ قرآن کی صداقت کی کوئی دلیل مطلوب ہے ؟ [۱]

تمدنی اور معاشرتی حالات

تصریحات بالا سے یہ امر واضح ہے کہ اصحاب الایکہ کا مقام اس تجارتی شاہراہ کے کنارے تھا جو عہد قدیم کے تمام اہم اور بڑے تجارتی کاروانوں کی گذرگاہ تھی، یہی وجہ تھی کہ اہل مدین کی طرح اصحاب الایکہ بھی تجارت پیشہ قوم تھی اور اس میں بھی وہ تمام تجارتی بدعنوانیاں اور کاروباری بددیانتیاں موجود تھیں جن کا ذکر اہل مدین کے سلسلہ میں اوپر ہو چکا ہے یہ اخلاقی اور معاشرتی ہم آہنگی اور مماثلت ہمارے مفسرین کے اس اشتباہ کا ایک بہت بڑا سبب ہے کہ اہل مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں، مگر ایسا سمجھنا غلطی ہے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اور جس کی مزید وضاحت آئندہ تفصیل سے بھی ہوتی ہے۔

اصحاب الایکہ کا مذہب

قرآن مجید سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم سخت گنہ گار اور ظالم تھی۔
سورۂ حجر میں ہے :

وَإِنْ كَانَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ لَظٰلِمِينَ ۝ (الحجر ۷۸)	اور بے شک بن کے رہنے والے گنہ گار تھے۔

سورۂ ص اور ق میں اقوام ظالمین کے ضمن میں ان کا نام ہے۔

سورۂ ص میں ہے :

---

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۲۳، ۲۴

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ○ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ ط أُولٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ○ إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ○ (ص ۱۲ تا ۱۴)

ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون بھی جھٹلا چکے ہیں اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے بھی' یہی وہ گروہ ہیں (ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (اُن پر) آ واقع ہوا۔

اور سورۂ ق میں ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ○ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ○ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ط كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ○ (ق ۱۲ تا ۱۴)

ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور کنوئیں والے اور ثمود جھٹلا چکے ہیں اور عاد اور فرعون اور لوطؑ کے بھائی' اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم' ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہماری وعید بھی پوری ہو کر رہی۔

لیکن اس کے علاوہ ان کے مذہبی عقاید و رسوم کی تفصیل نہ قرآن سے ملتی ہے نہ توراۃ سے۔

اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندوی کی تصریح قابل قدر ہے' آپ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید اور توراۃ نے ان کی مذہبی حالت کی تفصیل نہیں دی ہے' حضرت لوطؑ کے بیٹے مواب اور عمون ان کے ہم وطن تھے .... (اس لیے) ان کے مذہبی عقائد' مدین' مواب اور عمون سے ملتے جلتے ہوں گے' یہ معلوم ہے کہ مدین بعل کی پرستش کرتے تھے' مواب کا دیوتا کموش (عدد ۲۱: ۲۹' قضاۃ ۱۱: ۲۴' ملوک اول ۱۱: ۷) تھا' عمون "مولک" کو پوجتے تھے (ملوک اول ۱۱: ۷' ۳۳' ملوک دوم ۲۳: ۱۳)

"مولک" اور "بعل" تو قطعاً ایک ہیں' عبری کا مولک' عربی کا "مالک" اور "بعل" کا ہم معنی ہے' "بعل" اور "مولک" دونوں کے لیے رسوم بھی ایک ہی قسم کے تھے دونوں پر لوگ اپنی اولاد کی قربانی کرتے تھے۔" [1]

---

[1] ارض القرآن جلد دوم باب ادیان العرب قبل الاسلام صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸

حضرت شعیبؑ کی تبلیغ و ارشاد اور اصحاب الایکہ کا ردِ عمل

دینی اصلاح

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اصحاب الایکہ ایک گنہ گار اور ظالم قوم تھی اور دینِ حق سے منحرف تھی، چنانچہ اس کی ہدایت کے لیے حضرت شعیبؑ مبعوث فرمائے گئے، آپ نے ان کو دینِ حق کی تعلیم دی اور اپنے منصبِ رسالت سے آگاہ کیا، آپ نے قوم سے فرمایا کہ فرضی معبودانِ باطل سے کنارہ کش ہو کر خدائے واحد کی بارگاہ میں جبینِ نیاز خم کرو اور اسکے عذاب اور اسکے جلال سے ڈرو چونکہ اس قادرِ مطلق کے علاوہ کوئی ہستی اس لائق نہیں کہ اس سے ڈرا جائے یا اس کو پوجا جائے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس گمراہی اور غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا کہ اس ارشاد و ہدایت سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ ہے یا اپنی جلبِ منفعت مقصود ہے، میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس طرح میں اہمیت اور شہرت حاصل کر کے دنیا کی عزت و دولت سمیٹ لوں، میں تو صرف خدائے قدوس کا ایک پیغامبر ہوں اور اس کے احکام دیانتداری کے ساتھ تم تک پہنچا دینا میرا کام ہے، میں تم سے اس کام کا کچھ اجر بھی طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو اسی خدائے رب العالمین کے ذمہ ہے جس کا میں فرستادہ ہوں۔ اس لیے غور کرو کہ کیا ایسا شخص جھوٹا ہو سکتا ہے جس کی نہ اپنی کوئی ذاتی غرض ہو نہ لالچ، چنانچہ اگر تم خود اپنی بداعمالیوں کی مکافات سے بچنا چاہتے ہو اور اگر اپنی بہی خواہی مقصود ہے تو تم پر لازم ہے کہ میرا کہا مانو اور خدا سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو:

إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الشعراء ۱۷۷ تا ۱۸۰)

جب ان سے شعیبؑ نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اور میں اس کا تم سے کچھ بدلا نہیں مانگتا، میرا بدلا تو خدائے رب العالمین کے ذمہ ہے

لیکن بدبخت قوم نے سابقہ پیغمبروں کی طرح حضرت شعیبؑ کی بھی تکذیب کی:

كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشعراء ۱۷۶)

بن کے رہنے والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا

معاشرتی اصلاح

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ تجارتی شاہراہ کے کنارے آباد ہونے کی وجہ سے اصحاب الایکہ بھی مدین کی طرح قدیم تجارت پیشہ لوگ تھے، یہ بھی ناپ تول کی کمی، سود، بٹہ اور دیگر اصناف تجارت ممنوعہ کے عادی تھے علاوہ ازیں اہل مدین کی طرح یہ بھی مفسدہ پرداز اور شورش پسند قوم تھی اور بنی اسرائیل کے خلاف جو ہنگامہ آرائی اہل مدین نے شروع کی تھی یہ بھی اس میں ان کے شریک وسہیم تھے اس لیے حضرت شعیبؑ نے ان کی معاشرتی اصلاح اور اخلاقی درستی کے لیے اسی اہتمام اور دلسوزی کا مظاہرہ کیا جو ہم قوم مدین کے سلسلہ میں دیکھ چکے ہیں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس اصلاح کی اہمیت کی طرف جو اشارہ کیا ہے خاص طور پر قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں

"بندوں کے حقوق کی رعایت اور معاملات باہمی کی درستی جس کی طرف ہمارے زمانے کے پرہیزگاروں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے خدا کے نزدیک اس قدر اہم چیز ہے کہ اسے ایک جلیل القدر پیغمبر کا مخصوص وظیفہ قرار دیا گیا" [۱]

چنانچہ حضرت شعیبؑ نے اصحاب الایکہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ۝ (الشعراء۔ ۱۸۱ تا ۱۸۴)	پیمانہ پورا بھر کر دو اور نقصان نہ کیا کرو اور ترازو سیدھی تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو اور اس سے ڈرو، جس نے تم کو اور پہلی خلقت کو پیدا کیا۔

اصحاب الایکہ کی گستاخیاں

حضرت شعیبؑ کے مواعظ حسنہ پر غور و خوض کر کے اپنی حالت کی اصلاح کرنے کی بجائے، قوم نے اپنی جہالت اور کور باطنی کا ثبوت دیا اور حضرت شعیبؑ کی شان میں زبان درازی اور گستاخیاں شروع کر دیں، مدین اور اصحاب الایکہ

---

[۱] ترجمہ قرآن مجید مولانا محمود حسن۔ فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی صفحہ ۲۰۸ (مطبوعہ مدینہ پریس بجنور)

کو حضرت شعیبؑ نے جس طرح تبلیغ وہدایت فرمائی وہ بیت تک یکساں ہے مگر دونوں قوموں کا ردِ عمل عذاب اور انجام مختلف ہے اور یہیں سے یہ امر ثابت ہے کہ یہ دونوں دو مختلف قومیں تھیں ایک قوم کے دو مختلف نام نہ تھے جیسا کہ ہمارے مفسرین اور تذکرہ نگار بتاتے ہیں، اور غالباً یہی وجہ ہے کہ قرآن نے حضرت شعیبؑ کے تذکرہ کے سلسلہ میں مدین اور اصحاب الایکہ کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا ہے اور جس جگہ جس قوم کے سلسلہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اس کا نام بھی بتا دیا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی اس تمام رشد وہدایت کے باوجود اصحاب الایکہ نے جواب دیا تو یہ دیا:

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (الشعراء ۱۸۵ و ۱۸۶)	بولے کہ تم جادو زدہ ہو اور تم اور کچھ نہیں ہم ہی جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

یہ جواب خلاصہ ہے انسانی ذہن کی جہالت اور گمراہی کا اور اس کا مظاہرہ اس سے پہلے کی بھی بدبخت ومقہور قومیں کرتی رہی ہیں۔ اپنی خود غرضیوں کی بنا پر وہ قاصر تھے کہ بے غرض اور ارفع واعلیٰ جذبات کا ادراک کرسکیں، ان کے لیے حضرت شعیبؑ کا جذبہ ہمدردی وبہی خواہی، آپ کا استغنا اور بے غرضی اور آپ کا جوش تبلیغ وہدایت ایسی عجیب چیز تھی کہ وہ اس کی کوئی تعبیر نہ کرسکے اور زیادہ سے زیادہ جو بات ذہن میں آئی وہ یہ کہ ہو نہ ہو یہ جادو کا اثر معلوم ہوتا ہے، سب سے بڑا اعتراض اور شبہ جو انھیں حضرت شعیبؑ کی نبوت ورسالت اور مامور من اللہ ہونے پر ہوا وہ اسی قدیم گمراہی کا نتیجہ تھا جس کا اظہار ہر دور اور ہر زمانہ میں ہوتا رہا ہے یعنی ان کا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ہم ہی جیسا ایک انسان، جو عام لوگوں کی طرح کھاتا، پیتا، سوتا، جاگتا، چلتا پھرتا ہے۔ اللہ کا رسول کیسے ہوسکتا ہے، اللہ کا رسول تو ہم جب سمجھتے جب وہ انسان نہ ہوتا کوئی فرشتہ ہوتا یا کوئی ایسی ہستی ہوتا جو انسانوں سے بالکل مختلف ہوتی، یہ وہی گمراہی ہے جس کی بنا پر انسان نے ہمیشہ حقیقت کو حقیقت ماننے کے لیے اعجوبوں کی فرمائش کی اور اچنبھوں کا سہارا ڈھونڈا، حق کو حق ہونے کے لیے صرف حق ہونا کافی نہیں، اس کے لیے مافوق الفطرت، خرقِ عادت اور ورائے عقل وادراک ہونا ضروری ہے، چنانچہ انھوں نے حضرت شعیبؑ کی دعوت، آپ کی نبوت وعصمت اور آپ کی

صداقت و عظمت کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ

اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ (الشعراء ۱۸۶)	ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

اصحاب الایکہ کا طلب عذاب

حضرت شعیبؑ اپنے پیغمبرانہ ضبط و تحمل اور بے نفسی کی بنا پر قوم کی بے گستاخیاں برداشت کرتے رہے تو قوم نے سمجھا کہ ہمارا تیر نشانہ پر بیٹھ گیا اب انھوں نے ازراہِ تمسخر کہا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں اور واقعی آپ مرسل من اللہ ہیں تو ہماری سرکشی گستاخی اور تکذیب کی سزا میں دعا کرکے ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گروا دیجیے اِس تمسخر اور نوالیش میں بھی وہی بوالعجبی اور اچنبھوں کی خواہش کام کر رہی تھی اور بدبخت قوم کی نظر سے خالق کائنات کی قدرت اور جلال کا تصور مٹ گیا تھا، حضرت شعیبؑ سے انھوں نے کہا:

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (الشعراء ۱۸۷)	اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔

حضرت شعیبؑ نے دنیا کے عام انسانوں کی طرح اپنی توہین تکذیب اور تمسخر پر غضب ناک ہو کر بددعا کے لیے فوراً ہاتھ نہیں اٹھا دیے بلکہ صرف یہ بلیغ جملہ ارشاد فرمایا:

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (الشعراء ۱۸۸)	کہا جو کام تم کرتے ہو میرا پروردگار اس سے خوب واقف ہے

یعنی میرا کام تو تبلیغ و ہدایت اور تبشیر و تنذیر ہے، بندوں کے اعمال کا محاسبہ اور ان کی بنا پر جزاء یا سزاء دینا میرا کام نہیں پروردگارِ عالم کا کام ہے، اور وہ تمھارے تمام اعمال سے پوری طرح واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ کب تمھاری سرکشی و معصیت تمھیں ہمیشہ کے ایمان و ہدایت سے محروم کرکے سزا کا مستحق بنا دیتی ہے اور کب تم پر عذاب نازل ہونا چاہیے۔

سائبان کا عذاب

المختصر انھوں نے اللہ کے عذاب کو پکارا اور جو عذاب انھوں نے طلب کیا بالآخر وہی ان پر نازل ہو گیا، ارشاد ہوتا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ	ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا، پس سائبان کے

الظُّلَّةِ ط اِنَّہٗ کَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ o اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ط وَمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ o (الشعراء ۱۸۹ تا ۱۹۱)	عذاب نے ان کو آ پکڑا' بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا' اس میں یقیناً نشانی ہے' اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے' اور تمہارا پروردگار تو غالب (اور) مہربان ہے۔

عذاب کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے کہ عذاب الٰہی بادل کی صورت میں مسلط ہوا اور ان بادلوں سے اس بدبخت قوم پر آگ کی بارش ہوئی' سورۂ حجر میں انتہائی اختصار کے ساتھ صرف اس قدر ارشاد ہوتا ہے:

فَانْتَقَمْنَا مِنْھُمْ م (الحجر ۷۹)	پس ہم نے ان سے بدلہ لیا۔

اس کے برخلاف' اوپر ہم پڑھ چکے ہیں کہ اہل مدین پر "رَجْفَۃ"[1] (بھونچال) اور "صَیْحَۃ"[2] (سخت آواز) کا عذاب نازل ہوا تھا۔

یہ عذاب مہلک تھا یا مکلف؟ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

"ہمارے مفسرین کا بیان ہے کہ بلا استثناء تمام اصحاب الایکہ ہلاک ہو گئے' لیکن قرآن مجید میں اس قسم کا کوئی لفظ نہیں ہے اور نہ کوئی حدیث مرفوع و صحیح اس کی مثبت ہے اور نہ یہ تفصیل ہے کہ یہ عذاب مہلک تھا یا مکلف' اس بنا پر مفسرین کی زیادت قابل تسلیم نہیں' اگر یہ صحیح ہوتا تو مدین وغیرہ کے ذکر میں جس طرح اس کی تشریح قرآن مجید نے کر دی ہے یہاں بھی ضرور ہوتی۔

(سورۂ حجر و ص و ق کی) آیات سے بھی عذاب ہلاکت یا ہلاک کلی کا ثبوت نہیں ہوتا' اس لیے ہم اس قوم کا ذکر چھ سو برس ق۔م میں بنو خذ نصر (بخت نصر) کے عہد تک پاتے ہیں تا آنکہ اس کی تلوار نے دیگر اقوام کی طرح ان کو بھی محو کر دیا' جیسا کہ حزقیال

---

[1] سورۂ اعراف ۹۱ اور سورۂ عنکبوت ۳۷ + [2] سورۂ ھود ۹۴

نبی نے پیشین گوئی کی تھی "اور اہل ددان تلوار سے گریں گے" (حزقیال ۲۵: ۱۴) [۱]

حضرت شعیبؑ کی عمر اور وفات

توراۃ اور قرآن میں حضرت شعیبؑ کی صحیح عمر مذکور نہیں ہے البتہ ان دونوں کے بیانات کو سامنے رکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت طویل عمر پائی۔ جب عنفوان شباب میں حضرت موسیٰؑ ایک قبطی کے اتفاقیہ قتل ہو جانے کے بعد مصر سے بھاگ کر مدین تشریف لائے ہیں تو اس وقت حضرت شعیبؑ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ مدین کے کنوئیں پر جب حضرت موسیٰؑ کی ملاقات حضرت شعیبؑ کی دو بیٹیوں سے ہوئی تو انھوں نے حضرت موسیٰ کو بتایا تھا کہ

اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ ۝ (القصص ۲۳) | ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

جناب صفورہ سے شادی کے بعد حضرت موسیٰؑ آٹھ یا دس سال (سورۃ القصص ۲۷ تا ۲۹) حضرت شعیبؑ کے ساتھ رہے اسی دوران میں آپ کے ایک فرزند جیرسوم بھی تولد ہوئے (خروج باب ۲ ۲۲) اس کے بعد آپ نے مصر کو مراجعت فرمائی، کافی عرصہ کے بعد جب مصر سے آپ بنی اسرائیل کو لیکر بیابان سینا میں تشریف لائے تو بھی حضرت شعیبؑ حیات تھے۔ توراۃ کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے بڑھ کر حضرت موسیٰ کا استقبال کیا:

"اور موسیٰؑ کا خسر یترو اس کے بیٹوں اور بیوی کو لیکر موسیٰؑ کے پاس اس بیابان میں آیا جہاں خدا کے پہاڑ کے پاس اس کا ڈیرا لگا تھا" [۲]

اور پھر جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر دشت سینا سے شام کے ارادہ سے روانہ ہو رہے تھے اس وقت بھی حضرت شعیبؑ بقید حیات تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے آپ سے بھی ہمراہ چلنے کو کہا تھا مگر آپ نے وطن ہی میں رہنا مناسب سمجھا۔

"سو موسیٰ نے اپنے خسر رعوایل مدیانی کے بیٹے حوباب سے کہا کہ ہم اس جگہ جا رہے ہیں جس کی بابت خداوند نے کہا ہے کہ میں اسے تم کو دوں گا، سو تو بھی ساتھ چل

---

[۱] ارض القرآن جلد دوم صفحہ ۲۶، ۲۷ + [۲] خروج باب ۱۸ ۵

اور ہم تیرے ساتھ نیکی کریں گے کیونکہ خداوند نے بنی اسرائیل سے نیکی کا وعدہ کیا ہے اُس نے اُسے جواب دیا کہ میں نہیں چلتا بلکہ میں اپنے وطن کو اور اپنے رشتہ داروں میں لوٹ کر جاؤں گا" [1]

ان تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے بہت طویل عمر پائی۔

علاوہ ازیں قرآن میں یہ تصریح تو موجود ہے کہ حضرت شعیبؑ کے ساتھ مومنین کی جماعت بھی عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون رہی لیکن اس کے بعد آپ نے کہاں ہجرت فرمائی اُس کے متعلق کوئی اشارہ نہ قرآن میں ہے اور نہ توراۃ میں، ہمارے مفسرین کا کہنا ہے کہ قوم پر نزول عذاب کے بعد آپ حضرموت تشریف لے گئے اور وہیں آپ نے رحلت فرمائی، واللہ اعلم۔

حضرت شعیبؑ کا لقب

حضرت شعیبؑ نہایت فصیح و بلیغ اور خوش بیان تھے، آپ کی فصاحت اور حسن خطابت کی بنا پر آپ کو "خطیبُ الانبیاء" کہا جاتا ہے

---

[1] سفر العدد باب ۱۰، ۲۹، ۳۰

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ○ (مریم ۵۱)

"اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو، بے شک وہ برگزیدہ تھے اور پیغمبر مرسل تھے"

MOSES

حضرت موسیٰ علیہ السلام

(سنہ ۱۵۲۰ ق م تا سنہ ۱۴۰۰ ق م)

حضرت موسیٰ کا تذکرہ توراۃ اور قرآن میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت عظیم المرتبت اور اولوالعزم پیغمبر ہیں اور توراۃ اور قرآن کریم میں آپ کا تذکرہ نہایت تفصیل کے ساتھ آیا ہے توراۃ کی دوسری کتاب خروج، تیسری کتاب احبار، چوتھی کتاب گنتی اور پانچویں کتاب استثناء آپ ہی کے حالات سے پُر ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ کے واقعات کا جس قدر تذکرہ ہے اور کسی نبی کا نہیں ہے، قرآن کریم کی کم وبیش چالیس سورتوں میں آپ کا ذکر آیا ہے، ان سورتوں کے نام یہ ہیں:

(۱) بقرہ (۲) آل عمران (۳) نساء (۴) مائدہ (۵) انعام (۶) اعراف (۷) انفال (۸) یونس (۹) ھود (۱۰) ابراہیم (۱۱) بنی اسرائیل (۱۲) کہف (۱۳) مریم (۱۴) طٰہٰ (۱۵) انبیاء (۱۶) مومنون (۱۷) فرقان (۱۸) شعراء (۱۹) نمل (۲۰) قصص (۲۱) عنکبوت (۲۲) سجدہ (۲۳) احزاب (۲۴) صافات (۲۵) قٓ (۲۶) مومن (۲۷) حم سجدہ (۲۸) زخرف (۲۹) دخان (۳۰) احقاف (۳۱) ذاریات (۳۲) قمر (۳۳) صف (۳۴) حاقہ (۳۵) مزمل (۳۶) نازعات (۳۷) بروج (۳۸) اعلیٰ (۳۹) فجر

ان میں بھی حسب ذیل سورتوں میں آپ کا ذکر نسبتاً زیادہ تفصیل سے آیا ہے:

اعراف، یونس، بنی اسرائیل، طٰہٰ، الشعراء، قصص

لفظ "موسیٰ" کی تحقیق

"موسیٰ" عبرانی میں "موشی" ہے جس کے معنی ہیں "نجات دہندہ" غالباً یہ نام آپ کا اس لیے پڑا کہ آپ نے بنی اسرائیل کو مصر کی چہارصد سالہ غلامی سے نجات دلائی۔ توراۃ کے سبائی نسخہ (Sibenian Bible) اور انجیل میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے "موایستر" جس کے معنی ہیں "پانی سے نکالا ہوا" چونکہ فرعون کی بیٹی یا بیوی نے آپ کو دریائے نیل سے نکالا تھا اس لیے آپ کا یہ نام رکھا گیا ہوگا۔ اس میں بعض علماء کو یہ تردد ہوا ہے کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو یہ ماننا بھی لازم آتا ہے کہ فرعون کی بیٹی اور بیوی اپنے غلاموں کی زبان عبرانی بولتی تھیں جو بعید از قیاس ہے۔ یا پھر یہ مصری زبان کا لفظ ہے مگر بنی اسرائیل کا نسلی اور لسانی غرور اس لفظ کے مصری ہونے کا منکر ہے۔ مگر یہ تردد بلا سبب ہے چونکہ جب ایک ملک میں دو قومیں ایک طویل عرصہ تک رہتی ہیں چاہے وہ غلام اور آقا ہی کی حیثیت سے کیوں نہ رہیں، تو ایک دوسرے کی زبان کے اکثر الفاظ خلط ملط ہو کر زبان زد عوام ہو جاتے ہیں اور اس کی مثالیں ہر ملک اور ہر زبان سے مل سکتی ہیں، خود قرآن کریم میں اصحاب الاخدود کی زبان سبائی حمیری کا لفظ "عرم" اور حبشی زبان کے اکثر الفاظ مثلاً نفاق، صحف، برھان، جبت، مراج، مائدہ، مشکوٰۃ، سورۃ، حواری، تبلیغ، استبرق، ورق آج تک اسی طرح موجود ہیں[1] اس لیے کیا عجب ہے کہ فرعون کی بیٹی یا بیوی نے نیل سے نکالنے کے بعد آپ کا نام معنوی مناسبت کی بنا پر "موایستر" رکھ دیا ہو جو اصلاً عبرانی زبان کا لفظ تھا پھر اس واقعہ سے ہٹ کر بھی اس لفظ کی ایک اور توجیہ ممکن ہے، فلق بحر کے واقعہ کے بعد جب آپ مع اپنی قوم (بنی اسرائیل) کے صحیح سالم سمندر سے نکلے ہیں جس میں فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو اس وقت بھی تائید ایزدی اور رحمت الٰہی نے آپ کو "پانی سے نکالا" تھا، ممکن ہے کہ "موایستر" کے معنی میں یہ نسبت بھی ملحوظ ہو۔

---

[1] ارض القرآن جلد دوم (علامہ سید سلیمان ندوی) صفحہ ۱۴۱

نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساتویں پشت میں تھے آپ کا سلسلہ نسب حسب بیان توراۃ یہ ہے حضرت موسیٰؑ (MOSES) بن عمران (AMRAN) بن قاہاث (KOHATH) بن لاوی (LEVI) بن یعقوبؑ (JACOB) بن حضرت اسحاقؑ (ISAAC) بن حضرت ابراہیمؑ (ABRAHAM)

ضروری معلومات کے لیے ذیل کا نقشہ مفید ثابت ہوگا

حضرت ابراہیم علیہ السلام (عمر ۱۷۵ سال پیدائش باب ۲۵: ۷)

(۱) حضرت سارہؓ — حضرت ہاجرہؓ — حضرت قطورہؓ

حضرت اسحاق علیہ السلام (عمر ۱۸۰ سال پیدائش باب ۳۵: ۲۹)
(زوجہ: حضرت ربقہؓ)

عیسو ادوم — حضرت یعقوبؑ (عمر ۱۴۷ سال پیدائش باب ۴۷: ۲۸)

لیاہ — بلہاہ — زلفہ — راخل

روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار، زبلون — دان، نفتالی — جد، آشر — حضرت یوسفؑ، بن یمین

حضرت یوسفؑ: عمر ۱۱۰ سال۔ پیدائش باب ۲۲

لاوی: (عمر ۱۳۷ سال خروج باب ۶: ۱۶)

قاہاث
(عمر ۱۳۳ سال خروج باب ۶: ۱۸)

عمران
(عمر ۱۳۷ سال خروج باب ۶: ۲۰)
(زوجہ یوکبد (JOCHEBED))

حضرت ہارونؑ (عمر ۱۲۳ سال گنتی باب ۳۳: ۳۹) — مریمؑ — حضرت موسیٰؑ (عمر ۱۲۰ سال استثناء باب ۳۴: ۷)

آپ کے والد کا نام عمران تھا انھوں نے ۱۳۷ سال کی عمر پائی*۔ قرآن کریم نے آپ کی پیدائش کے سلسلہ میں آپ کی والدہ اور ہمشیرہ کا تو ذکر کیا ہے لیکن والد کا کوئی ذکر نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً بحالت یتیمی پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام یوکبد[1] (JOCHEBED) تھا، آپ نہایت رفیع المرتبت خاتون تھیں اور نسلی اعتبار سے بنی لاوی ہی کی ایک فرد تھیں[2] آپ کی شان رفیع کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی تصریح کے مطابق آپ پر وحی الٰہی کا نزول ہوا ہے وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اِلَى اُمِّ مُوْسٰی (قصص ۷) اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کی طرف" دنیا میں یہ اختصاص بہت کم عورتوں کو حاصل ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت ہاجرہؓ ام حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت مریمؑ ام حضرت عیسیٰؑ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔)

حضرت ہارونؑ، حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ عمر میں حضرت موسیٰؑ سے تین سال بڑے تھے، حضرت موسیٰؑ کی ایک بہن بھی تھیں جن کا نام مریم (MIRIAM)[3] تھا، ان کا ذکر بھی قرآن کریم میں آیا ہے، مریم کی شادی حضرت کالب بن یوفنا سے ہوئی تھی[4]۔ سورہ مائدہ میں جن "رجلان"[5] (دو مردوں) کا ذکر ہے وہ حضرت یوشعؑ بن نون اور حضرت کالب بن یوفنا ہیں حضرت یوشعؑ (جو نبی تھے) حضرت موسیٰؑ کے خادم، خلیفہ اور جانشین تھے اور حضرت کالبؓ (جو حضرت موسیٰؑ کے بہنوئی تھے مگر نبی نہیں تھے) حضرت یوشعؑ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

حضرت موسیٰؑ کا زمانہ اور تاریخ پیدائش و وفات

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے صحیح تعین کے سلسلہ میں حسب ذیل امور غور طلب ہیں اور ان تصریحات کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

سر چارلس مارسٹن کی جدید تحقیقات کی روشنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت، جیسا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کے تذکرہ میں بالتفصیل بتا چکے ہیں ۲۱۶۰ قبل مسیح میں ہوئی حضرت ابراہیمؑ کی

---

* خروج باب ۲۰ [1] توراۃ کتاب گنتی باب ۲۶: ۵۹ [2] ایضاً
[3] توراۃ کتاب گنتی باب ۲۶: ۶۰ [4] تاریخ ابن کثیرؒ جلد دوم صفحہ ۲ [5] سورہ مائدہ آیت ۲۳

عمر سو سال کی تھی جب حضرت اسحٰق تولد ہوئے (پیدائش باب ۲۱: ۵) اس لیے حضرت اسحٰق کا سنِ پیدائش ۲۰۶۰ سنہ قبل مسیح ہے، حضرت اسحٰق کی عمر ۶۰ سال کی تھی جب حضرت یعقوب پیدا ہوئے (پیدائش باب ۲۵: ۲۶) اس سے حضرت یعقوب کی تاریخ پیدائش ۲۰۰۰ سنہ قبل مسیح برآمد ہوتی ہے، حضرت یعقوب کی عمر ۷۳ سال کی تھی جب حضرت یوسف تولد ہوئے اس لیے حضرت یوسف کا سنِ ولادت ۱۹۲۷ سنہ قبل مسیح ہے۔

حضرت یوسف بعمر ۱۷ سال مصر میں تشریف لائے (پیدائش باب ۳۷: ۲) چنانچہ آپ کے ورودِ مصر کی تاریخ ۱۹۱۰ سنہ قبل مسیح ہے، اس واقعہ کے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر کو مستقل طور پر ہجرت فرمائی، چنانچہ بنی اسرائیل کی آمدِ مصر کی تاریخ ۱۸۷۰ سنہ قبل مسیح ہوئی۔

توراۃ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو بنی اسرائیل کو مصر میں رہتے ہوئے چار سو تیس سال کا زمانہ گزر چکا تھا (خروج باب ۱۲: ۴۰) چنانچہ واقعہ خروج کی تاریخ ۱۴۴۰ سنہ قبل مسیح ہے، توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ۸۰ سال تھی۔ (خروج باب ۷) اس سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ کی ولادت ۱۵۲۰ سنہ ق م میں ہوئی کہ حضرت موسیٰ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی (استثناء باب ۳۴: ۷) چنانچہ آپ کا سن وفات ۱۴۰۰ سنہ قبل مسیح ہے۔ اس کی مزید تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے چالیس سال کی مدت کے لیے ارض موعودہ یعنی ملک شام کا داخلہ ان پر حرام کر دیا گیا تھا اور وہ اس دوران میں "وادی تیہ" میں بھٹکتے پھرے (سورۂ مائدہ، آیت ۲۶) قرآن کریم اور توراۃ کے بیانات دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ملک شام میں داخل نہیں ہوئے بلکہ آپ کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون کی سرکردگی میں وہاں پہنچے حضرت موسیٰ کی وفات خروج کے چالیسویں سال ہوئی، خروج کا واقعہ اگر ۱۴۴۰ سنہ قبل مسیح میں پیش آیا تھا[1] تو حضرت موسیٰ کی تاریخ وفات

---

[1] سر چارلس مارسٹن نے بھی خروج کی تاریخ ۱۴۴۰ سنہ قبل مسیح ہی بتائی ہے۔

۱۴۴۰ء قبل مسیح ہی ہونا چاہیے۔

بنی اسرائیل کی ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کو حسب ذیل ادوار

بنی اسرائیل کی ڈھائی ہزار سالہ تاریخ پر ایک طائرانہ نظر
(۲۱۰۰ء ق م تا ۱۳۶ء)

میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

بالکل ابتدا میں بنی اسرائیل کی زندگی خانہ بدوشوں کی سی زندگی

(۱) سرداران قبائل (PATRIARCHS) کا دور
(۲۱۰۰ء ق م تا ۱۸۷۰ء ق م)

تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے تقریباً ۲۱۰۰ء ق م میں قدیم بابل سے فلسطین میں ہجرت فرمائی، اس وقت سے فلسطین میں بنی اسرائیل کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے یہ دور اس وقت سے شروع ہو کر حضرت یعقوبؑ اور بنی اسرائیل کی ہجرت مصر یعنی تقریباً ۱۸۷۰ء قبل مسیح پر ختم ہوتا ہے، حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بعد حضرت اسحٰقؑ اور پھر حضرت یعقوبؑ اپنے اپنے زمانہ میں قبیلہ کے سردار تھے۔

حضرت یوسفؑ تقریباً ۱۹۱۰ء ق م میں

(۲) مصر میں بنی اسرائیل کی غلامی کا دور (۱۸۱۰ء ق م تا ۱۴۴۰ء ق م)

مصر تشریف لائے اور آپ کی آمد کے تقریباً چالیس سال بعد بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ۱۸۷۰ء قبل مسیح میں مصر میں داخل ہوئے لیکن حضرت یوسفؑ کی حیات تک وہ مصر میں آزاد اور معزز باشندوں کی طرح زندگی گذارتے رہے، حضرت یوسفؑ کی وفات تقریباً ۱۸۱۰ء قبل مسیح میں ہوئی اور اس کے بعد حالات بدل گئے مصر میں نیا فرعون برسر اقتدار آیا اور اس نے سیاسی اغراض کے پیش نظر غیر ملکیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور قوت کو روکنے کی کوشش کی اور ان کو غلامی کے شکنجہ میں جکڑ لیا جو روز بروز سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔ اس دور میں بنی اسرائیل پر بڑے مظالم ہوئے اور ان کا کوئی فریاد رس نہ تھا، یہاں تک کہ تقریباً چار سو سالہ غلامی کے بعد حضرت موسیٰؑ کا ظہور ہوا۔

مصر میں بنی اسرائیل

(۳) حضرت موسیٰؑ کا ظہور، بنی اسرائیل کا مصر سے خروج اور انکی دشت نوردی کا دور
(۱۴۴۰ء ق م تا ۱۴۰۰ء ق م)

کی غلامی کے دور میں حضرت موسیٰؑ (۱۵۲۰ قم) میں پیدا ہوئے اور بالآخر آپ کی سرکردگی میں مصر میں چار سو تیس سال کے قیام کے بعد بنی اسرائیل نے غلامی سے نجات حاصل کی اور مصر سے خروج کر کے (۱۴۴۰ قم) دشت سینا یا "وادی تیہ" میں داخل ہوئے۔ یہاں ان کو حکم دیا گیا کہ عمالقہ سے جہاد کر کے فلسطین میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو جائیں مگر انھوں نے اس حکم سے اعراض و انحراف کیا جس کی سزا میں چالیس سال تک ارض مقدس کا داخلہ ان پر حرام کر دیا گیا اور بالآخر اس وقت سے لیکر حضرت موسیٰؑ کی وفات تک (۱۴۴۰ قم تا ۱۴۰۰ قم) وہ جزیرہ نمائے سینا کے بیابانوں میں بھٹکتے پھرے۔

(۴) قضاۃ کا دور (۱۴۰۰ قم تا ۱۰۵۰ قم)

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون کی سرکردگی میں بالآخر بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے۔ حضرت یوشعؑ نے اس علاقہ کو بنی اسرائیل کے مختلف قبائل میں تقسیم کر دیا، آپ نے آخر عمر میں بنی اسرائیل کے باہمی تنازعات کے تصفیہ کے لیے قاضیوں کا تقرر فرما دیا اور حضرت یوشعؑ کی وفات کے بعد تقریباً ساڑھے تین سو سال تک یہ نظام قائم رہا۔ قبیلوں میں سردار حکومت کرتے تھے، قاضی فیصلے کرتے تھے اور نبی دین کی تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے۔ اس دور میں بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ اور مرکزی قوت نہ تھی جس کی بنا پر ہمسایہ قومیں یعنی فلسطینی، ربانی اور آرامی ان پر حملے کرتی رہتی تھیں۔

(۵) عہد سلاطین (۱۰۵۰ قم تا ۵۸۶ قم)

گیارھویں صدی قبل مسیح کے اواخر میں حضرت شموئیلؑ کے زمانہ میں حضرت طالوت نے غنیم کے سردار جالوت کو قتل کر دیا اور اس کے بعد حضرت شموئیلؑ نے ان کو بنی اسرائیل کا بادشاہ نامزد کر دیا، اس وقت سے سلاطین کے دور کا آغاز ہوا، طالوت کے بعد تخت سلطنت پر حضرت داؤدؑ اور پھر حضرت سلیمانؑ متمکن ہوئے، حضرت داؤد کے زمانہ سے حکومت بنی یہوداہ کے ہاتھ میں آ گئی۔ اور غالباً اسی زمانہ سے بنی اسرائیل یہودی کہلائے جانے لگے۔

بخت نصر کا حملہ ۵۸۶ قم

یہ حکومت کسی نہ کسی صورت میں تقریباً ۶۰۰ قم تک قائم

رہی لیکن بالآخر بنی اسرائیل کی حد سے بڑھی ہوئی گمراہیوں اور شرارتوں کی انھیں سزا ملی اور ۵۸۶ ق م میں بابل (اسیریا) کے ظالم و جابر حکمران بنوخذ نذر (بخت نصر) NEBUCHADNEZZAR 605-652 B.C نے آندھی کی طرح اٹھ کر اس سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، بیت المقدس کے عظیم الشان ہیکل (مسجد) کی عمارت کو مسمار کر دیا، توراۃ کے تمام نسخوں کو جلا ڈالا، ہزاروں انسانوں کو قتل کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ یہودیوں کو قید کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکاتا ہوا پا پیادہ بابل لے گیا جہاں وہ تقریباً ستر سال بحالت اسیری رہے۔ ان اسیروں میں حضرت دانیال (اصغر) اور حضرت عزیرؑ اور بعض دوسرے بزرگ بھی شامل تھے۔

سائرس کا ظہور اور بنی اسرائیل کی رہائی ۵۱۹ ق م

تقریباً ۵۹۹ ق م میں فارس میں سائرس یا کیخسرو کا ظہور ہوا، کیخسرو نے ۵۱۹ ق م میں بیل شازار (BELSHAZZAR) شاہ بابل پر حملہ کر کے بنی اسرائیل کو ان کی غلامی سے نجات دلائی، ان کو دوبارہ فلسطین لا کر آباد کیا اور بیت المقدس کے ہیکل کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ یہی وہ وقت ہے جب حضرت عزیرؑ نے اپنے حافظہ کی مدد سے توراۃ کو از سر نو مرتب کیا۔

سکندر مقدونی کا حملہ ۳۳۲ ق م

فارس کے زیر اقتدار بنی اسرائیل کے ایک خاندان یہود نے ایک نیم آزاد حکومت پھر قائم کر لی لیکن ۳۳۲ ق م میں سکندر مقدونی نے اس کا بھی خاتمہ کر دیا، اور اس کے بعد یہ مملکت بطلیموس، انٹی گونس، اور سلوقین یا سلوکس (سکندر مقدونی کے سردار جو اس کے بعد خود مختار ہو گئے تھے) کے ماتحت فنا ہو گئی۔

دور مکابئین اور طیطوس رومی کا حملہ ۷۰ء

دوسری صدی قبل مسیح میں جب روم کا بڑھتا ہوا اقتدار یونان کی تنزل پذیر طاقت پر غالب ہوتا چلا گیا تو یہود نے رومیوں کے بل پر تقریباً ۱۶۰ ق م میں مکابئین کے نام سے پھر ایک حکومت قائم کر لی یہ مکابئین اولاً مذہبی کاہن تھے جو بالآخر بادشاہ بن بیٹھے۔ ان میں ہمیشہ خانہ جنگی رہی اور رومی آہستہ

طیطوس رومی کا حملۂ بیت المقدس (۷۰ء)
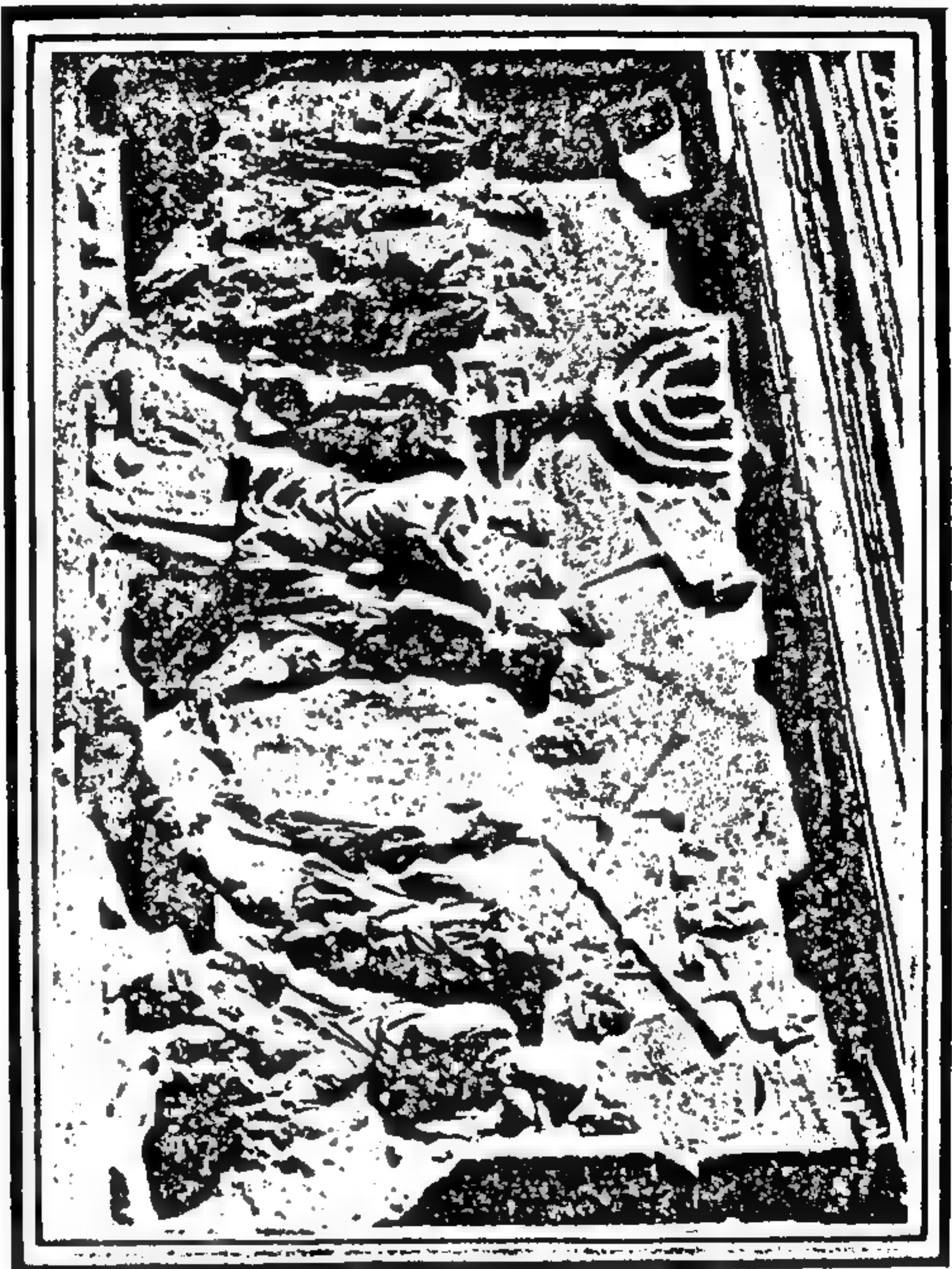
طیطوس کی فتح کی یادگار میں رُوم میں جو محراب تعمیر کی گئی تھی اس میں اُوپر کا حجری حصہ اب تک موجود ہے۔ اس میں رُومی فوجوں کو بیت المقدس کی متبرک اشیاء کو لوٹتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۰

فرعون رعمیس دوم کے والد فرعون سیتی کے مشہور مندر کے کھنڈرات
جہاں "راع" یا سورج دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔
(سفارت مملکت مصر، کراچی کے شکریہ کے ساتھ)

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۵

آہستہ آہستہ ان سے آزادی سلب کرتے گئے اور بالآخر جب ان کی سرکشی اور گمراہی بہت بڑھ گئی تو بالاخر رومی اور طیطوس (TITUS) کے ہاتھوں تقریباً سنہ ء میں یہ حکومت بالکل فنا ہو گئی۔ طیطوس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے سخت خونریزی کی ہیکل کو مسمار کر دیا اور اس میں بت رکھ دیے گئے۔

اسلام کا ظہور اور یہود کی ابدی ذلت و رسوائی

اس کے بعد یہود منتشر ہو کر ادھر ادھر جا بسے ان میں سے کچھ لوگ "نبی موعود" کے انتظار میں یثرب کے قریب عرب میں آکر بس گئے۔ چونکہ ان کو اپنی کتابوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ "نبی موعود" کا ظہور یہاں ہو گا، لیکن جب یہود نے اس "نبی موعود" کی تعلیم حقہ کا بھی انکار و ابطال کیا تو بالآخر وحی الٰہی نے ان کی ابدی ذلت و رسوائی کا اعلان یہ کہہ کر فرما دیا کہ "ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ" (آخر کار) ذلت اور رسوائی، اور محتاجی (اور بے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔) بقرہ ۶۱ + اور بعد کی تاریخ نے اس فیصلہ کے ایک ایک حرف کی تصدیق کر دی۔

قرآن کریم میں ہے

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ○ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ○ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ○ إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ

اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے کہدیا تھا کہ تم زمین میں دو دفعہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا پھر دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی۔ اور تم کو جماعت کثیر بنا دیا، اگر تم نیکوکاری کرو گے تو اپنی جانوں کے لیے کرو گے اور اگر اعمال بد کرو گے تو ان کا وبال بھی تمہاری ہی جانوں پر ہو گا، پھر جب دوسرے

لَا تُفْسِدُنَّ ... وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ○ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ○

(بنی اسرائیل ۴ تا ۸)

(وعدے) کا وقت آیا (تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد (بیت المقدس) میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں۔ امید ہے تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم پھر وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی (پہلا سلوک) کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

یہاں "کتاب" سے مقصود انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفے ہیں چنانچہ یسعیاہ نبی کے صحیفہ (باب ا تا ۴ اور ۷) یرمیاہ نبی کے صحیفہ (باب ۵ اور ۱۶ اور باب ۸ تا ۱۱) حزقیل نبی کے صحیفہ (باب ۵، ۸ و ۹) اور زکریا نبی کے صحیفہ (باب ۵ تا ۹) میں ان شرارتوں اور ان کی پاداش کی پیشین گوئی موجود ہے۔

یہاں پہلی سرکشی و شرارت اور اس کی سزا کے واقعہ سے بخت نصر کا حملہ بیت المقدس مراد ہے اور دوسری شرارت اور اس کی پاداش کا معاملہ طیطوس (TITUS) رومی کے حملہ بیت المقدس سے تعلق رکھتا ہے اور تیسرا موقعہ حضور اکرم صلعم کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جب وہ اللہ کے رسول کی آواز پر لبیک کہہ کر ایک مرتبہ پھر سعادت دارین حاصل کر سکتے تھے مگر ان کی بدبختی نے اس کا انکار کر کے ابدی ذلت و رسوائی اور غضب الٰہی کو حاصل کیا۔ چنانچہ ۶۳۰ء عیسوی مطابق ۸ھ ہجری میں خیبر کی فتح نے جو ان کی آخری پناہ گاہ اور مرکز تھا ان کی تاریخ پر ہمیشہ کے لیے پردہ ڈال دیا۔

کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ جو قوم اپنی سرکشی و شرارت اور بداعمالی کی بنا پر غضب الٰہی کی مستحق ہو کر اس طرح رسوائے عالم اور ذلیل و خوار ہوئی، وہی عظیم الشان قوم تھی جس پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات تھے اور جس کو کبھی تمام اہل عالم پر فضیلت بخشی گئی تھی!

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي

اے بنی اسرائیل میرے وہ احسان یاد کرو جو میں

اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرۃ - ۱۲۲)

ہیں نے تم پر کیے اور یہ کہ میں نے تم کو اہل عالم پر فضیلت بخشی۔

حضرت ابراہیمؑ سے حضرت موسیٰؑ تک

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اب ہم حضرت ابراہیمؑ سے حضرت موسیٰؑ تک کے متعلقہ واقعات پر ذرا تفصیلی نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی کنعان میں تشریف آوری اور بشارتِ الٰہی

تقریباً ۲۱۰۰ قبل مسیح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی اپنے آبائی وطن بابل سے ہجرت کر کے کنعان میں تشریف لائے تو وحی الٰہی نے ان کو مخاطب کر کے یہ بشارت سنائی:

"خداوند نے ابرام سے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نظر دوڑا، کیونکہ یہ تمام ملک جو تو دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لیے دوں گا، اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا، ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے گی۔ اٹھ اور اس ملک کے طول و عرض میں سیر کر کیونکہ میں اسے تجھ کو دوں گا۔"

(توراۃ۔ کتاب پیدائش باب ۱۳ ۱۵ تا ۱۸)

نسل ابراہیمی

چنانچہ اس بشارت کے مطابق آپ کی نسل اس کثرت سے بڑھی اور پھیلی کہ تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال ڈھونڈھنا مشکل ہے اس کا اندازہ کچھ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ظہور پذیر ہونے والی قوموں میں سے زمانہ نے جن کا تذکرہ تاریخ میں باقی چھوڑا ہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱) بنی اسمٰعیل۔ انباط (اصحاب الحجر) قیدار اور قریش

(۲) بنی اسرائیل، اور ان کے بارہ قبیلے

(۳) بنی قطورا۔ اہل مدین اور اہل ددان (اصحاب الایکہ)

(۴) بنی ادوم، جن میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ظہور ہوا۔

بنی اسرائیل کی وجہ تسمیہ

آپ کے بیٹوں میں سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کنعان ہی میں رہے اور خاندان کے سردار ہوئے۔ حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب "اسرائیل" (مردِ حق) تھا۔ اور ان کی نسل اسی مناسبت سے بنی اسرائیل کہلائی۔

حضرت یوسفؑ کا داخلہ مصر اور فرعون کا اعزاز و اکرام

حضرت یعقوبؑ (سنہ ۲۰۰۰ ق م تا سنہ ۱۸۵۳ ق م) کے بیٹے حضرت یوسفؑ (سنہ ۱۹۲۷ ق م تا سنہ ۱۸۱۷ ق م) بظاہر ایک حادثہ و اتفاق کی بنا پر مشیت الٰہی کے اشارہ سے بطور ایک بردی غلام کے تقریباً سنہ ۱۹۱۰ ق م میں مصر پہنچے اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ قدرتِ الٰہی کا یہ بھی کس قدر عجیب کرشمہ تھا کہ ایک کمسن کنعانی لڑکا بغیر اپنی خواہش و مرضی کے بظاہر بے سہارا اور بے یار و مددگار ایک غیر ملک میں پہنچتا ہے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ نظر آتا ہے کہ وقت کی سب سے زیادہ پُرعظمت اور پُرشوکت مملکت کے تخت سلطنت پر وہی بے سہارا کنعانی متمکن ہے اور عوام و خواص سب اس کے قدموں میں جھکے ہوئے ہیں حتیٰ کہ توراۃ کا بیان ہے:

"فرعون نے یوسفؑ سے کہا کہ دیکھو میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسفؑ کے ہاتھ میں پہنادی اور اُسے باریک کتان کے لباس میں آراستہ کروا کر سونے کا طوق اس کے گلے میں پہنایا، اور اس نے اُسے دوسرے رتھ میں سوار کرا کر اس کے آگے آگے یہ منادی کروادی کہ گھٹنے ٹیکو اور اس نے اسے سارے ملک مصر کا حاکم بنادیا اور فرعون نے یوسفؑ سے کہا، میں فرعون ہوں اور تیرے حکم کے بغیر اس سارے ملک مصر میں کوئی آدمی اپنا ہاتھ یا پاؤں ہلانے نہ پائیگا۔"[1]

حضرت یعقوبؑ اور آلِ یعقوب کی ہجرت مصر

حضرت یوسفؑ کے داخلہ مصر کے تقریباً چالیس سال بعد آپ کی دعوت

---

[1] کتاب پیدائش باب ۴۱، ۴۱ تا ۴۴

پر حضرت یعقوبؑ معہ اپنے خاندان کے جو ستر افراد[۱] پر مشتمل تھا مصر تشریف لائے اور فرعون نے ان کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جشن کے زرخیز علاقہ میں بسا دیا اور رعمسیس کا نہایت زرخیز خطہ ان کو جاگیر میں دیا[۲]۔

حضرت یوسفؑ کے بعد مصر میں بنی اسرائیل کی غلامی کا دور اور فرعون کے مظالم

حضرت یوسفؑ کی وفات کے کافی عرصہ بعد تک بنی اسرائیل مصر میں باعزت زندگی بسر کرتے رہے اور ان کی نسل بڑی کثرت سے بڑھی اور بہت طاقتور ہو گئی۔

اب ایک نیا حکمران برسر اقتدار آیا اور اس نے مصر میں اس غیر قوم کی بڑھتی ہوئی تعداد اور طاقت کو مملکت کے لیے ایک مستقل خطرہ سمجھ کر اس کے انسداد کے لیے فوری اقدامات کیے۔ اس وقت سے مصر میں بنی اسرائیل پر بہیمانہ اور سفاکانہ مظالم کا آغاز اور ان کی غلامی کے دور کی ابتداء ہوتی ہے۔ توراۃ کا بیان ہے:

> "انھوں نے ان پر بیگار لینے والے مقرر کیے جو ان سے سخت کام لے کر ان کو ستائیں، سو انھوں نے فرعون کے لیے ذخیرہ کے شہر پتوم اور رعمسیس بنائے، پر انھوں نے جتنا ان کو ستایا وہ اتنا ہی زیادہ بڑھتے اور پھیلتے گئے، اس لیے وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرف سے فکرمند ہو گئے اور مصریوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کر کے ان سے کام کرایا اور انھوں نے ان سے سخت محنت سے گارا اور اینٹ بنوا کر اور کھیت میں ہر قسم کی محنت لے کر ان کی زندگی تلخ کی، ان کی سب خدمتیں جو وہ ان سے کراتے تھے تشدد کی تھیں"۔[۳]

اور پھر روز بروز یہ مظالم شدت اختیار کرتے گئے، بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی آبادی سے حکومت وقت کو جو خطرہ لاحق تھا اس کے پیش نظر ان کی نسل کشی کی یہ تدبیر اختیار کی کہ ان کی اولاد ذکور کو پیدا ہوتے ہی قتل کیا جانے لگا اور اولاد اناث کو خدمت کے لیے چھوڑ دیا گیا[۴]۔

---

[۱] کتاب پیدائش باب ۴۶، ۲۷ [۲] کتاب پیدائش باب ۴۷، ۵ تا ۱۱ [۳] توراۃ۔ خروج۔ باب ۱، ۱۱ تا ۱۴

[۴] دیکھو توراۃ، خروج باب ۱، ۱۵ تا ۲۲، قرآن سورہ بقرہ ۴۹، سورہ ابراہیم ۶۔ سورہ قصص ۴

اس فرعون کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا (منفتاح) تخت پر بیٹھا تو یہ اپنے باپ سے بھی زیادہ ظالم وجابر ثابت ہوا اور اب بنی اسرائیل پر سختیاں حد سے تجاوز کر گئیں، ان کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے کسی کی آہوں کو سنے گا اور ضرور اپنے کسی نبی کو بھیجے گا۔ تاکہ وہ آکر ان کو ان ناقابل برداشت مصائب سے نجات دلائے۔ لیکن مدت مدید کی غلامی نے ان پر قنوطیت کو طاری کر دیا اور بالآخر وہ کسی نئے نبی کی آمد کی طرف سے بھی مایوس ہو گئے۔ قرآن کریم نے ذیل کی آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُم بِهِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ (المومن آیت ۳۴)	اور پہلے یوسفؑ بھی تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے تو جو وہ لائے تھے اس سے تم ہمیشہ شک ہی میں رہے، یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ خدا اس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا، اسی طرح خدا اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے والا ہو۔

دورِ غلامی میں بنی اسرائیل کی تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی حالت

غلامی اور طویل غلامی اخلاق حسنہ اور صفات عالیہ کے لیے مہلک ثابت ہوا کرتی ہے اور بنی اسرائیل کی چار سو سالہ غلامی کا اثر بھی ان کی زندگی پر یہی کچھ ہوا۔ معاشرتی اور تمدنی اعتبار سے ان کی حیثیت اچھوتوں کی سی تھی اور ان کا کام صرف حاکم قوم (قبطی) کی خدمت گزاری رہ گئی تھی اور یہ غلامانہ ذہنیت ان میں راسخ ہو چکی تھی، اور آزادی کے سچے ذوق اور مردانگی اور شجاعت کے جوہر سے وہ بیگانہ ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ جب مصر سے خروج کے وقت سمندر کے کنارے فرعون ان کا تعاقب کرتا ہوا ان کے سروں پر آگیا تب وہ خوف زدہ ہو کر چیخ اٹھے:

مصر قدیم کی ہاتھی دانت کی صنعت کے
چند نمونے
جو مصر میں آثار قدیمہ کی کھدائی میں برآمد ہوئے۔
(سفارت مملکتِ مصر، کراچی کے شکریہ کے ساتھ)
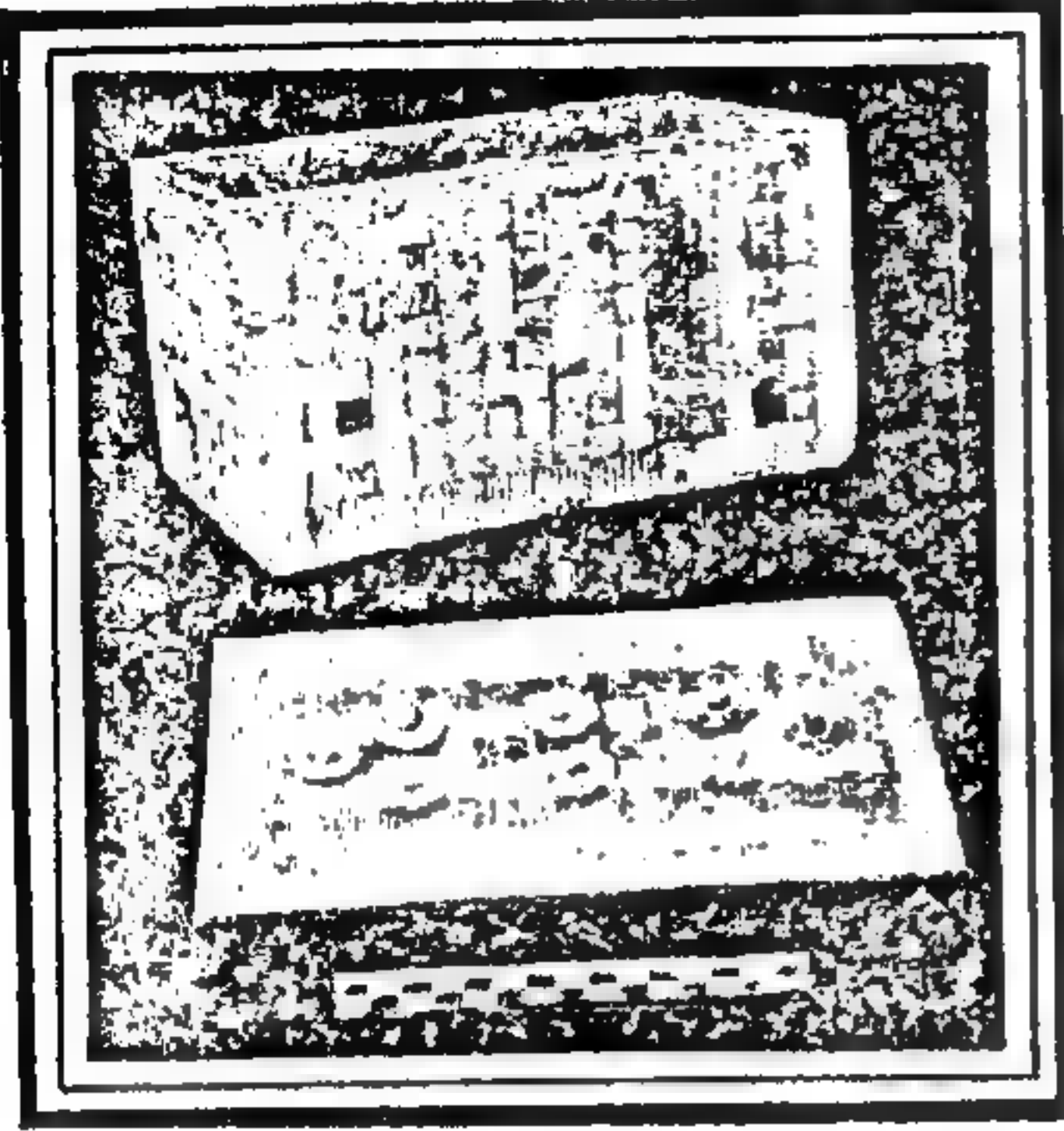
(الف) ہاتھی دانت کا ایک خوب صورت ڈبہ

(ب) ہاتھی دانت سے بنی ہوئی چند دیگر اشیا

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۸
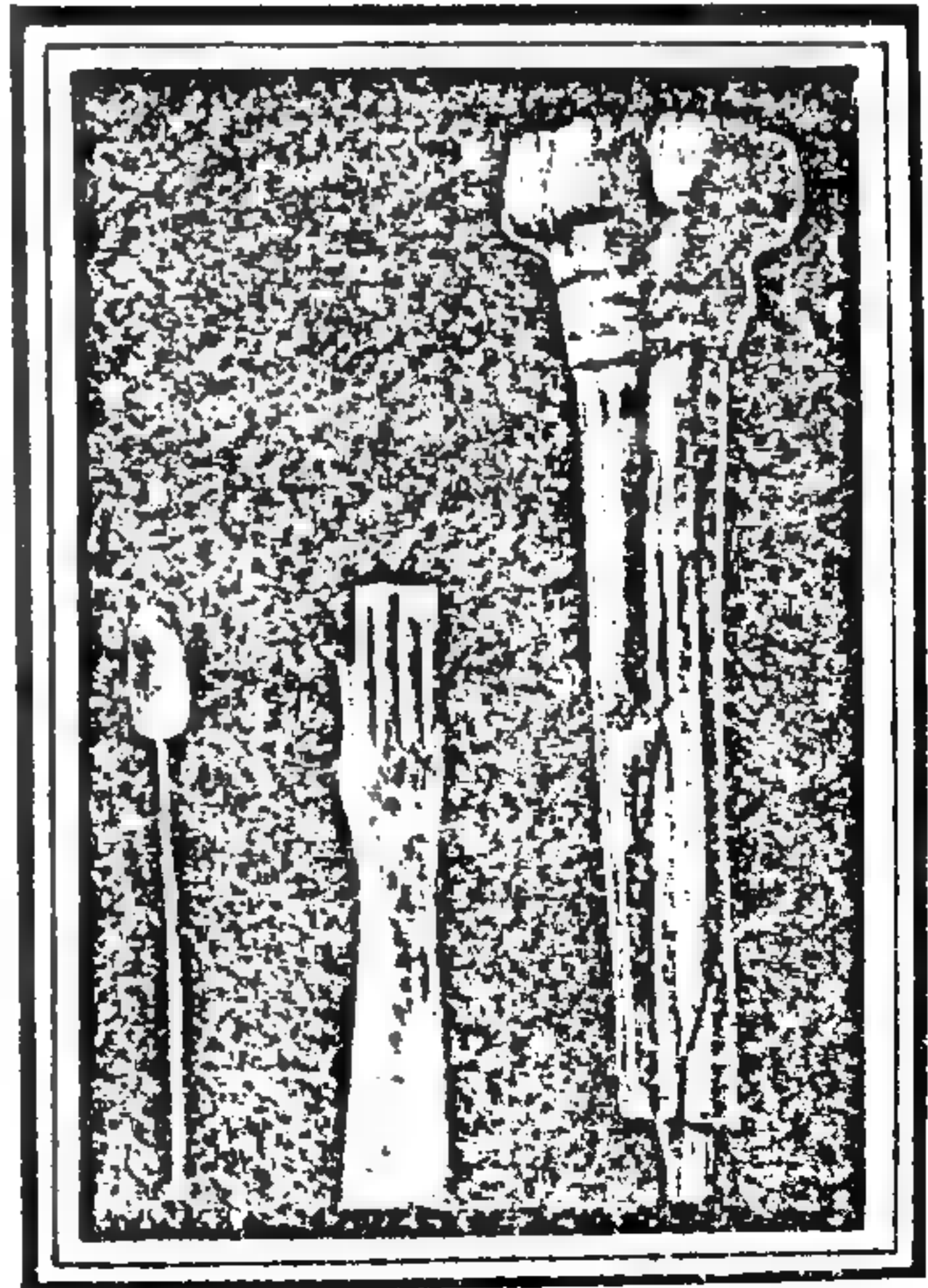
ایزز دیوی اور ہورس دیوتا۔ قدیم مصر کے دو دیوتا۔ (قدیم مصری مصوری سے)
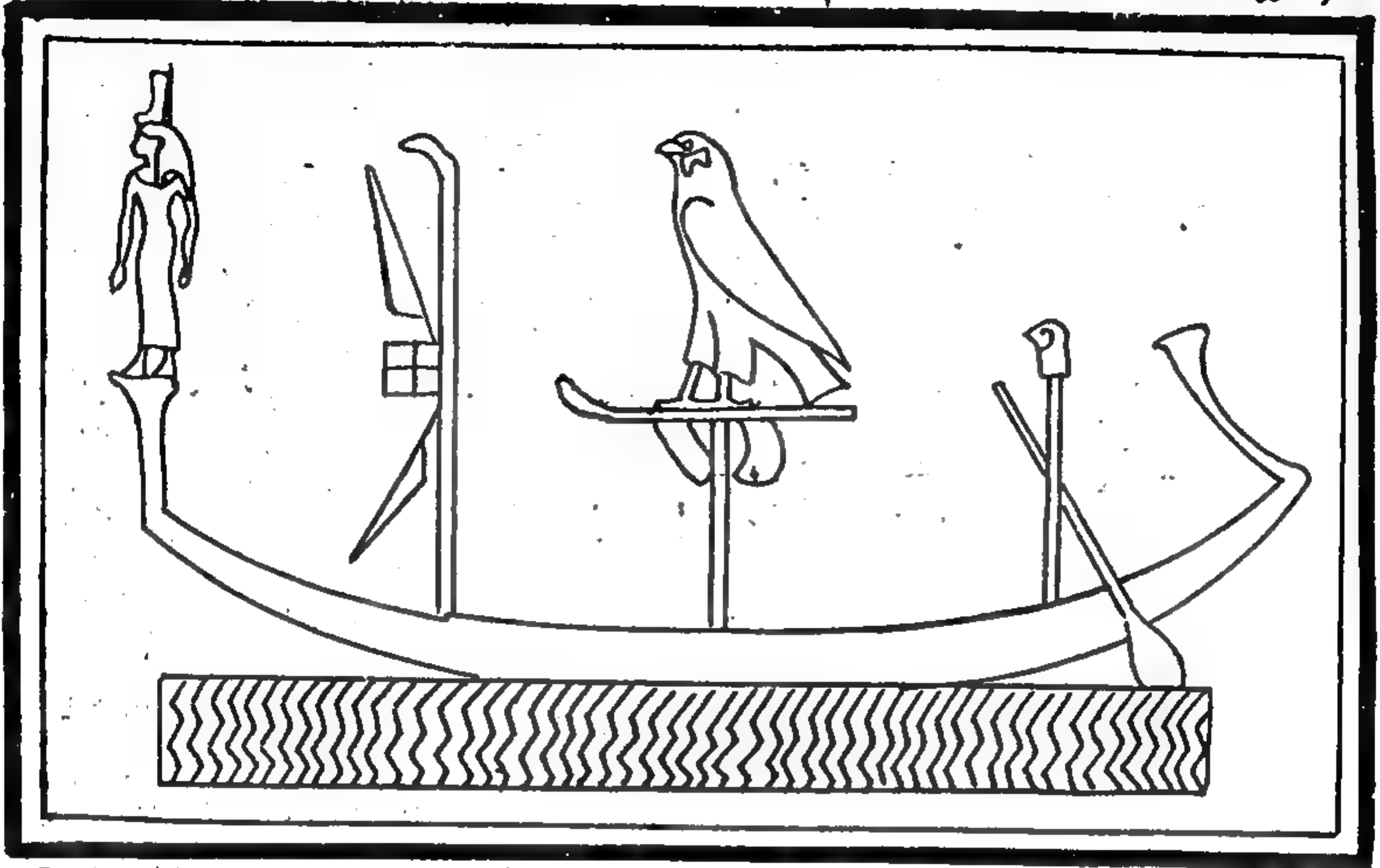
ایزز دیوی (ISIS) جو قدیم مصری اساطیر کے مطابق روح بخشنے والی دیوی تھی۔
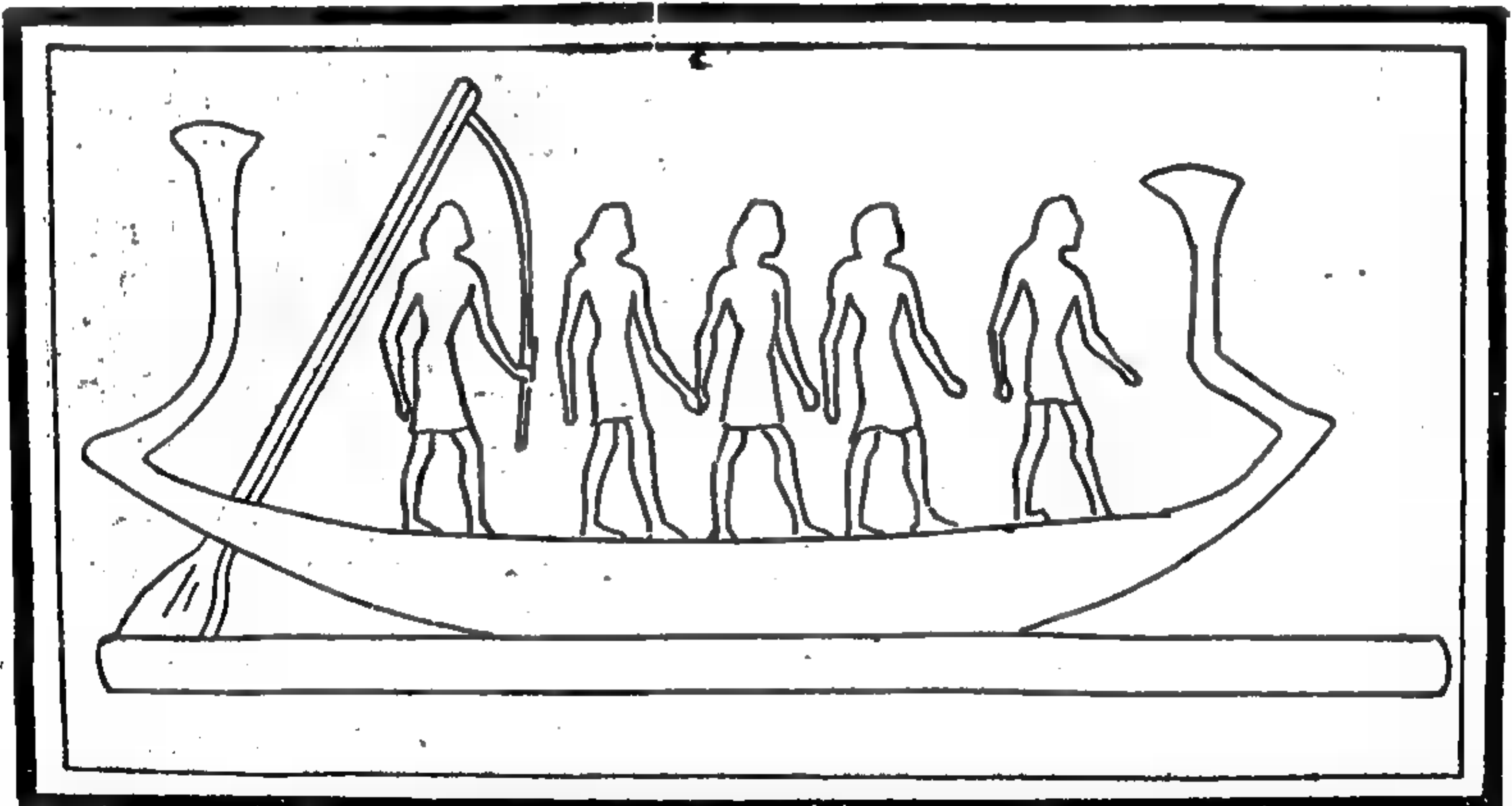
ہورس HORUS (جو قدیم مصری اساطیر کے مطابق درد و غم دُور کرنے والا سمجھا جاتا تھا) مصائب و آلام کے طوفان میں زندگی کی ناؤ کھیتے ہوئے۔

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۷

"اور موسیٰؑ سے کہنے لگے کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے، تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا، کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابانوں میں مرنے سے بہتر ہوتا" [۱]

اور پھر جب وادی سینا میں حضرت موسیٰؑ نے ان کو حکم دیا کہ کنعان کی طرف بڑھیں اور بزور شمشیر اس کو فتح کر کے اس پر قابض ہو جائیں تو وہاں کے لوگوں کی قد آوری اور طاقت کا حال سن کر وہ اس درجہ مرعوب ہوئے کہ

"ساری جماعت ان سے کہنے لگی ہائے کاش ہم مصر ہی میں مر جاتے، یا کاش اس بیابان ہی میں مرتے، خداوند کیوں ہم کو اس ملک میں لے جا کر تلوار سے قتل کرانا چاہتا ہے" [۲]

اور جب حضرت موسیٰ نے اصرار کیا تو انھوں نے انتہائی گستاخانہ جسارت سے جواب دیا :

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ (المائدہ ۲۴)	وہ بولے کہ موسیٰؑ جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے، تو تم اور تمھارا خدا جاؤ اور لڑو، ہم (تو) یہیں بیٹھے رہیں گے۔

مذہبی کیفیت یہی کیفیت ان کی مذہبی حالت کی بھی تھی، سورہ مومن کی آیت ۳۴ سے (جو اوپر گذر چکی ہے) یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی تعلیمات ان کے دل میں نہیں اتری تھیں اور وہ حق کی طرف سے شک وشبہ ہی میں تھے اور اکثر وبیشتر وہ اپنی سرکشی میں حد سے گذر جانے والے لوگ تھے، توحید خالص کی اس تعلیم مبین کے باوجود جو حضرت یعقوبؑ نے اپنے وصال کے وقت سب بیٹوں کو جمع کر کے دی تھی [۳] اور جس کو حضرت یوسفؑ نے اپنی وفات کے

---

[۱] توراۃ کتاب خروج باب ۱۴ آیات ۱۱-۱۲ [۲] توراۃ کتاب گنتی باب ۱۴ آیات ۲-۳ [۳] سورہ بقرہ آیت ۱۳۳

وقت "عہدالٰہی" کا ذکر کر کے دوبارہ تازہ کیا تھا[۱]۔ مصر کی بت پرستی ان کے دلوں پر اپنا اثر کیے بغیر نہ رہ سکی اور یہی وہ اثر تھا جو سامری کی ترغیب سے بالآخر گوسالہ پرستی پر منتج ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کی بعثت

مختصر یہ کہ غلامانہ ذہنیت نے ان کی تمدنی، معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی حالت کو اس درجہ پست کر دیا تھا اور حاکم قوم کے قاہرانہ مظالم برابر بڑھتے جا رہے تھے، اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ

"بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے اور روئے اور ان کا رونا جو ان کی غلامی کے باعث تھا خدا تک پہنچا اور خدا نے ان کا کراہنا سنا اور خدا نے اپنے عہد کو جو ابراہامؑ اور اضحاقؑ اور یعقوبؑ کے ساتھ تھا یاد کیا، اور خدا نے بنی اسرائیل پر نظر کی اور ان کے حال کو معلوم کیا"[۲]

اور بالآخر مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے۔

مصریوں کا تمدن

اس وقت مصری تمدن وحضارۃ میں بہت ترقی کر چکے تھے ان کی حکومت وقت کی نہایت عظیم الشان اور طاقتور مملکت تھی۔ اور دور دور اس کا شہرہ تھا۔ اس وقت عمالقہ کی ایک شاخ وہاں تخت وتاج کی مالک تھی، ان کو انگریزی میں "ہائیکسوس" (Hyksos) کہتے ہیں[۳]۔ عمالقہ دراصل عربوں کی ہی ایک شاخ ہے۔

اس وقت کے مصری جن کو قبطی بھی کہتے ہیں نہایت آسودہ حال اور متمول تھے اور غیر ملکیوں کو بڑی حقارت سے دیکھتے تھے خصوصاً گنعانیوں یعنی بنی اسرائیل سے ان کو خاص عناد تھا، وہ ان کو حقارت سے "چرواہا" کہا کرتے اور اپنی مکلف مجلسوں میں ان کو جگہ نہ دیتے۔ بنی اسرائیل کی حیثیت اس دور میں غلاموں سے زیادہ نہ تھی اور مصری جس طرح چاہتے قہرمانیاں کرتے اور ان پر مظالم توڑتے مگر ان کی کوئی داد فریاد سننے والا نہ تھا۔

---

[۱] توراۃ۔ کتاب پیدائش باب ۲۴ و ۲۵۔ [۲] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۲، ۲۳ تا ۲۵۔

[۳] I. H. E. Winlock 'The Rise a-- Fall of the Middle Kingdom in THEBES p.104.

دو اور قدیم مصری بُت جن کے چہرے انسانوں اور جسم شیروں کے ہیں۔

حوالہ صفحہ نمبر ۱۰۹
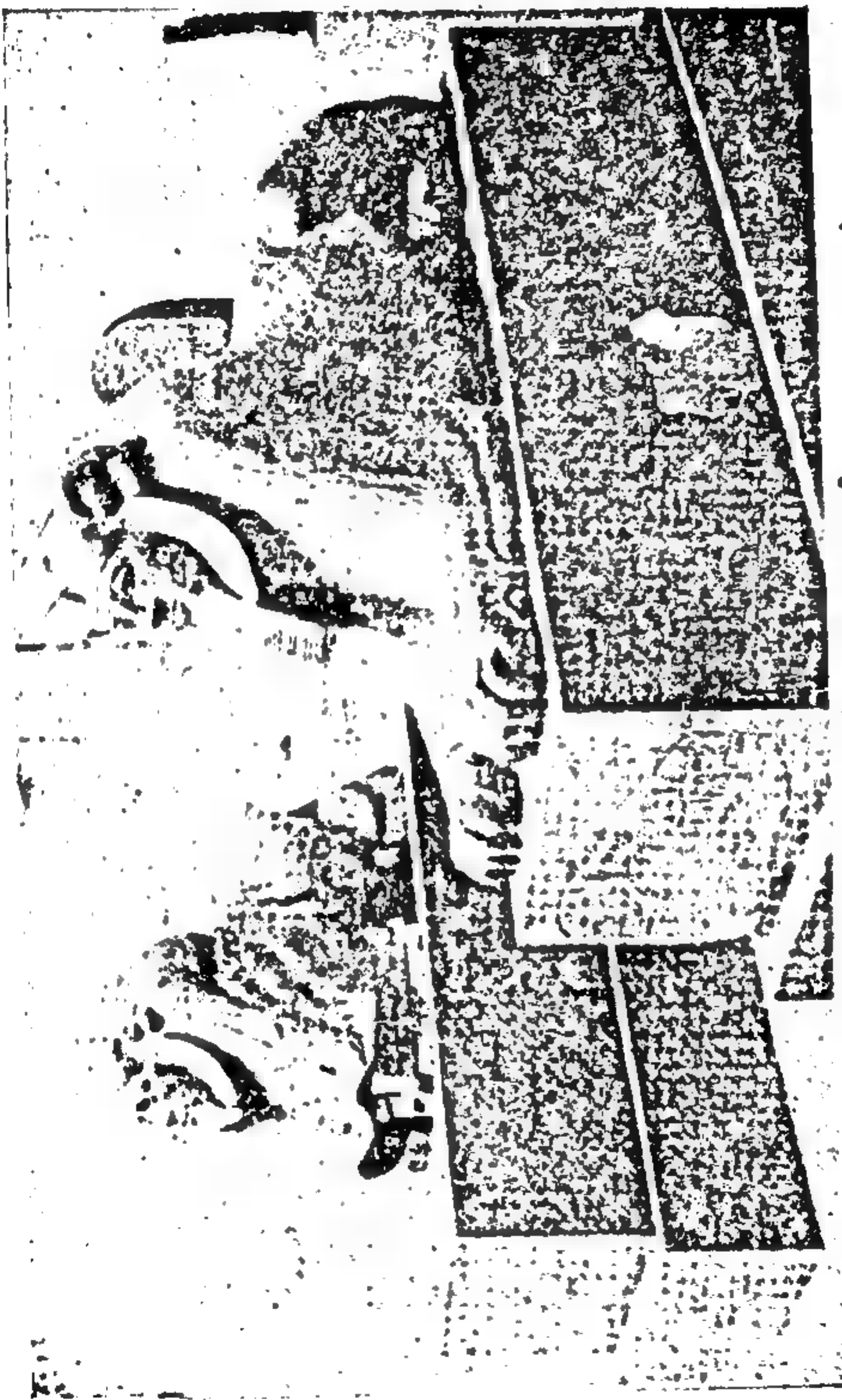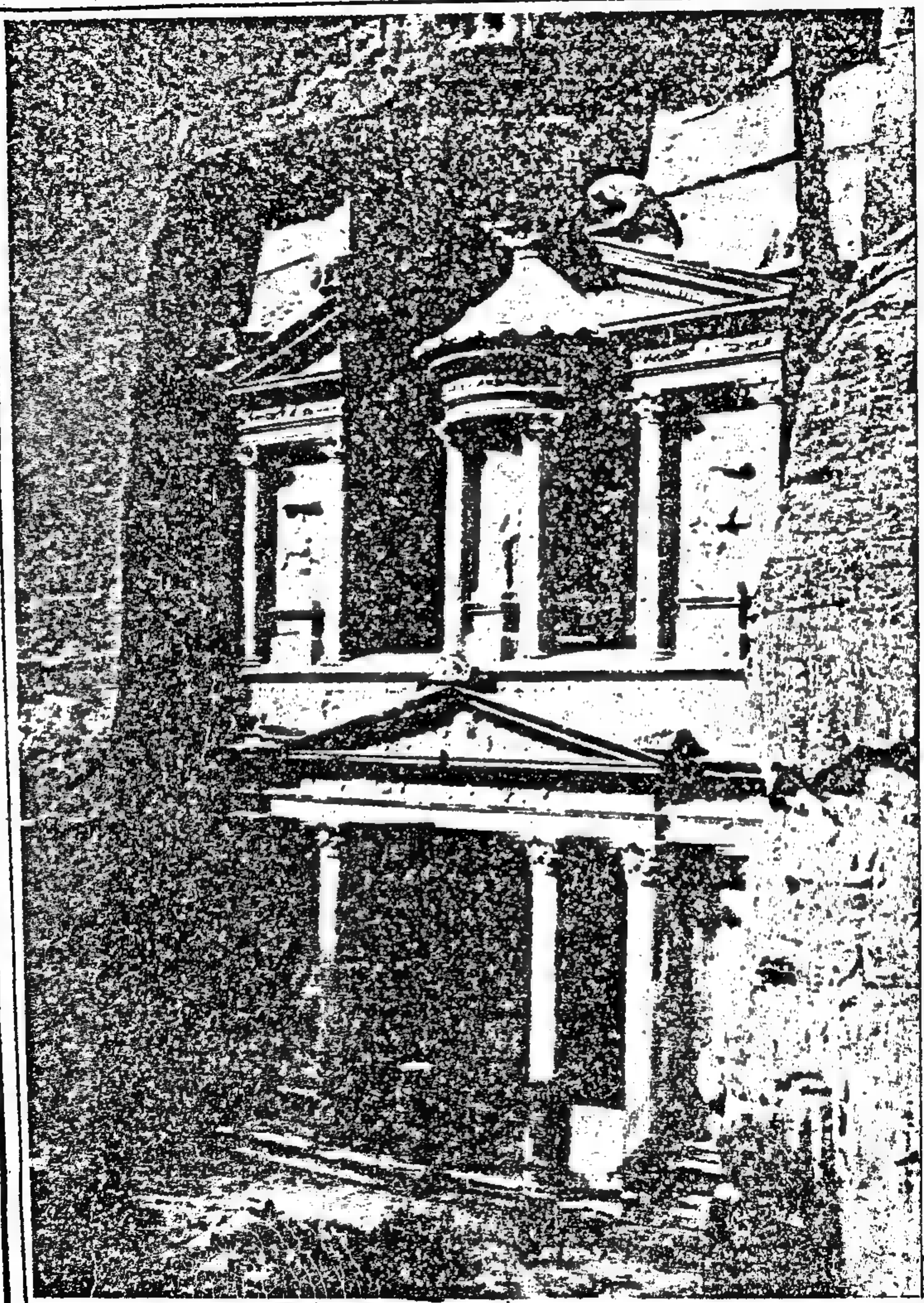
پیٹرا (رقیم) کے دروازہ کے قریب قدیم یونانی عمارت خزانہ جو ایک چٹان میں بنی ہے۔

حوالہ صفحہ نمبر ۱۱۱

مصریوں کو شاندار عمارتیں تعمیر کرنے کا شوق تھا جس کی خاموش گواہی آج تک مصر کے فلک بوس اہرام اور کھنڈرات دے رہے ہیں، ان کی زیادہ تر عمارتیں گارے، چونے اور اینٹوں سے بنتی تھیں اور مضبوطی اور پائیداری کے خیال سے یہ اینٹیں بھوسا ملا کر بنائی جاتی تھیں (خروج باب ۵ ۔ ۶ و ۷) مکانوں میں چوکھٹ دروازے (خروج باب ۱۲ ۔ ۲۳) اور صحن (خروج باب ۱۴ ۔ ۱) ہوتے تھے۔ روٹی عموماً خمیری کھائی جاتی تھی جو تندور میں لگتی تھی (خروج باب ۸ ۔ ۳) آٹا لگن اور تسلوں میں گوندھا جاتا تھا ان کی آرامگاہیں بڑی پُرتکلف ہوتی تھیں اور ان میں قیمتی پلنگ اور فرش ہوتے تھے غلام اور خدمت گذار ہر مصری کے یہاں ہوتے تھے، پینے کے لیے عموماً دریائے نیل کا صاف اور تازہ پانی استعمال کیا جاتا تھا (خروج باب ۷ ۔ ۲۴) ملک کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر درآمد و برآمد کے مناسب انتظامات کیے گئے تھے اور سمندر کے قریب بڑے بڑے شہر تعمیر کیے گئے تھے جو رسدگاہوں اور ذخیرہ اندوزی کے مرکزوں کا کام دیتے تھے۔ ان میں دو شہر پتوم اور رعمسیس بنی اسرائیل سے بیگاریں بنوائے گئے تھے (خروج باب ۱ ۔ ۱۱)

مصر کا ملک ہمیشہ سے نہایت سرسبز اور شاداب ملک رہا ہے اس لیے یہاں کھیتی باڑی خوب ہوتی تھی اور اس میں بھی بنی اسرائیل سے بیگار لی جاتی تھی۔ گیہوں، جو، کپاس اور دوسری فصلوں کے علاوہ یہاں سن کی بھی کاشت کی جاتی تھی (خروج باب ۹ ۔ ۳۱) زراعت کے علاوہ چوپائے بھی پالے جاتے تھے (خروج باب ۹ ۔ ۱۹)

سرداروں اور حکمرانوں کے علاوہ امراء و رؤسا کی سواری کے لیے بھی رتھ استعمال کیا جاتا تھا بادشاہ کے رتھ کے آگے آگے نقیب منادی کرتے جاتے تھے (پیدائش باب ۴۱ ۔ ۴۳) ان کی فوج بڑی زبردست اور پرشوکت تھی اور تین حصوں پر مشتمل تھی۔ رتھ سوار، گھوڑے سوار اور پیدل۔ (خروج باب ۱۴ ۔ ۹) حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں جس وقت فرعون اچانک اور بغیر تیاری کے نکلا ہے تو اس کے ساتھ پیدل اور سوار فوج کے علاوہ چھ سو سے زیادہ رتھ تھے (خروج باب ۱۴ ۔ ۷) فوجوں میں بڑی کثرت سے خیمے ہوتے تھے جو میخوں سے نصب کیے جاتے تھے۔

تمول اور عیش و عشرت کی یہ حالت تھی ان کے ملبوسات کتان و ریشم اور دیبا و حریر کے ہوا[1]

---

[1] پیدائش باب ۴۱ ۔ ۴۲۔ خروج باب ۱۲ ۔ ۳۷۔

کرتے تھے اور سونے چاندی کے زیورات کی اتنی افراط تھی کہ بنی اسرائیل مصر سے جاتے وقت ان کے طلائی ونقرئی زیور لے گئے تھے[1] وہ اتنی کثیر مقدار میں تھے کہ ان کا سنبھالنا اور لے جانا مشکل ہو گیا یہی وہ زیورات تھے جن کو گلا کر سامری نے بعد میں بچھڑا بنایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قوم نہایت متکبر مغرور اور انتہائی سرکش اور باغی تھی، اسی حقیقت کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ○ (یونس ۸۳)	اور بلاشبہ فرعون ملک میں (نہایت) متکبر و اور حد سے بڑھا ہوا تھا۔

اور سورہ دخان میں ہے۔

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ○ (دخان - ۳۱)	فرعون، بے شک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا۔

اور یہی حال اس کی پوری قوم کا تھا،

قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد و ہدایت کے پیش نظر ان کے اس تمول و خوشحالی اس عیش کی زندگی اور اس عظیم الشان تمدن کا تذکرہ اپنے مخصوص انداز میں اس طرح کیا ہے:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ○ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ○ (دخان آیات ۲۵ تا ۲۹)	وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے کھیتیاں اور نفیس مکان اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دو لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا، پھر ان پر نہ تو آسمان و زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت ہی دی گئی۔

مصریوں کا مذہب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے مصری، دنیا کے دوسرے قدیم ملکوں اور قوموں کی طرح مظاہر پرست تھے۔ شرک و بت پرستی ان کا شیوہ تھا، ستاروں

---

[1] خروج باب ۱۲۔ ایضاً باب ۳۲۔

طبیعت کی طاقتوں کے بُت بنا کر پوجے جاتے تھے' قبیلوں کے دیوتا الگ الگ ہوتے تھے'
[مصر] کے کچھ دیوتاؤں کا تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد اس طرح کرتے ہیں۔

"مصری مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے جن میں سے بعض تو خاص خاص قبیلوں اور علاقوں کے تھے جیسے نیقات' فتا اور رمات' اور بعض عالمگیر قوتوں کے الگ الگ مظاہر تھے جیسے اوزیرس' عالم آخرت کا خدا' میدا ورت آسمان کا خدا' کنیمو' جسم بنانے والا' ایزیز' روح بخشنے والی دیبی' طوط' عمر کی مقدار مقرر کرنے والا' ہوراس درد و غم دور کرنے والا' حاتور رگا سے رزق بخشنے والا' اور ان سب سے برتر آمن راع یعنی سورج کا دیوتا"

"نیز مصریوں میں الوہیت آمیز شاہی کا تصور بھی پوری طرح نشو و نما پا چکا تھا اور تاجداران مصر نے نیم خدا کی حیثیت اختیار کر لی تھی' ان کا لقب "فاراع" اسی لیے ہوا کہ وہ "راع" یعنی سورج دیوتا کے اوتار سمجھے جاتے تھے"[1]

[فر]عون موسیٰؑ

علامہ سید سلیمان ندوی نے مورخ یعقوبی کے حوالے سے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بتایا ہے[2] لیکن جدید اثری اکتشافات [اور] حجری کتبات سے اب یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ جس فرعون کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے [اور] جس کی آغوش میں آپ نے پرورش پائی وہ رعمسیس دوم[3] (Ramses II) تھا۔ رعمسیس

---

[1] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۰۷ بحوالہ (a) (Development of Religions and thought in Ancient Egypt by Breasted.)

(b) (Encyclopaedia of Religions and Ethics- J. Hastings)

[2] [ا]رض القرآن جلد اول ص ۱۵۳۔ [3] رعمسیس دوم کا تعلق مصر کے انیسویں حکمران خاندان سے ہے یہ شاہ سیتی Seti [کا بی]ٹا تھا اور اس کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا۔ رعمسیس دوم نے اپنے سرسٹھ سالہ دوران حکومت میں شام پر متعدد کامیاب [حم]لے کیے اور بہت سی شاندار عمارتیں تعمیر کرائیں اور کچھ نئے شہر بھی بسائے اس نے ایک شامی شہزادی سے شادی کی جس کا [نا]م "اُرمات نیفیرو راع" (UR-Mast Nefera Ra) رکھا گیا۔ اس کی متعدد ازواج میں سے [سب] سے اور زوجہ کا نام "ہینت مارع" (Hent-Ma-Ra) تھا جس کا مجسمہ رعمسیس دوم کے مجسمہ کے ساتھ ابوکبر (Ab Uki...) کے مقام پر کھدائی میں برآمد ہوا ہے۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۱۴۰ پر)

دوم اس زمانہ میں بہت معمر اور مسن ہو چکا تھا اس لیے اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے منفتاح کو شریک حکومت کر لیا تھا اور یہی اس کے بعد تخت و تاج کا مالک ہوا منفتاح، رعمسیس دوم کی ڈیڑھ سو اولادوں میں سے تیرھواں لڑکا تھا، بنی اسرائیل کے مصر سے خروج کے وقت یہی منفتاح وہ فرعون تھا جو غرق ہوا۔

بنی اسرائیل کے قیام مصر کی اثری شہادت

مورخین کا بیان ہے کہ مصر کی تاریخ قدیم میں بنی اسرائیل کا نام کہیں مذکور نہیں ہے اس لیے جن مورخین کے نزدیک الہامی کتابوں کی شہادت کافی نہیں ہے ان کا دعویٰ ہے کہ سرے سے بنی اسرائیل کا مصر میں داخلہ اور قیام ہی ثابت نہیں[1] مگر حال ہی میں فطرت نے تاریخ کی اس کمی کو بھی پورا کر دیا۔ ڈاکٹر فلینڈرس نے مصر میں ایک سنگی کتبہ دریافت کیا ہے جس پر سیاہ حروف میں عبارت کندہ ہے اور اس میں منفتاح کی فتوحات کا بڑے فخر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، یہ کتبہ ۵۹۱ھ مصری میں لکھا گیا تھا، یہ پہلا اثری نقش ہے جس میں بنی اسرائیل کا نام صراحت کے ساتھ آیا ہے اس جملہ کا ترجمہ یہ ہے :

"بنی اسرائیل تمام ہلاک ہو گئے اور ان کی نسل کا اب خاتمہ ہو گیا"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۹) رعمسیس دوم کی حنوط شدہ لاش انیسویں صدی کے آواخر میں "باب الملوک" کی وادی کی کھدائی میں برآمد ہوئی ہے یہ لاش ایک چوبی تابوت میں رکھی ہوئی تھی اس پر تین کتبے کندہ تھے پھر بھی بعض ماہرین آثار قدیمہ کو اس بارے میں کچھ شک تھا کہ یہ واقعی رعمسیس دوم کی لاش ہے۔ بالآخر رفع شک کی خاطر میسپیرو (Maspero) نے اوپر لپٹے ہوئے کپڑے کو ہٹایا اور لاش کے سینہ کے کفن پر روشنائی سے لکھا ہوا ایک واضح کتبہ دیکھا جس نے ہمیشہ کے لیے ان شکوک کا خاتمہ کر دیا اور قطعی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ یہ رعمسیس دوم ہی کی لاش ہے۔ یکم جون ۱۸۸۶ء کو خدیو توفیق کی موجودگی میں اس لاش کو کھولا گیا۔ یہ لاش اب قاہرہ کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔

رعمسیس دوم نے تقریباً ۱۱۰ سال کی عمر پائی تھی اور بیمار ہو کر فطری موت مرا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا جسم نہایت لاغر اور کمزور ہے بر خلاف اس کے اس کے بیٹے منفتاح نے اچانک بحر قلزم میں غرق ہو کر جان دی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تنومند اور صحت مند نظر آتا ہے اور اس کی لاش سے بیماری کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

[1] ملاحظہ ہو ایس۔ ڈبلو بیرن کی تصنیف "یہود کی سماجی اور مذہبی تاریخ" جلد اول حصہ اول۔
("Social and Religious History of the Jews"
by S. W. Baron, Vol. I, Part I.)

قصص القرآن جلد دوم

چند اہم اثری اکتشافات

(سفارت مملکتِ مصر، کراچی کے شکریہ کے ساتھ)
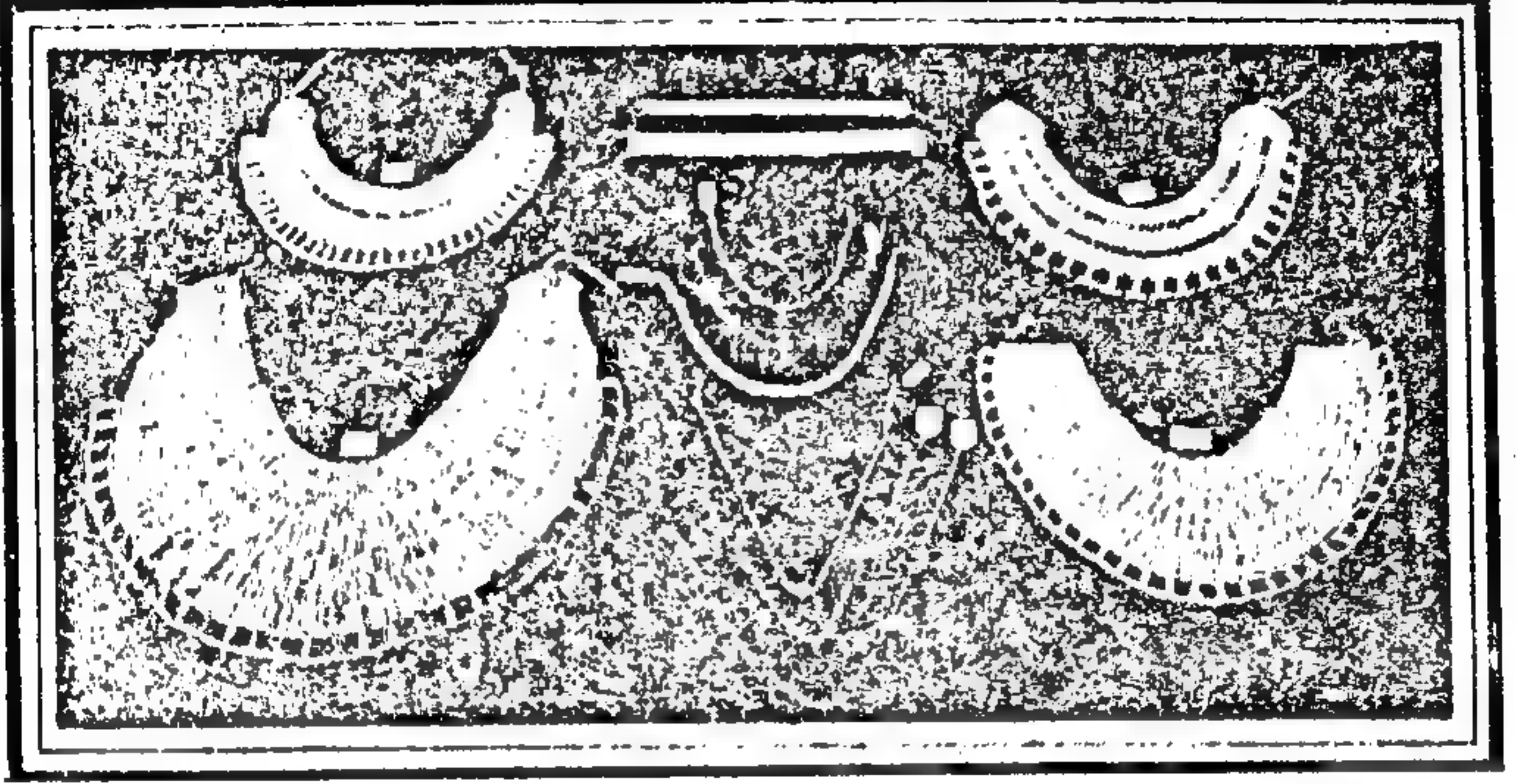
(الف) کھدائی میں برآمد ہونے والے چند طلائی زیورات
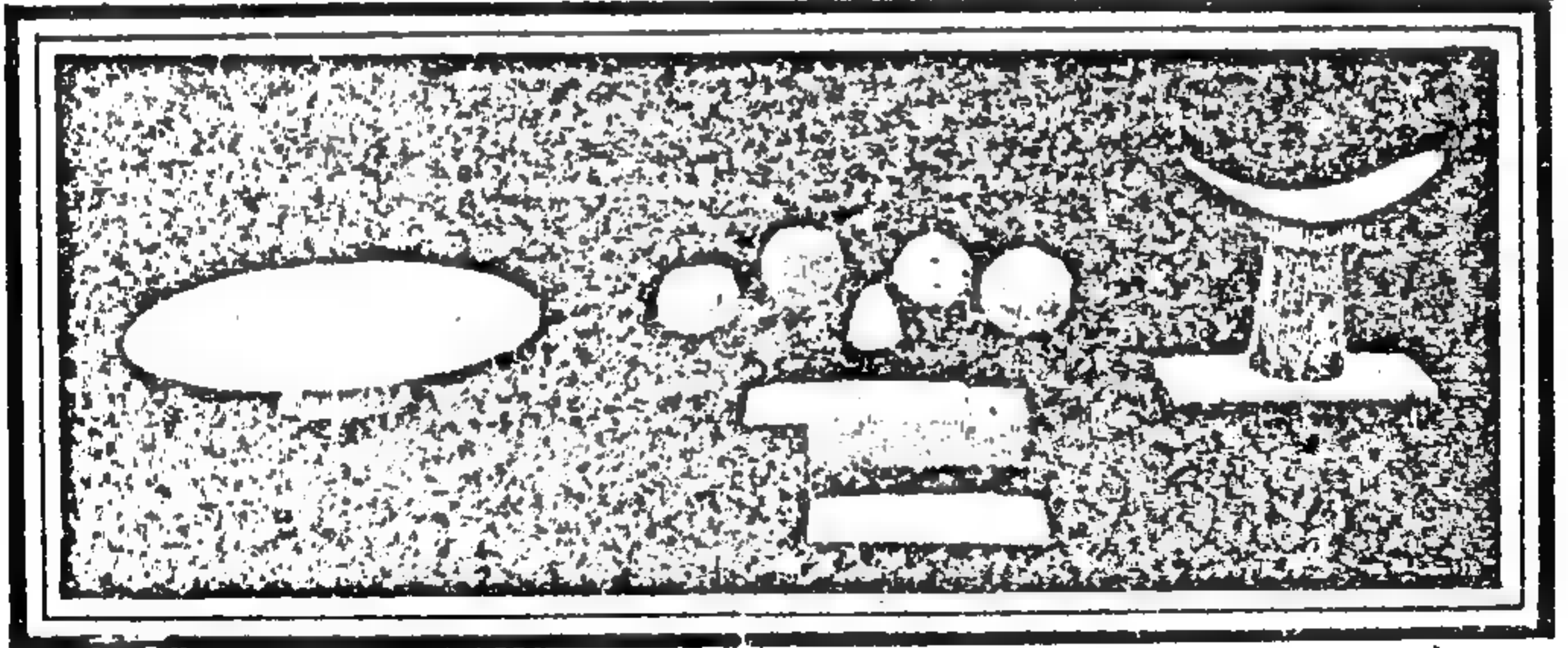
(ب) میز، ڈبہ، اسٹول، پانٹ، وغیرہ

حوالہ صفحہ نمبر ۱۱۲
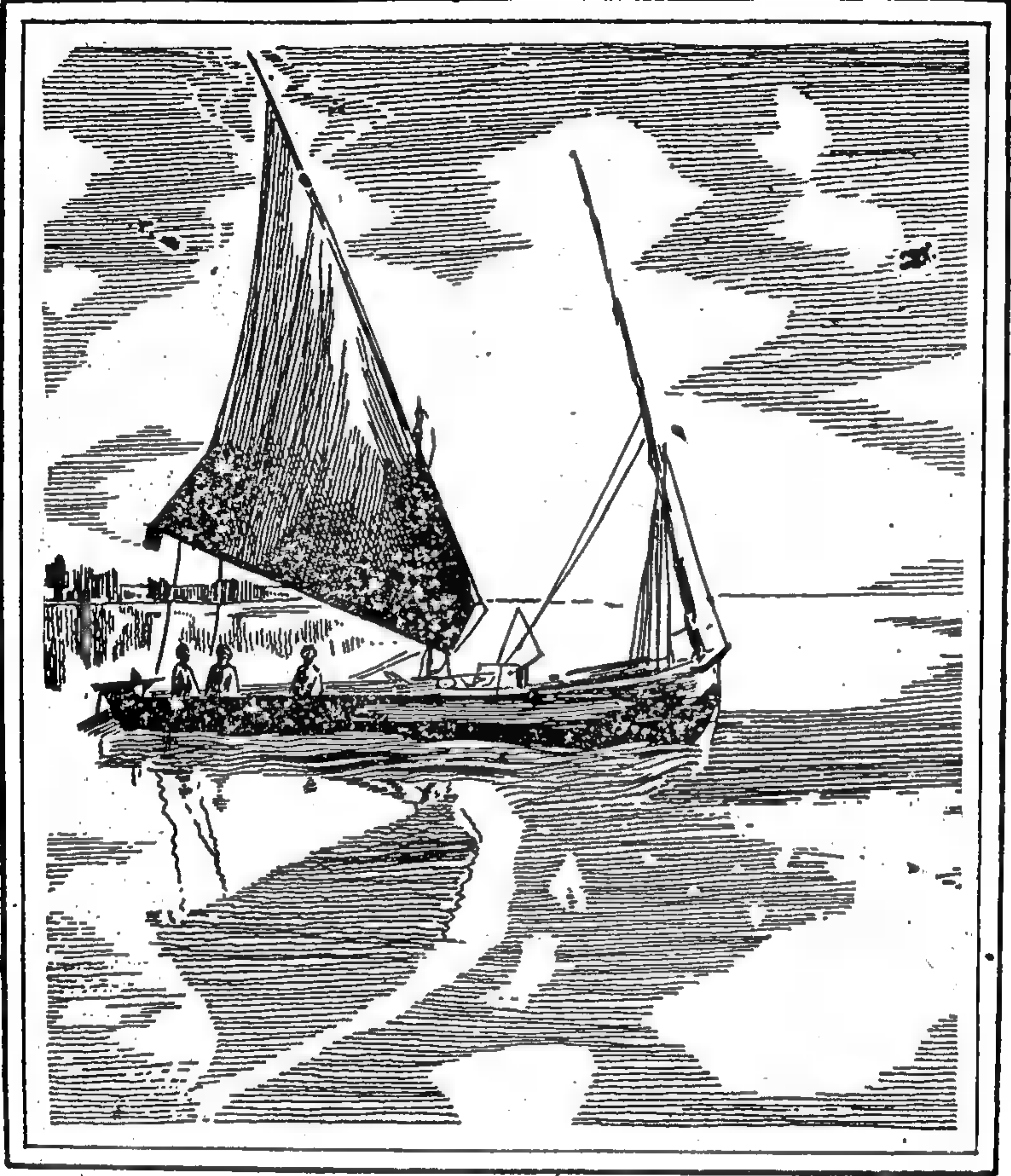
نیل کی ایک شام

حوالہ صفحہ نمبر ۱۹۰

فنیاس کہتا ہے کہ غالباً یہ کتبہ اس وقت کندہ کیا گیا جب مصریوں نے بنی اسرائیل کی نسل کشی کے لیے ان کی اولاد ذکور کو پیدا ہوتے ہی قتل کرنا شروع کر دیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ بس اب سب بنی اسرائیل ہلاک ہو جائیں گے اور ان کی نسل کا خاتمہ ہو جائے گا یا پھر بنی اسرائیل کے مصر سے نکل جانے اور فرعون کے غرق ہو جانے کے فوراً بعد غلام قوم کے ہاتھوں اپنی ذلت آمیز رسوائی اور شکست کو چھپانے کے لیے حقیقت پر کذب و افتراء کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور سمجھ لیا تھا کہ یہ جھوٹ اس لیے چل جائے گا کہ اب مصر میں بنی اسرائیل کا وجود باقی نہیں رہا۔

بہر حال حقیقت حال جو کچھ بھی ہو کم از کم اس سے تاریخ کی ایک کھوئی ہوئی کڑی فراہم ہو گئی اور تاریخی اعتبار سے مصر میں بنی اسرائیل کا قیام ثابت ہو گیا ہے۔

عام طور پر قدیم مصری تاریخ میں بنی اسرائیل کے تذکرہ کے فقدان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصری بنی اسرائیل کو اس قدر ذلیل سمجھتے تھے کہ نہ ان کو اپنی محفلوں میں آنے کی اجازت دیتے تھے، نہ ان کے ساتھ معاشرت رکھتے تھے اور نہ اپنی تاریخوں میں ان کے تذکرہ کو برداشت کر سکتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کے ظہور کی بشارت

توراۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ اپنے وطن بابل سے ہجرت کر کے کنعان تشریف لائے ہیں اسی وقت وحی الٰہی نے ان کو بنی اسرائیل کے مصر میں قیام و غلامی اور بالآخر وہاں سے واپسی کے متعلق مطلع کر دیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش میں ہے۔

> "سورج ڈوبتے وقت ابرام پر گہری نیند غالب ہوئی اور دیکھو ایک بڑی ہولناک تاریکی اس پر چھا گئی، اور اس نے ابرام سے کہا، یقین جان کہ تیری نسل کے لوگ ایسے ملک میں جو ان کا نہیں پردیسی ہوں گے اور وہاں کے لوگوں کی غلامی کریں گے اور وہ چار سو برس تک ان کو دکھ دیں گے، لیکن میں اس قوم کی عدالت کروں گا جس کی وہ غلامی کریں گے اور بعد میں وہ بڑی دولت لے کر وہاں سے نکل آئیں گے .... اور وہ چوتھی پشت میں یہاں لوٹ آئیں گے"[1]

---

[1] توراۃ۔ کتاب پیدائش۔ باب ۱۵۔ ۱۲ تا ۱۴ اور ۱۶

اور حضرت یوسفؑ نے اپنی وفات کے وقت اس کے متعلق پیشین گوئی کی تھی جس کا تذکرہ توراۃ میں موجود ہے:

"اور یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا، میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم کو اس ملک سے نکال کر اس ملک میں پہنچائے گا جس کے دینے کی قسم اس نے ابرہامؑ اور اضحاقؑ اور یعقوبؑ سے کھائی تھی اور یوسفؑ نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا، خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا، سو تم ضرور ہی میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا"۔ [1]

یہ دراصل حضرت موسیٰؑ ہی کے ظہور کی بشارت تھی چونکہ مصر میں بنی اسرائیل کے چہار صد سالہ قیام اور غلامی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں ان کو ان مصائب سے نجات ملی اور وہ مصر سے نکلے اور اس طرح یہ پیشینگوئیاں پوری ہوئیں۔

حضرت موسیٰؑ کی پیدائش

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ بھی عجیب ہے جس کو توراۃ اور قرآن کریم دونوں نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

رعمسیس دوم اپنے وقت کا نہایت جابر و قاہر اور مطلق العنان حکمران تھا، اور اس نے مصر کے اصلی باشندوں (قبطیوں) اور غیر ملکیوں (سبطیوں یا بنی اسرائیل) کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور بنی اسرائیل کو اپنے ظلم و قہرمانیت سے ابھرنے اور پنپنے کا موقع نہ دیتا تھا۔

اسمٰعیل سدیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ایک دن فرعون نے خواب دیکھا۔ کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ مصر میں پھیلی اور اس سے مصریوں کے تمام گھر جل کر راکھ ہو گئے صرف بنی اسرائیل کی آبادی ہلاکت سے بچ گئی۔ اس کی تعبیر کاہنوں اور نجومیوں نے یہ دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے ہاتھوں تیری سلطنت تباہ و برباد ہو جائے گی چنانچہ اس نے یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو اولاد ذکور پیدا ہو اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں بنی اسرائیل میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک پیشین گوئی بہت مشہور تھی

---

[1] توراۃ۔ کتاب پیدائش۔ باب ۵۰، ۲۴ و ۲۵

جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر مصر کی تباہی مقدر ہے اور اس وقت وہ اس کی پیدائش کے منتظر تھے۔ یہ خبر شدہ شدہ فرعون تک پہنچی جس پر اس نے یہ حکم صادر کیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو، وہ قتل کر دیا جائے۔

توراۃ میں یہ دونوں واقعات مذکور نہیں ہیں مگر اس کے بیان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کا یہ حکم ایک سیاسی اقدام تھا، اس نے غیر ملکیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو مملکت کے استحکام کے لیے ایک مستقل خطرہ تصور کر کے مستقبل میں ان کی نسل کو بڑھنے سے روکنے اور کمزور بنا دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی تھی (کتاب خروج باب ۱ ۵ تا ۲۲)

قرآن کریم ان غیر ضروری تفصیلات سے تعرض نہیں کرتا، وہ نفس واقعہ کا اس طرح ذکر کرتا ہے:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (سورۂ قصص-۴)

بلاشبہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا، ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔

اور آپ کی ولادت کے ساتھ ہی ساتھ آپ کی والدہ ماجدہ کو بذریعہ وحی یا الہام یہ ہدایت فرمائی گئی کہ جب تک بچہ کے قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ پلاتی رہیں اور جب اندیشہ ہو تو تابوت (صندوق) میں رکھ کر دریائے نیل کے سپرد کر دیں اور اس بچہ کی طرف سے ہرگز ہراساں اور آزردہ خاطر نہ ہوں اس لیے کہ اس کی حفاظت خدا کے ذمہ ہے:

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ

اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی ماں کی طرف کہ اس کو دودھ پلاتی رہو، جب تم کو اس کے بارے

وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ (القصص - ۷)	میں کچھ خوف پیدا ہو تو اُسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ غمگین ہونا۔

اور پھر مشیت الٰہی کے اس فیصلہ سے آپ کو مطلع کر کے آپ کی تالیفِ قلب، تسکین اور دلدہی کر دی گئی کہ عنقریب اللہ اس برگزیدہ مولود کو آپ کی آغوش شفقت تک پھر پہنچا دے گا، خدا کو اس سے بڑے بڑے کام لینا ہیں، وہ اس کو منصب رسالت پر سرفراز فرمائے گا اور کوئی چیز اللہ کے ارادہ میں حائل نہیں ہو سکتی ہے، چنانچہ اسی سورۃ اور اسی آیت میں اس کے آگے ہے:

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (القصص - ۷)	ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور اس کو پیغمبر بنا دیں گے۔

توراۃ میں اس الہام اور حضرت موسیٰ کی والدہ کے اس شرف و فضیلت کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ توراۃ میں یہ ہے:

"اور اس نے یہ دیکھ کر کہ بچہ خوب صورت ہے تین مہینہ تک اسے چھپا کر رکھا، اور جب اُسے زیادہ نہ چھپا سکی تو اس نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا لیا اور اس پر چکنی مٹی اور رال لگا کر لڑکے کو اس میں رکھا اور اسے دریا کے کنارے جھاؤ میں چھوڑ آئی۔"[۱]

لیکن قرآن کی سورہ طٰہٰ میں "سرکنڈوں کے ٹوکرے" کی بجائے "تابوت" (صندوق) مذکور ہے، ممکن ہے کہ یہ تابوت "سرکنڈوں" کا بنا ہو۔

توراۃ میں ہے کہ یہ تابوت وہیں جھاؤ میں تھا کہ فرعون کی بیٹی اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا پر غسل کرنے آئی اور بچہ کو صندوق میں دیکھ کر،

"اسے اس پر رحم آیا اور کہنے لگی یہ کسی عبرانی کا بچہ ہے۔"

لیکن قرآن مجید میں فرعون کی بیٹی کا کہیں ذکر نہیں ہے، ہمارے مفسر بتاتے ہیں کہ دریائے نیل کی ایک شاخ شاہی باغ میں سے گذرتی تھی، صندوق بہتا ہوا اس میں آیا اور کنارے پر جا لگا، فرعون کی بیوی حضرت

---

[۱] توراۃ - کتاب خروج - باب ۲

آسیہؓ جو نہایت برگزیدہ اور فضیلت مآب خاتون تھیں' ان کی نظر پڑی اور انھوں نے بچہ کو اٹھا کر فرعون سے اس کو متبنیٰ کرنے کی خواہش کی مشیت ایزدی نے بچہ میں محبت ڈال دی تھی دونوں دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور اس طرح حضرت موسیٰ فرعون کے متبنیٰ قرار پائے۔

قرآن کریم میں ہے کہ "فرعون کے گھر والوں" نے بچہ کو اٹھایا اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ کو ان پر محبت اتری اور انھوں نے ان کی جان کی حفاظت او متبنیٰ بنانے کی خواہش کی:

فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـــِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (القصص ۸، ۹)	پھر فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لیے (موجب) غم ہو' بیشک فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر چوک گئے' اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' اس کو قتل نہ کرنا' شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں' اور وہ بے خبر تھے۔

فرعون کو کیا معلوم تھا کہ آج جس بچہ کو وہ بڑی خوشی اور شوق سے گود لے رہا ہے یہ وہی بچہ ہے جس کے ہاتھوں اس کی اور اس کی عظیم الشان مملکت کی تباہی مقدر ہو چکی ہے اور جس کے ڈر سے وہ ہزار ہا معصوم بچوں کو تہ تیغ کرا چکا ہے' آج وہ اور اس کا وزیر ہامان اور اس کی پر ہیبت فوجیں سب مشیت ایزدی کے سامنے درماندہ ہیں اور آج اس طفل محترم کے سب سے بڑے دشمن ہی اس کے محافظ اور مربّی بنے ہوئے ہیں۔

زنِ فرعون حضرت آسیہؓ

آیات بالا میں امراة الفرعون (فرعون کی بیوی) کا ذکر آیا ہے ان کا نام "آسیہؓ" تھا۔ ہمارے مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ اسرائیلی خاتون تھیں' حالانکہ قیاس کہتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو توراۃ میں اس کا ذکر بڑے اشتیاق کے ساتھ نمایاں طور پر موجود ہوتا مگر توراۃ اس باب میں بالکل خاموش ہے بلکہ توراۃ میں امراۃُ الفرعون کا ذکر ہی نہیں ملتا

فرعون کی بیٹی کا ذکر ہے۔ قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتہائی برگزیدہ، فضیلت مآب اور کامل خاتون تھیں۔ یہ فرعون کے کفر، اس کے مظالم اور اس کی بداعمالیوں سے سخت بیزار اور نالاں تھیں اور خدا کی درگاہ میں اس کے مآل بد سے پناہ اور اپنی بخشش کی دعا مانگا کرتی تھیں، ان کی برگزیدگی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ تحریم میں ان کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ کے ساتھ کیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

(التحریم ۱۱ و ۱۲)

اور مومنوں کے لیے (ایک) مثال (تو) فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال سے نجات بخش اور ظالم قوم سے مجھے مخلصی عطا فرما، اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریمؑ کی، جنھوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرمانبرداروں میں سے تھیں۔

اور صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے:

"حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں میں تو بہت سے لوگ کمال کو پہنچے لیکن عورتوں میں صرف آسیہؓ، فرعون کی بیوی اور مریمؑ بنت عمران درجۂ کمال کو پہنچی تھیں اور عائشہؓ کی دیگر عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی دیگر کھانوں پر۔"

رضاعت اور ایام طفولیت

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈالنے کا واقعہ شام کے وقت پیش آیا، رات کسی نہ کسی طرح ماں کی ممتا

نے تڑپ تڑپ کر گذاری لیکن صبح کو بے قراری اس درجہ بڑھی کہ قریب تھا کہ دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ جائے اور حضرت موسیٰ کی پیدائش کا وہ راز تشت از بام ہو جائے جس کو تین مہینے سے چھپا کر رکھا تھا لیکن تائید ایزدی نے بروقت بڑھ کر ان کے دل کو سنبھالا اور راز کو فاش ہونے سے بچا لیا :

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (قصص - ۱۰)

اور صبح کو موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس (بے قراری) کو ظاہر کر دیں غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں ۔

ماں کی ممتا اور بے قراری کا اندازہ ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا امام بخاریؒ ان الفاظ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں ۔

"یعنی موسیٰؑ کی والدہ کا دل سوائے موسیٰؑ کی یاد کے اور ہر چیز سے خالی ہو گیا"

فرعون کے محل میں جب یہ صندوق کھلا اور اس میں سے بچہ برآمد ہوا جس کو بادشاہ اور ملکہ نے گود لے لینے کا فیصلہ کر لیا تو یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی ۔ حضرت موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی اور حضرت موسیٰؑ کی بڑی بہن مریم کو حکم دیا کہ پوشیدہ طور پر بچہ کا پتہ لگانے جائیں اور علیحدہ رہ کر اور اپنے آپ کو بیگانہ ظاہر کر کے دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے، مریم گئیں اور اجنبی بن کر دور سے دیکھتی رہیں ۔ اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ اس بچہ کی بہن ہیں ۔

ادھر مشیتِ ایزدی نے تمام انتظامات مکمل کر دیے تھے، جب حضرت آسیہؓ اور فرعون نے آپ کو بیٹا بنا کر پالنے کا فیصلہ کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دودھ پلانے والی عورتیں طلب کی گئیں، مگر قدرتِ الٰہی نے پہلے ہی سے حضرت موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا ۔ آپ نے ہرگز منہ نہ لگایا اور اب فکر یہ پیدا ہوئی کہ ایسی دایہ کہاں سے اور کیسے فراہم کی جائے جس کا دودھ بچہ پی لے ۔ فرعون کے آدمی اس فکر و تجسس میں تھے کہ مریم نے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو امید ہے کہ بچہ کو اچھی طرح پال سکیں اور خیر خواہی و ہمدردی کے ساتھ اس کی

پرورش کر سکیں، فوراً حضرت موسیٰؑ کی والدہ طلب کی گئیں اور ان کے گود میں لیتے ہی حضرت موسیٰؑ نے ان کا دودھ پینا شروع کر دیا یہ دیکھ کر فرعون کے گھر والے بہت خوش ہوئے اور حضرت موسیٰؑ کی والدہ بہت انعام و اکرام لے کر حضرت موسیٰ کو اپنے سینے سے لگائے ان کو دودھ پلانے اور ان کی پرورش کرنے کے لیے اپنے گھر واپس آ گئیں اور اس عجیب و غریب طریقہ پر اللہ کا وہ وعدہ پورا ہوا جو بذریعہ الہام اُن سے کیا گیا تھا۔ قرآن کریم میں ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(القصص ۱۱ تا ۱۳)

اور (موسیٰ کی والدہ نے) اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، پھر دیکھتی رہی اس کو اجنبی بن کر اور ان (لوگوں) کو خبر نہ ہوئی، اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر (دائیوں کے) دودھ حرام کر دیے تھے۔ پھر (موسیٰ کی بہن نے) کہا، میں تم کو ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لیے (اس بچہ کو) پالیں اور اس کی خیر خواہی (سے پرورش) کریں، تو ہم نے (اس طرح سے) ان کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور ان کو معلوم ہو کہ خدا کا وعدہ سچا ہے، لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

توراۃ میں یہ تفصیلات موجود نہیں ہیں، اصل واقعہ بھی کچھ تحریف کے ساتھ درج ہے، اول تو اس کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ کو دریا میں ڈالا گیا اسی وقت ان کی بہن وہاں کھڑی ہوئی ان کو دیکھتی رہیں اور اسی وقت فرعون کی بیٹی جو دریا پر نہانے آئی تھی اس نے انھیں اٹھا لیا، دوسرے یہ کہ فرعون کی بیٹی نے آپ کو گود لیا۔ (خروج باب ۲ ، ۳ تا ۱۰) قرآن کریم کی جو تصریحات اوپر گذر چکی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ توراۃ کے ان بیانات میں خصوصاً دوسرا بیان بالکل غلط ہے۔

سورۂ طٰہٰ میں بھی ان واقعات کا ذکر نسبتاً کچھ اجمال سے ہوا ہے، خود حضرت موسٰیؑ سے خطاب ہوتا ہے :

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ۝ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۝ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ۝ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ

(طٰہٰ ۳۷ تا ۴۰)

اور بلاشبہ ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان کیا تھا جب ہم نے تمھاری والدہ کو الہام کیا تھا جو تمھیں بتایا جاتا ہے (وہ یہ) کہ اسے صندوق میں رکھو پھر اس کو دریا میں ڈال دو تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا (اور) میرا اور اس کا دشمن اُسے اٹھالے گا، اور (موسٰیؑ) میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی (اس لیے کہ تم پر مہربانی کی جائے) اور اس لیے کہ تم میرے سامنے پرورش پاؤ۔ جب تمھاری بہن (فرعون کے یہاں) گئی اور کہنے لگی کہ میں تمھیں ایسا شخص بتاؤں جو اس کو پالے تو (اس طرح سے) ہم نے تم کو تمھاری ماں کے پاس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہوں۔

اس طرح حضرت موسٰیؑ کے ایام رضاعت اپنی والدہ کی آغوش میں اور ایام طفولیت فرعون کے محلات اور حرم سراؤں میں گذرے اور آپ پل کر بڑے ہوئے۔

سن رشد اور عطائے علم و دانش

حضرت موسٰیؑ جب جوان ہوئے تو صحت و جسمانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ ان کی مثال ملنا مشکل تھی، حق تعالیٰ کو اب چونکہ آپ سے کار نبوت انجام دلانا تھا اس لیے جسمانی قوت و طاقت کے ساتھ ساتھ آپ کو علم و دانش کے انتہائی مدارج بھی عطا فرما دیے گئے۔ اور بارگاہ ایزدی سے یہ انعام تھا آپ کے زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری اور نیکوکاری کا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (القصص ۱۴)

اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچے اور بھرپور جوان ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عنایت کیا۔ اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ اور قتلِ قبطی

حضرت موسیٰ اکثر باہر نکل کر حالات کا مشاہدہ فرمایا کرتے اور قبطیوں (مصریوں یا فرعونیوں) کے تغلب و تکبر اور اپنی قوم کی مذلت و زبوں حالی کو دیکھ دیکھ کر کڑھا کرتے۔ ایک روز رات کے وقت جب لوگ محو خواب تھے آپ شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک قبطی ایک اسرائیلی کو مار رہا ہے۔ ہمارے مفسرین کہتے ہیں کہ یہ قبطی فرعون کا باورچی تھا جو ایک عبرانی کو بیگار کے لیے مجبور کر رہا تھا اور اس کو زدوکوب کر رہا تھا۔ عبرانی حضرت موسیٰ کو دیکھ کر آپ سے مدد کا خواستگار ہوا۔ حضرت موسیٰؑ سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا اور آپ نے مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے بچانے کی نیت سے آگے بڑھ کر اس قبطی کے ایک گھونسہ مار دیا۔ یہ ایک معمولی انسان کا گھونسہ نہ تھا، یہ منصب نبوت پر فائز ہونے والے ایک جلیل القدر پیغمبر اور خدا کے محبوب کا گھونسہ تھا، قبطی اس کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔ یہ قتل اگرچہ عمداً نہ تھا محض اتفاقی تھا (چونکہ ہر فعل کی حقیقت اس کی نیت پر مبنی ہوتی ہے اور آپؑ کا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہ تھا) تاہم موسیٰ علیہ السلام اس فعل پر نادم ہوئے اور اپنی شان اور درجہ علم و حکمت کے لحاظ سے اس کو خطا تصور کر کے خدا سے مغفرت کے خواستگار ہوئے اور مغفرت ان کو عطا فرما دی گئی۔

توراۃ کا بیان ہے کہ (العیاذ باللہ) حضرت موسیٰ نے دانستہ اور بالارادہ اس قبطی کو قتل کیا تھا۔ اور اس کو ریت میں چھپا دیا تھا۔ کتاب خروج میں ہے:

> "اُس نے دیکھا کہ ایک مصری اس کے ایک عبرانی بھائی کو مار رہا ہے، پھر اُس نے اِدھر اُدھر نگاہ کی اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے تو اُس نے مصری کو جان سے مار کر اُسے ریت میں چھپا دیا" (کتاب خروج باب ۲ (۱۱ تا ۱۲)

سخت حیرت ہے محرفین توراۃ کی اس بیباکی و جراتِ رندانہ پر کہ اپنے محبوب ترین پیغمبر کا دامن بھی بے داغ

نہیں چھوڑتے۔ خیال کیجیے کہ حضرت موسیٰؑ کی عظمت کے یہ نام نہاد معترف کہاں ہیں اور قرآن کہاں ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ز هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ج فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ لا فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ز قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○

(القصص ۱۵ تا ۱۷)

اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے تھے ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا اُن کے دشمنوں میں سے، تو جو شخص ان کی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا مدد طلب کی تو انھوں نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا کہنے لگے کہ یہ کام تو (اغوائے) شیطان سے ہوا، بیشک وہ (انسان کا) دشمن اور صریح بہکانے والا ہے، بولے کہ اے پروردگار میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو خدا نے انکو بخش دیا، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے، کہنے لگے کہ اے پروردگار، تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں (آیندہ) کبھی گنہ گاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔

اندیشہ تھا کہ اگر اس حادثہ کی خبر شہر میں پھیل گئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ فرقہ وارانہ اشتعال پیدا ہو کر دوسرے مصائب و فتن کا دروازہ کھل جائے اس لیے صبح کے وقت آپ انتظار اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ پھر شہر میں داخل ہوئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے، ناگہاں دیکھا کہ وہ اسرائیلی کسی دوسرے شخص سے لڑ رہا ہے اب حضرت موسیٰ کو خیال ہوا کہ یہ خود ہی شر پسند اور بد طینت ہے، آپ نے اسے تہدید و تنبیہ کی اور اس کے دشمن قبطی کو پکڑ کر الگ کر دینا چاہا، لیکن وہ اسرائیلی سمجھا کہ ناراض مجھ پر ہوئے ہیں تو ہاتھ بھی میرے ہی لیے اٹھایا ہو گا فوراً چیخ اٹھا کہ کل آپ نے اس قبطی کو مار ڈالا آج میری جان لینا چاہتے ہیں۔

اس طرح قبطی کا قتل جو آپ تک پردۂ راز میں تھا اس کی زبان سے ظاہر ہو کر مشہور ہو گیا۔ اسکی خبر فرعون تک پہنچی، وہاں مشورے ہوئے کہ غلام قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ شاہی قوم کے افراد اور سرکاری ملازمین کو قتل کر ڈالے چنانچہ حضرت موسٰی کے قتل کا مشورہ ہوا اور آپ کی گرفتاری کا فرمان جاری کر دیا گیا، اس مجمع میں ایک نیک طبیعت اور پاک باطن شخص بھی تھا جس کے دل میں اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰیؑ کی ہمدردی اور خیر خواہی پیدا کر دی تھی یہ فیصلہ ہونے کے بعد وہ بعجلت تمام افتاں و خیزاں حضرت موسٰیؑ کے پاس آیا اور واقعہ کی اطلاع دے کر مشورہ دیا کہ آپ فی الفور شہر چھوڑ کر چلے جائیں ورنہ آپ کی جان سخت خطرے میں ہے حضرت موسٰی نے خدا سے دعا کی اور ڈرتے ڈرتے مصر سے نکل کھڑے ہوئے:

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ
فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ
يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ
إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ۝ فَلَمَّا أَنْ
أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ
لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ
نَفْسًا بِالْأَمْسِ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا
فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ۝
وَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ
يَسْعَىٰ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ
بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ
مِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا
يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ

پھر صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) تو ناگہاں دیکھا کہ وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے (موسٰیؑ نے) اس سے کہا کہ تو تو صریح گمراہی میں ہے جب موسٰیؑ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ (یعنی موسٰیؑ کی قوم کا آدمی) بول اٹھا کہ جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اسی طرح) چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو، تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم و ستم کرتے پھرو اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکو کاروں میں ہو اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا کہ موسٰیؑ (شہر کے) رئیس تمھارے بارے میں مشورے کرتے ہیں کہ تم

الظّٰلِمِیْنَ ۝ع (قصص ۱۸ تا ۲۱)

کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ، میں تمہارا خیر خواہ ہوں' موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے کھڑے ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے) (اور) دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے'

توراۃ میں تفصیلات درج نہیں ہیں نہ اس مرد نیک کا کوئی تذکرہ ہے جس نے حضرت موسیٰ کو خطرہ سے آگاہ کر کے مصر سے نکل جانے کا مشورہ دیا تھا' توراۃ میں صرف اس قدر ہے:

"پھر دوسرے دن وہ باہر گیا اور دیکھا کہ دو عبرانی آپس میں مار پیٹ کر رہے ہیں تب اُس نے اسے جس کا قصور تھا کہا کہ تو اپنے ساتھی کو کیوں مارتا ہے' اُس نے کہا تجھے کس نے ہم پر حاکم یا منصف مقرر کیا' کیا جس طرح تو نے اس مصری کو مار ڈالا' مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تب موسیٰ یہ سوچ کر ڈرا کہ بلاشک یہ بھید فاش ہو گیا' جب فرعون نے یہ سُنا تو چاہا کہ موسیٰ کو قتل کرے پر موسیٰ فرعون کے ملک سے بھاگ کر ملک مدیان میں جا بسا" [۱]

ورودِ مدین حضرت موسیٰ مصر سے نکلے تو راستہ سے واقف نہ تھے' اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ سیدھے راستہ پر چلائے اس نے سیدھے مدین کے راستہ پر ڈال دیا جہاں پہنچ کر صرف امن و اطمینان اور متاہل زندگی ہی نہیں ملی بلکہ درجۂ نبوت اور شرف ہم کلامی اور دیدارِ الٰہی سے بھی سرفراز ہوئے۔ مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا اور مصر سے آٹھ دس دن کی راہ پر واقع تھا' یہاں کے پیغمبر (توراۃ کی زبان میں "کاہن") حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو اس وقت بہت سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے۔

حضرت موسیٰ جب تھکے ماندے مدین کے کنوئیں کے پاس پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ چوپانوں اور گڈریوں کی ایک بھیڑ وہاں جمع ہے اور وہ لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور

---

[۱] توراۃ۔ کتاب خروج۔ باب ۲ ۱۳ تا ۱۵۔

بھیڑ کے ایک طرف شرم وحیا کی پیکر دو حور شمائل لڑکیاں اپنے ریوڑوں کو روکے ہوئے کھڑی اور ان کو پانی پلانے کے لیے خاموشی سے مجمع کے منتشر ہو جانے کا انتظار کر رہی ہیں[1] یہ غالباً حضرت صفورہ اور ان کی ایک بہن تھیں، یہ دونوں حضرت شعیبؑ کی بیٹیاں تھیں۔ توراۃ میں ہے کہ

"مدیان کے کاہن کی سات بیٹیاں تھیں، وہ آئیں اور پانی بھر بھر کر کٹھڑوں میں ڈالنے لگیں تاکہ اپنے باپ کی بھیڑ بکریوں کو پلائیں۔"[2]

لیکن قرآن کہتا ہے:

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدَانِ ۚ (القصص ۲۳)	اور پایا ان کے ایک طرف دو عورتوں کو جو روکے کھڑی تھیں (اپنی بھیڑ بکریوں کو)

ممکن ہے حضرت شعیبؑ کے کل ملا کر سات لڑکیاں ہوں لیکن مدین کے کنوئیں پر حضرت موسیٰؑ کی ملاقات دو ہی سے ہوئی جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے، پھر توراۃ کا یہ بیان بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ پانی بھر رہی تھیں، قرآن نے تصریح کی ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو لیے ہوئے علیحدہ منتظر کھڑی تھیں۔

حضرت موسیٰ نے ان کو اس طرح بے یار و مددگار اور مجبور دیکھ کر دریافت فرمایا:

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ (القصص ۲۳)	(موسیٰ نے ان سے) کہا تمھارا کیا حال ہے؟

انھوں نے جواب دیا،

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ (القصص ۲۳)	وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے چارپایوں کو) نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں

حضرت موسیٰؑ نے یہ سُنا تو باوجودیکہ تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے تھے آپ کو غیرت محسوس ہوئی کہ میرے موجود ہوتے صنفِ ضعیف یوں ہمدردی سے محروم رہے آپ اُٹھے اور مجمع کو ہٹا کر ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور وہ دونوں رخصت ہو گئیں۔ حضرت موسیٰؑ وہاں سے ہٹ کر ایک پیڑ کے سایہ میں بیٹھ گئے اور

---

[1] قرآن کریم سورۂ قصص آیات ۲۲ و ۲۳ [2] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۲، ۱۶

بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے:

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ○ (القصص ۲۴)	اے پروردگار تو جو نعمت میری طرف نازل فرمائے میں اس کا محتاج ہوں۔

ادھر لڑکیوں نے آپ کو دیکھا تو سمجھ گئیں کہ کوئی نووارد اور مسافر ہے، حضرت شاہ عبدالقادر رح موضح القرآن میں فرماتے ہیں:

"عورتوں نے پہچانا کہ چھاؤں پکڑتا ہے، مسافر ہے، دُور سے آیا ہوا، تھکا، بھوکا۔"

انھوں نے اپنے والد محترم حضرت شعیب علیہ السلام سے جاکر سارا واقعہ بیان کیا، آپ نے اپنی پیغمبرانہ فراست سے سمجھ لیا کہ آج مدین میں کس درجہ برگزیدہ مسافر وارد ہوا ہے۔ آپ نے فوراً اپنی ایک بیٹی کو آپ کے بلانے کے لیے بھیج دیا۔

مناکحت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے خیر طلب کی تھی اور خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر خیر بھیجی آپ نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ز قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ط (القصص ۲۵)	ان میں سے ایک عورت شرماتی لجاتی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تاکہ تمھیں اس بات کا بدلہ دیں کہ تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا۔

قیاس کہتا ہے کہ یہ آپ کی ہونے والی زوجہ حضرت صفورہ ہوں گی۔ غرض آپ ان کے ہمراہ حضرت شعیبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے اپنا تمام ماجرا بیان کیا، حضرت شعیبؑ نے فرمایا:

لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (القصص ۲۵)	خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔

اتنے میں حضرت شعیبؑ سے ان کی ایک صاحبزادی نے جو غالباً یہی حضرت صفورہ تھیں حضرت

موسیٰؑ کو ملازم رکھ لینے کی سفارش کی انھوں نے کہا کہ بہترین ملازم کی دو صفتیں ہیں قوت اور امانت، اور یہ دونوں ان میں موجود ہیں، قوت کا اندازہ تو آپ کے ڈیل ڈول اور تنومندی اور پورے مجمع کو ہٹا کر پانی بھرنے کے واقعہ سے کیا ہوگا اور آپ کی امانت کا اندازہ اس بے لوثی اور بے غرضی سے لگایا ہوگا جس کے ماتحت آپ نے یہ عمل کیا تھا اور آپ کی اس عصمت و عفت سے سمجھا ہوگا جس کا اظہار آپ کے انداز گفتگو اور برتاؤ سے ہوا تھا:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝ (القصص ۲۶)

ایک لڑکی بولی کہ ابا ان کو نوکر رکھ لیجیے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار (ہو)

یہ سن کر حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰ سے فرمانے لگے:

قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (قصص، ۲۷)

انھوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں اس (شرط) پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو وہ تمھاری طرف سے (احسان) ہے اور میں تم پر تکلیف ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھے انشاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا:

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ (القصص ۲۸)

کہا مجھ میں اور آپ میں یہ (عہد پختہ) ہوا، میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں، پھر مجھ پر زیادتی نہ ہو، اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں خدا اس کا گواہ ہے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بڑی مدت (یعنی دس سال کی مدت) پوری کی۔ غرض کہ

کہ اس طرح آپ کا نکاح حضرت صفورہ سے ہو گیا اور اس وقت سے آپ کی متاہل زندگی کی ابتداء ہوئی۔
توراۃ میں یہ تفصیلات موجود نہیں ہیں، البتہ اس میں یہ ہے کہ رعوایل[1] نے حضرت موسیٰ کو اپنے یہاں بلا کر خاطر تواضع کی اور

"موسیٰ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہو گیا تب اس نے اپنی بیٹی صفورہ موسیٰ کو بیاہ دی، اور اس کے ایک بیٹا ہوا اور موسیٰ نے اس کا نام جیر سوم یہ کہہ کر رکھا کہ میں اجنبی ملک میں مسافر ہوں"۔[2]

حضرت موسیٰ کے خسر کا نام

یہ دس سال کی موعودہ مدت جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے حضرت موسیٰ نے مدین میں اپنے خسر کی بھیڑ بکریاں چراتے میں گذاری۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ مدین کے اس شیخ کبیر کا نام قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے، بزار اور ابن ابی حاتم کی طویل روایات میں نام ضرور آیا ہے مگر ان روایات کے صحیح اور مرفوع ہونے میں ابن کثیرؒ اور ابن جریرؒ کو کلام ہے۔ البتہ ان کا اور ان کی بیٹی کا نام جو حضرت موسیٰ کے عقد میں آئیں توراۃ نے بتایا ہے اور اس کی تصریح کے مطابق یہ شعیب علیہ السلام اور ان کی بیٹی صفورہ ہیں اور ہمارے علماء اور مفسرین میں بھی یہی قول راجح اور مشہور ہے۔

منصب نبوت

ابتداء سے اس وقت تک حضرت موسیٰ کی زندگی کے واقعات کس قدر حیرت افزاء اور تعجب خیز ہیں، وقت کی سب سے بڑی سلطنت کا جابر و قاہر حکمران نجومیوں کے ذریعہ آگاہ ہو چکا ہے کہ غلام قوم میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اس کی سلطنت اور اس کی قوم کے لیے ہلاکت کا موجب ہوگا۔ اس خطرہ کو دُور کرنے کے لیے شاہی فرمان سے غلام قوم میں پیدا ہونے والے ہزارہا معصوم بچے قتل کیے جا چکے ہیں، لیکن جب یہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی پرورش اور پرداخت اسی سب سے بڑے دشمن کی آغوش شفقت میں ہوتی ہے۔ اس طرح الطاف خسروانہ اور نوازشات شاہانہ میں ناز و نعم

---

[1] توراۃ نے مختلف مقامات پر حضرت شعیبؑ کے تین نام لیے ہیں (۱) رعوایل (خروج باب ۳، ۱ اور باب ۲) RAUEL (۲) یترو (خروج باب ۱۸، ۱ اور باب ۲) JETHRO اور (۳) حوباب HOBAB (گنتی باب ۱۰، ۲۹ اور قضاۃ باب ۴، ۱۱)
[2] توراۃ کتاب خروج باب ۲ (۲۱، ۲۲)

سے پل کر جوان ہوتے ہیں تو ایک دن ایک ایسا فعل سرزد ہو کر بالآخر فاش ہو جاتا ہے کہ آپ کو مجبوراً اور بالکل غیر متوقع طور پر ان تمام آسائشوں اور راحتوں کو خیرباد کہہ کر ایک اجنبی اور غیر ملک کی طرف تن تنہا بھاگنا پڑتا ہے جہاں نہ کوئی مونس و غمگسار ہے نہ کوئی ہمدرد و خیرخواہ، یہاں اتفاقیہ کنوئیں پر دو لڑکیاں ملتی ہیں جن کی بے لبسی اور لاچاری پر ترس کھا کر آپ ان کا پانی بھر دیتے ہیں اور اس طرح ان لڑکیوں کے والد محترم تک آپ کی رسائی ہوتی ہے جو بالآخر اس اجنبی دیس میں صرف آپ کو مہمان ہی نہیں بلکہ اپنا داماد بھی بنا لیتے ہیں، وہ لوگ جو پیغمبر کی زندگی میں معجزوں اور عجوبوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ کاش ان کی زندگی کا کبھی بغور مطالعہ کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ خود اُن کی زندگی ہی سراسر معجزہ اور عجوبہ ہوتی ہے اس وقت فرعون کی محل سراؤں میں پلا ہوا شاہزادہ مدین کا ایک چرواہا تھا!

لیکن خدا تعالیٰ کا ابھی سب سے بڑا انعام باقی تھا، حضرت موسیٰ کی ذات ان حالات و حوادث اور ان امتحانوں اور آزمائشوں کی بھٹی میں تپائی جا رہی تھی اور اب وہ نکھر کر خالص سونا بن چکی تھی، فطرت ان کو پختہ تر اور پایندہ تر بنا کر اپنے مقرر کیے ہوئے ایک خاص معیار اور مخصوص اندازہ پر لا رہی تھی اور اب وہ وقت آ گیا تھا کہ مشیت ایزدی میں جو بات پہلے سے مقدر ہو چکی تھی اور جس کی بشارت آپ کی ولادت ہی کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کو دے دی گئی تھی، اس کا ظہور ہو جائے۔

سورۂ طٰہٰ میں ان ہی سابقہ واقعات کے اجمالی تذکرہ کے بعد حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوتا ہے

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۥ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۥ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ (طٰہٰ ۴۰ و ۴۱)	اور ہم نے تمھاری کئی بار آزمائش کی، پھر کئی سال اہل مدین میں ٹھہرے رہے، پھر اے موسیٰ تم (قابلیت رسالت کے) اندازہ پر آپہنچے اور ہم نے تم کو اپنے (کام کے) لیے بنایا ہے!

اس اجمال کی تفصیل نیچے آتی ہے۔

کوہ طور اور تجلی الٰہی | توراۃ کا بیان ہے:

"اور موسیٰ اپنے خسر یترو (حضرت شعیبؑ) کی جو مدیان کا کاہن تھا بھیڑ

بکریاں چراتا تھا اور وہ بھیڑ بکریوں کو ہنکاتا ہوا ان کو بیابان کے پرلی طرف سے خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک لے آیا، اور خداوند کا فرشتہ ایک جھاڑی میں سے آگ کے شعلہ میں اس پر ظاہر ہوا، اس نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی ہے پر وہ جھاڑی بھسم نہیں ہوتی ......" [1]

لیکن قرآن کریم نے اس عظیم الشان واقعہ کی جو تفصیلات پیش کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ توراۃ کے اس بیان میں کئی غلطیاں ہیں، اول تو یہ کہ جس وقت یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا، اس وقت آپ اپنے خسر کی بھیڑ بکریاں نہیں چرا رہے تھے بلکہ مع اہل وعیال کے مدین سے واپس تشریف لے جا رہے تھے۔ توراۃ نے اس کا مقام "خدا کا پہاڑ حورب" بتایا ہے۔ قرآن نے اس کا نام "طور" بتایا ہے اور پھر اس پہاڑ پر خاص اس جگہ کی بھی تصریح کر دی ہے جہاں یہ مشاہدہ ہوا۔ توراۃ کہتی ہے کہ آگ کے شعلہ میں "خدا کا فرشتہ" ظاہر ہوا مگر قرآن کا بیان ہے کہ خود تجلی الٰہی نے ظہور فرمایا :

اب قرآن کی زبان سے اس مشاہدہ کی تفصیلات سنیئے،

حضرت شعیبؑ کے ساتھ دس سال کی موعودہ مدت پوری کرنے کے بعد حضرت موسیٰؑ مع اہل و عیال کے مصر کو مراجعت کے ارادہ سے تشریف لے جا رہے ہیں، سردی کا وقت ہے، رات کی تاریکی ہے، راستہ گم ہو گیا ہے، بھیڑ بکریوں کا گلہ ساتھ ہے، جب طور کی طرف سے گذر ہوتا ہے اور وادی طویٰ میں پہنچتے ہیں تو ایک جانب سے آگ کی سی روشنی نظر آتی ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا (قصص ۲۹)	جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر چلے تو طور کی طرف سے آگ دکھائی دی۔

اور یہ مقام کوہ طور کے داہنی طرف واقع تھا:

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ	اور ہم نے ان کو طور کی داہنی طرف پکارا اور

[1] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۳ و ۲

وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ٥ (سورہ مریم ۵۲)	باتیں کرنے کے لیے نزدیک بلایا۔

اور خاص وہ جگہ جہاں یہ تجلی جلوہ سامان تھی، طویٰ کی مقدس وادی تھی۔

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ٥ (طٰہٰ ۱۲)	تم (یہاں) پاک میدان طویٰ میں ہو۔

سردی کی شدت اور اندھیرے میں راستہ بھول جانے سے آپ سخت پریشان تھے اب ایک طرف آگ نظر آئی تو ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھیرو، میں جاتا ہوں تاکہ تمھارے تاپنے کے لیے آگ لے آؤں یا وہاں پہنچکر راستہ کا کچھ پتہ لگا سکوں۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ٥ (طٰہٰ - ۱۰)	جب انھوں نے آگ دیکھی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھیرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) تاکہ اس میں سے تمھارے پاس سلگا کر لے آؤں یا آگ پر پہنچکر راستہ کا پتہ پاؤں

سورہ نمل اور سورہ قصص میں یہ بھی مذکور ہے کہ آگ آپ اس لیے لانا چاہتے تھے کہ گھر والے تاپ سکیں۔ سورۂ نمل میں ہے کہ آپ نے گھر والوں سے فرمایا کہ وہاں جاکر راستہ کا پتہ لاتا ہوں یا

اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ٥ (نمل - ۷)	یا سلگتا ہوا انگارہ تمھارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔

سورۂ قصص میں بھی یہی ہے:

اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ٥ (قصص - ۲۹)	یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپو۔

یہ آگ حقیقت میں دنیاوی آگ نہ تھی بلکہ نور جلال الٰہی یا حجاب ناری تھا جس کا ذکر صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

یہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ نے عجیب منظر دیکھا، ایک درخت سے عجیب وغریب اور پر ہیبت شعلے بھڑک رہے ہیں، آگ جس قدر بڑھتی ہے درخت اسی قدر زیادہ شاداب اور سرسبز ہوتا جاتا ہے

اور جوں جوں درخت کی سرسبزی اور شادابی میں اضافہ ہوتا ہے آگ کا اشتعال بھی تیز ہوتا جاتا ہے، حضرت موسیٰؑ آگ کے قریب جانے کا قصد کرتے ہیں کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھا لائیں مگر جتنا وہ آگے بڑھتے ہیں آگ پیچھے ہٹتی جاتی ہے، گھبرا کر لوٹنا چاہتے ہیں تو آگ آگے بڑھ کر تعاقب کرتی ہے، اسی حیرت و دہشت کے عالم میں ایک آواز آتی ہے:

"اے موسیٰؑ!"

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ۝ (طٰہٰ - ۱۱)	جب وہاں پہنچے تو آواز آئی "اے موسیٰؑ!"

شرفِ مکالمہ

امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب "یا موسیٰؑ" سنا تو کئی بار "لبیک" کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے، آواز آئی، "میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں، تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں" کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت ہر سمت اور ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بُن مُو سے اللہ کا کلام سُن رہے تھے۔

ندا آئی:

اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (نمل ۸، ۹)	وہ جو آگ میں (تجلی دکھاتا) ہے بابرکت ہے۔ اور وہ جو آگ کے اردگرد ہے، پاک ہے خدا جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ اے موسیٰ! میں ہی خدائے غالب و دانا ہوں۔

مزید ارشاد ہوا:

اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ۝ (طٰہٰ ۱۲، ۱۳)	میں ہوں تیرا رب، تو تُو اپنے جوتے اُتار دے (تو یہاں) پاک میدان طویٰ میں ہے، میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے تو جو حکم دیا جائے اُس کو سُنتا رہ۔

توراۃ میں ہے:

"تو خدا نے اسے جھاڑی سے پکارا اور کہا "اے موسیٰ!" اے موسیٰ! اس نے کہا، میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا ادھر پاس مت آ! اپنے پاؤں سے جوتا اتار کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس زمین ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابرہام ؑ کا خدا، اور اضحاقؑ کا خدا اور یعقوبؑ کا خدا ہوں۔ موسیٰؑ نے اپنا منہ چھپایا کیونکہ وہ خدا پر نظر کرنے سے ڈرتا تھا" [1]

تعلیمِ دین منصبِ نبوت و رسالت کے لیے منتخب کر لینے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو سب سے پہلے خالص توحید کی تعلیم فرمائی گئی اور پھر ہر قسم کی بدنی اور مالی عبادت کا حکم دیا گیا۔ نماز چونکہ اہم العبادات ہے اس لیے اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا اور اس حقیقت پر بھی متنبہ فرما دیا گیا کہ نماز کا مقصودِ اصلی یادِ خدا اور ذکرِ الٰہی ہے گویا نماز سے غفلت خدا کی یاد سے غفلت ہے تمام عبادات و اعمال کی اساس عقیدۂ معاد اور قانونِ مکافات (جزاء و سزا) پر یقین لانا ہے اس لیے توحید کی تعلیم اور عبادت کے حکم کے بعد قیامت پر ایمان لانے کا حکم ہوا تاکہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ امر بھی واضح فرما دیا کہ مختلف مصالح و حِکَم کی بنا پر ہم قیامت کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

ارشاد ہوا:

إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۝ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ	بے شک میں ہی خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کر اور نماز قائم رکھ میری یاد کے لیے بیشک قیامت آنے والی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص کو بدلہ ملے جو اس نے کمایا ہے تو جو شخص

---

[1] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۳ ، ۴ تا ۶

فَتَرْدٰی ○	اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش (نفس) کے
طٰہٰ ۱۴ تا ۱۶)	پیچھے چل رہا ہے دکیھیں) تجھ کو اس (کے یقین) سے
	روک نہ دے، پھر تو بھی ہلاک ہو جائے ۔

عطائے معجزات، عصائے موسیٰؑ

عطائے نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ اب اس کے لوازم یعنی معجزات عطا ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں اولاً سب سے بڑا معجزہ عطا ہوتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ -۱۷)	اور موسیٰ یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے ؟

اس سے غرض یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ اپنے عصا کی حقیقت اور کیفیت و کمیت کو اچھی طرح دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر ذہن نشین کر لیں، مبادا شکل و ماہیت بدل جانے پر وہم ہو کہ غلطی سے لاٹھی کی بجائے اندھیرے میں ہاتھ میں کوئی اور چیز آگئی۔ جواب اتنا کافی تھا کہ یہ لاٹھی ہے مگر ذوق حضوری اور شرف مکالمہ اس امر کے طالب تھے کہ یہ لطف بے پایاں جس قدر بھی ہو سکے طویل ہو جائے چنانچہ عرض پرداز ہوئے:

قَالَ هِىَ عَصَاىَۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ	انھوں نے کہا، یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا
اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِىْ وَلِىَ فِيْهَا مَاٰرِبُ	لیتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے
اُخْرٰى ○ (طٰہٰ -۱۸)	جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں

ارشاد ہوا:

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ ۱۹)	فرمایا، موسیٰؑ اسے ڈال دے

حسب الحکم لاٹھی کو زمین پر ڈالا ہی تھا کہ

فَاِذَا هِىَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ○ (طٰہٰ -۲۰)	پھر اچانک وہ تو سانپ ہو گیا دوڑتا ہوا۔

تقاضائے بشریت سے اضطراری طور پر حضرت موسیٰؑ خوف زدہ ہوئے اور

وَلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (النمل ۱۰، القصص ۳۱)	پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر نہ دیکھا۔

حکم ہوا،

یٰمُوْسٰی لَا تَخَفْ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (نمل ۱۰، ۱۱)	موسیٰ! خوف زدہ نہ ہو، ہمارے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے، ہاں جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

اور ارشاد ہوا

یٰمُوْسٰی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ۝ (قصص ۳۱)	موسیٰ! آگے آ اور مت ڈر، بیشک تو امن پانے والوں میں ہے۔

اور حکم ہوا:

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی ۝ (طٰہٰ ۲۱)	اسے پکڑ لے اور خوف نہ کر، ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

بالآخر موسیٰ علیہ السلام نے جھجھکتے ہوئے سانپ پر ہاتھ ڈال دیا، اور ہاتھ میں آتے ہی وہ پھر وہی پہلے کی طرح لاٹھی تھی!

توراۃ میں ہے:

"خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا لاٹھی، پھر اس نے کہا اسے زمین پر ڈال دے، اس نے اسے زمین پر ڈالا اور وہ سانپ بن گئی اور موسیٰ اس کے سامنے سے بھاگا، تب خداوند نے موسیٰ سے کہا، ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑ لے، اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا، وہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی بن گیا" [۱]

ید بیضا پھر دوسرا نشانِ عظیم عطا ہوا اور حکم ہوا:

وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی ۝ لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی ۝ طٰہٰ ۲۲، ۲۳	اور اپنا ہاتھ اپنی بغل سے لگا لے، وہ کسی عیب کے بغیر سفید ہو کر (چمکتا دمکتا) نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے تاکہ دکھاتے جائیں ہم تجھے اپنے نشانِ عظیم

[۱] توراۃ کتاب خروج باب ۴ آیات ۲-۴

یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر بغل سے ملاؤ، پھر نکالو تو سفید چمکتا ہوا اور روشن نکلے گا اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی طرح نہ ہوگی جو عیب سمجھا جائے۔ یہ تصریح دراصل توراۃ کے غلط بیان کی تصحیح کے لیے ہوئی، توراۃ میں ہے:

"پھر خداوند نے اُسے یہ بھی کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لے اُس نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر اُسے ڈھانک لیا اور جب اُس نے اسے نکال کر دیکھا تو اس کا ہاتھ کوڑھ سے برف کی مانند سفید تھا، اُس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ پھر اپنے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لے، اُس نے پھر اُسے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لیا، جب اُس نے اُسے سینہ پر سے باہر نکال کر دیکھا تو پھر اس کے باقی جسم کی مانند ہو گیا۔"[۱]

تسع آیات یا نو معجزات

عصا اور ید بیضا کے علاوہ سات اور معجزات آپ کو عطا ہوئے اور ان نو معجزات کے ساتھ آپ کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف جانے کا حکم صادر ہوا:

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ (نمل - ۱۲)	(ان دونوں معجزوں کے ساتھ جو) نو معجزوں میں داخل ہیں، فرعون اور اس کی قوم کے پاس (جا)، کہ وہ بدکردار لوگ ہیں۔

ان نو معجزات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں بھی آیا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ (بنی اسرائیل - ۱۰۱)	اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رض کا قول راجح ہے کہ "تسع آیات" سے حسب ذیل نو آیات اللہ مراد ہیں:

(۱) عصا (۲) ید بیضا (۳) سنین (قحط) (۴) نقص ثمرات (۵) طوفان (۶) جراد یعنی ٹڈی (۷) قمّل

---

[۱] توراۃ کتاب خروج باب ۴، ۶، ۷

(جوں یا چچڑی) - (۸) ضفادع یعنی مینڈک (۹) دم یعنی خون

توراۃ سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے ان معجزات کا اجمالی تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا۔

فرعون اور اس کی قوم کی طرف جانے کا حکم | ان معجزات کے عطا کیے جانے کے بعد حکم ہوا:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ (طٰہٰ ۲۴) تو فرعون کے پاس جا کہ وہ سرکش ہو رہا ہے

توراۃ میں ہے:

"(خداوند نے کہا) دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک پہنچی ہے اور میں نے وہ ظلم بھی جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے سو اب میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو نکال لائے، موسیٰ نے خدا سے کہا کہ میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں؟ اس نے کہا میں ضرور تیرے ساتھ رہوں گا......"

(کتاب خروج باب ۳ ۹ تا ۱۲)

لیکن قرآن کہتا ہے کہ مراجعت مصر کا حکم سن کر حضرت موسیٰ کی زبان سے اس طرح کا کوئی گستاخانہ کلمہ صادر نہیں ہوا۔ آپ نے فرعون اور اس کی قوم کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی و گمراہی کے پیش نظر فریضۂ رشد و ہدایت کی انجام دہی میں پیش آنے والی شدید مشکلات کا اندازہ کیا، آپ کی زبان میں لکنت تھی، اور فریضۂ رسالت کی بطور احسن انجام دہی کے لیے فصاحت اور حسن خطابت کی ضرورت تھی، اپنی اس کمی پر بھی نظر گئی اور پھر نبوت کے احسان عظیم پر سراپا تشکر بن کر آپ بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوئے:

عطیۂ نبوت پر حضرت موسیٰ کی دعا | (الف) اپنے لیے دعا:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝ (طٰہٰ ۲۵ تا ۲۸)	عرض کیا، میرے پروردگار (اس کام کے لیے) میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ وہ میری بات سمجھ لیں۔

پھر دل میں یہ احتمال بھی پیدا ہوا کہ قتل قبطی کے سلسلہ میں فرعون اور اس کے درباریوں نے آپ کو قتل کر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اسی وجہ سے آپ اس مملکت کی حدود سے بھاگ کر مدین آئے تھے اب اگر علی الاعلان ان ہی لوگوں کو مخاطب کرنے کے لیے آپ واپس تشریف لے جائیں۔ اور وہ آپ کو دیکھتے ہی پکڑ کر قتل کر ڈالیں تو دعوت و تبلیغ کا فریضہ نامکمل رہ جائے گا اسلیے عرض کیا:

رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ۝ (قصص ۳۳)	اے پروردگار ان میں کا ایک شخص میرے ہاتھ سے قتل ہو چکا ہے اس لیے مجھے خوف ہے کہ (کہیں) وہ مجھ کو مار نہ ڈالیں۔

(ب) حضرت ہارون کی نبوت کیلئے دعا

ان وجوہات اور خصوصاً اپنی زبان کی لکنت کے پیش نظر آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو نبی اور اپنا مددگار و وزیر بنانے کی درخواست کی:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ ۝ (قصص ۳۴)	اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے، مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔

توراۃ کا بیان اس مقام پر بھی تحریف شدہ ہے، توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے رسالت کی ذمہ داریوں سے خود بچنے کی کوشش کی اور اپنی لکنت کا عذر پیش کر کے عرض کیا:

"اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج تب خداوند کا قہر موسیٰ پر بھڑکا ...." [۱]

اور پھر حضرت ہارونؑ کو ان کا مددگار مقرر کیا گیا۔

لیکن یہ موجودہ توراۃ کی غلط بیانی ہے، حضرت موسیٰؑ نے فریضۂ رسالت کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی کی خواہش نہیں کی اور یقیناً آپ نے حضرت ہارون ہی کی نبوت و وزارت کے لیے دعا کی۔

---

[۱] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۴، ۱۳ و ۱۴

قرآن کریم میں یہ دعا دوسرے مقامات پر بھی مذکور ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں اس دعا کے متذکرہ بالا مقاصد کے علاوہ کچھ اور مقاصد بھی بیان ہوئے ہیں۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝

(طٰہٰ ۲۹ تا ۳۵)

اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری قوت کو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، تو ہم کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

ان دعاؤں کے مقاصد و مصالح

فریضۂ رسالت کی ذمہ داریوں کے پیش نظر آپ نے سب سے پہلے اپنے لیے دعا کی کہ "میرا سینہ کھول دے" یعنی حلم و بردباری اور حوصلہ مندی عطا کر کہ ادائیگی فریضۂ رسالت میں جو سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں اُن سے گھبرا نہ جاؤں بلکہ خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے ان کو برداشت کر سکوں "میرا کام آسان کر دے" یعنی میری رشد و ہدایت کی کامیابی کے سامان فراہم کر دے "میری زبان کی گرہ کھول دے" یعنی میری لکنت دعوت و تبلیغ کے کام میں مانع نہ ہو۔

دوسری دعا میں حضرت ہارونؑ کے لیے کی جو سورۂ قصص میں مذکور ہے عرض کیا کہ میرے بھائی ہارونؑ کو جو مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہیں میری تصدیق کرنے والا اور میرا مددگار بنا دے تاکہ تصدیق و تائید سے دل مضبوط اور قوی رہے اور ان کی تکذیب پر اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آ جائے تو میری لکنت اظہار و اثبات حق میں رکاوٹ نہ بن جائے اور اس وقت حضرت ہارونؑ کی رفاقت اور فصاحت کام آئے۔

تیسری دعا میں جو سورہ طٰہٰ میں مذکور ہے درخواست کی کہ ہارون کو میرا مددگار اور شریک کار بنا دے تاکہ دعوت و تبلیغ کے اس عظیم الشان اور مشکل کام میں ایک دوسرے کے معین و مددگار ہوں "تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں" یعنی دعوت و تبلیغ کے موقع پر دونوں ملکر کثرت سے تیری پاکی اور کمالات کا بیان کریں اور ان مواقع کے علاوہ بھی ایک دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل کر کے خضوع اور خشوع کے ساتھ تیری یاد اور تیرے ذکر میں مصروف رہیں "تو ہم کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے" یعنی ہمارے تمام احوال کو تو اچھی طرح جانتا ہے اور یہ بھی تو جانتا ہے کہ جو دعا

میں کر رہا ہوں کہاں تک مفید ہوگی، یقیناً تو نے میری حالت اور استعداد کو دیکھ کر ہی ایسے سخت دشمن کی طرف بھیجنے کے لیے مجھے منصب نبوت و رسالت پر معمور کیا ہوگا اور یقیناً ان خدشات اور مشکلات کا تو نے پہلے ہی سامان کر دیا ہوگا جو بہ تقاضائے بشریت مجھے نظر آ رہے ہیں۔

جوابِ دُعا اور ان دعاؤں کے جواب میں حضرت موسیٰ پر قہرِ خداوندی نہیں بھڑکا جیسا کہ توراۃ کا بیان ہے بلکہ اس کی رحمتیں نازل ہوئیں جیسا کہ قرآن بتاتا ہے:

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی ۝ (طٰہٰ ۳۶)	ارشاد ہوا، موسیٰ تیری دعا قبول کی گئی۔

اور مزید طمانیتِ قلب کے لیے ارشاد ہوا:

سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَا ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَکُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ (قصص ۳۵)	ہم تیرے بھائی سے تیرے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے تو ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے (اور) تم اور تمہارے پیرو ہی غالب رہیں گے۔

حضرت موسیٰ کا "مشن" قبولیت دعا کے بعد پھر اسی حکم کا اعادہ ہوا جو پہلے دیا گیا تھا ارشاد ہوا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ۝ (طٰہٰ ۴۲، ۴۳)	تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا، دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ بے شک وہ سرکش ہو رہا ہے

ساتھ ہی ساتھ دعاۃ و مبلّغین کا دستور العمل تعلیم فرمایا گیا کہ گو اس کا تمرد و طغیان حد سے گذر چکا ہے لیکن بطور مبلغ کے تم پر واجب ہے کہ دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت درشتی اور سختی سے کام نہ لو بلکہ یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کر لے یا اللہ کے جلال و جبروت کا تذکرہ سن کر ڈر جائے، نرمی سے گفتگو کرو اور خوش اسلوبی سے کام لو۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ (طٰهٰ ۴۴)

اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے

تبلیغ و دعوت کا یہی دستور العمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تعلیم فرمایا گیا تھا، سورہ نحل میں ہے :

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط (نحل ۱۲۵)

(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو

معلوم ہوتا ہے کہ اسی وقت مصر میں حضرت ہارون کو نبوت عطا فرما دی گئی اور انھیں بھی بذریعہ وحی مقصد بعثت سے مطلع فرما دیا گیا، چنانچہ اس کے بعد قرآن کریم میں ہے :

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝ (طٰهٰ ۴۵)

دونوں کہنے لگے کہ ہمارے پروردگار ہمیں خوف ہے کہ وہ ہم پر تعدّی کرنے لگے یا زیادہ سرکش ہو جائے

ارشاد ہوا :

قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ۝ (طٰهٰ ۴۶)

خدا نے فرمایا، ڈرو مت، میں تمھارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں۔

اب آپ کے "مشن" اور مقصد بعثت کی وضاحت فرما دی گئی، حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے مطالبہ کرو کہ بنی اسرائیل پر ظلم نہ کرے اور انھیں مصر سے چلے جانے کی اجازت دے۔ علاوہ ازیں خود فرعون کو بھی دعوتِ حق دو، اور تکذیب و سرکشی کے نتیجے سے ڈراؤ

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ط قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ط وَالسَّلٰمُ

تو اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دے ہم تیرے پاس تیرے پروردگار

عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ○ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ○ (طٰہٰ ۲۰، ۴۷، ۴۸)

کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور جو ہدایت کو قبول کرے اس پر سلامتی ہو ہماری طرف یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لیے عذاب (تیار) ہے۔

مراجعت مصر توراۃ میں ہے کہ کوہ طور پر منصب نبوت اور تجلّی الٰہی سے سرفراز ہو کر حضرت موسیٰؑ اپنے خسر یترو (حضرت شعیبؑ) کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ یہ واقعہ سن کر

"یترو نے موسیٰؑ سے کہا، سلامت جا" [۱]

چنانچہ آپ نے اپنی بیوی اور بچے کو ایک گدھے پر سوار کیا، عصا اپنے ہاتھ میں لیا اور مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں دوبارہ وحی الٰہی نے تخاطب فرمایا اور حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے ہمارے معجزات دکھاؤ اور اس سے کہو کہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے چلے جانے کی اجازت دیدے۔

اسی وقت مصر میں حضرت ہارونؑ کو بذریعہ وحی مطلع کیا گیا کہ حضرت موسیٰؑ مصر کے ارادہ سے روانہ ہو گئے ہیں، آپ بیابان سینا میں جا کر ان کا استقبال کیجیے، چنانچہ ادھر سے حضرت ہارونؑ فوراً روانہ ہو گئے اور کوہ طور کے قریب پہنچ کر حضرت موسیٰؑ کی پیشوائی کی اور آپ کو بوسہ دیا۔

اب حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ مصر پہنچے اور بنی اسرائیل کے سب بزرگوں کو جمع کر کے انھیں حکم الٰہی سے مطلع کیا اور ان کے سامنے معجزات دکھائے، بنی اسرائیل نے آپ کی تصدیق کی اور یہ دیکھ کر کہ فرعونی مظالم پران کے مظلوم لبوں سے نکلی ہوئی آہوں پہ بالآخر

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید،

وہ مسرّت و تشکّر کے جذبات سے معمور ہو کر سجدوں میں گر پڑے [۲]

اس وقت کا فرعون واضح رہے کہ یہ فرعون جو اس وقت مصر میں سیاہ وسپید کا مالک ہے، اور

---

[۱] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۱۸ [۲] ایضاً ایضاً باب ۱۸ آتا ۳۱

جس کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں وہ فرعون نہیں ہے جس کی محل سرا میں آپ نے پرورش پائی تھی، وہ مر چکا ہے اور اب دوسرا فرعون تخت نشین ہے، توراۃ میں ہے:

"اور ایک مدت کے بعد یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے .... اور خدا نے بنی اسرائیل پر نظر کی اور ان کے حال کو معلوم کیا" [۱]

مصر کے راستہ میں دوبارہ جب آپ پر وحی نازل ہوئی اس وقت حضرت موسیٰؑ کو بھی مدین ہی میں اس امر کی اطلاع دے دی گئی تھی، توراۃ میں ہے:

"اور خداوند نے مدیان میں موسیٰؑ سے کہا کہ مصر کو لوٹ جا کیونکہ وہ سب جو تیری جان کے خواہاں تھے مر گئے" [۲]

ہم اس سلسلہ میں جو تحقیق اوپر پیش کر چکے ہیں اس سے واضح ہو چکا ہے کہ جس فرعون کے یہاں آپ نے پرورش پائی تھی اور جس کے دور میں آپ مصر سے بھاگ کر مدین آئے تھے وہ رعمسیس دوم (RAMSES .S . II) تھا، اب اس کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی ڈیڑھ سو اولادوں میں سے تیرھواں لڑکا منفتاح اب سریر آرائے سلطنت تھا، یہ ساٹھ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے دربار میں

بالآخر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس سے مخاطب فرمایا:

وَقَالَ مُوسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝

(اعراف ۱۰۴، ۱۰۵)

اور موسیٰؑ نے کہا، اے فرعون میں رب العالمین کا پیغمبر ہوں، مجھ پر واجب ہے کہ خدا کی طرف سے جو کہوں سچ ہی کہوں میں تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، سو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے۔

[۱] توراۃ۔ کتاب خروج باب ۲ ـ ۲۳، ۲۵ ۔ [۲] کتاب خروج باب ۴ ـ ۱۹

حضرت موسیٰؑ کی بعثت کے دو مقصد تھے (۱) بنی اسرائیل کو غلامی سے رہائی دلانا اور (۲) فرعون اور اس کی قوم کی اصلاح۔ خطاب مذکورہ بالا میں آپ نے پہلے مقصد کا اظہار فرمایا اور دوسرے مقصد کی طرف اس طرح رجوع کیا؛

هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۝

(نازعات ۱۸، ۱۹)

کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے (سنور جائے) اور میں تجھے تیرے پروردگار کا راستہ بتاؤں تاکہ تجھ کو خوف (پیدا) ہو؟

قاہر و مطلق العنان فرعون جس کو صرف اپنی حکومت و بادشاہت ہی کا غرور نہیں اپنی خدائی اور ربوبیت کا بھی دعویٰ ہے اور جس کے سامنے بڑے بڑوں کو لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی تھی، بھرے دربار میں بڑے طمطراق اور جاہ و جلال سے تخت سلطنت پر متمکن ہے کہ یکایک بدحال غلام قوم کے دو افراد آ کر بے باکانہ اس کی نخوت شاہی اور دعویٰ خدائی پر ایک زبردست ضرب لگاتے ہیں، فرعون زخمی شیر کی طرح تڑپ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ موسیٰؑ! کیا تو بھول گیا ہے کہ ہم ہی نے ناز و نعم میں پال پوس کر تیری پرورش کی اور بجائے اس پر احسان مند ہونے کے آج تیری اتنی جرأت ہوئی کہ ہم سے مطالبات کرتا ہے اور اپنی عظمت و بزرگی جتاتا ہے اور کیا تو بھول گیا کہ تو ایک قبطی کا خون کر کے بھاگا ہے اور ہم ابھی تک تیرے اس جرم کو بھولے نہیں ہیں، بجائے ان باتوں پر شرمندہ اور احسان مند ہونے کے الٹا ہم سے گستاخی کرنے آیا ہے:-

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝

(الشعراء ۱۸، ۱۹)

(فرعون نے) کہا کیا ہم نے تجھے کہ ابھی بچہ تھا پرورش نہیں کیا اور (کیا) تو نے برسوں ہم میں اپنی عمر بسر (نہیں) کی؟ اور تو کر گیا اپنی ایک اور کرتوت جو کر گیا اور تو ناشکرا (معلوم ہوتا) ہے

حضرت موسیٰؑ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۝

(موسیٰؑ نے) کہا (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝

(الشعراء ۲۰ تا ۲۲)

سرزد ہو گئی تھی اور میں خطاکاروں میں تھا' تو جب مجھے تم سے خوف معلوم ہوا تو میں بھاگ گیا پھر پروردگار نے مجھ کو نبوت اور علم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا اور (کیا) یہی احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے؟

یعنی بچپن میں میری پرورش کا احسان جتانا تجھے زیب نہیں دیتا۔ کیا ایک اسرائیلی بچہ کی پرورش کے احسان کا یہ نتیجہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے بالخصوص جبکہ اس بچہ کی پرورش بھی خود تیرے زہرہ گداز مظالم کے سلسلہ ہی میں وقوع پذیر ہوئی۔ نہ تو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا اور نہ نیل کی موجیں میرے تابوت کو تیری محلسرا تک پہنچاتیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے تجھے اپنے مظالم پر ترحم آنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ جس پروردگار عالم نے میری پرورش تجھ جیسے دشمن جاں کے ہاتھوں کرائی اسی نے آج مجھے اپنا رسول اور پیغمبر بنا کر بنی اسرائیل کی رہائی اور تیری اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت موسیٰؑ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے تمرد و طغیان کو چھوڑ دے کہ اس کا نتیجہ بالآخر ہلاکت ہے اور ان معجزات اور آیات مبین پر غور کر کے جن کے ساتھ آپ مبعوث فرمائے گئے ہیں آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے۔ علاوہ ازیں آپ نے اس کی ہیبت و سطوت سے مرعوب ہونے کی بجائے صرف اللہ کی ذات پر اپنے کلی توکل اور اعتماد کا اعلان فرمایا اور کہا:

وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝

(دخان ۱۹ تا ۲۱)

اور خدا کے سامنے سرکشی نہ کر، میں تیرے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اور اس بات سے کہ تو مجھے سنگسار کر دے اپنے اور تیرے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں اور اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتا تو مجھ سے الگ ہو جا'

توحید اور ربوبیت الٰہی پر فرعون سے مناظرہ

موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جب فرعون نے

یار بار "میرے پروردگار" "رب" اور "رب العالمین" کا نام سُنا تو وہ سوچنے لگا کہ یہ کون سا نیا خدا ہے جس کا حضرت موسیٰ ذکر کر رہے ہیں۔ اس وقت کے مصری مذہب کی جو تحقیق ہم اوپر درج کر چکے ہیں اس سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت مصر میں قدرت کے مختلف مظاہر اور قوتوں کو دیوی دیوتا سمجھ کر پوجا جاتا تھا ان میں سب سے بڑا دیوتا راع (RAA) یعنی سورج دیوتا تھا اور فرعون اسی کا بیٹا یا اوتار سمجھا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس کو اپنی ربوبیت کا دعویٰ تھا اور مصر میں اس کی خدائی کا ڈنکا بج رہا تھا، چنانچہ اب فرعون نے اسی کے متعلق استفسار کیا:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (شعراء ۲۳)	فرعون نے کہا کہ تمام جہان کا پروردگار کیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ (شعراء ۲۴)	کہا کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (ان سب) کا پروردگار، بشرطیکہ تم لوگ یقین کرو

یعنی اس کی صفت پروردگاری اور اس کے وجود کے ثبوت اس قدر بیّن اور واضح ہیں کہ اگر تمھارے قلوب میں کسی واضح سے واضح حقیقت پر بھی ایمان لانے کی استعداد باقی ہے تو خود تمھاری فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ تم اس پر ایمان لے آؤ۔ تم دیکھتے ہو کہ آسمان اور زمین اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ بھی ہے اسے پرورش، اور پرورش کے لیے ضروری لوازمات کی ضرورت ہے اور ان چیزوں کا ہونا ہی اس کا ثبوت ہے کہ انھیں مطلوبہ پرورش مل رہی ہے ورنہ وہ فنا ہو چکی ہوتیں اس لیے ضروری ہے کہ ان کا کوئی پرورش کرنے والا بھی ہو اور وہ وہی ہستی ہو سکتی ہے جو خود پروردہ یا پرورش کی محتاج نہ ہو۔ وہی ہستی اللہ یا "رب العالمین" ہے فرعون کے لیے یہ بات اس قدر نئی اور انوکھی تھی کہ وہ سخت حیران ہو کر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝ (شعراء، ۲۵)	فرعون نے اپنے اہالی موالی سے کہا، کیا تم سنتے نہیں (یہ کیسی عجیب باتیں کر رہے ہیں)؟

حضرت موسیٰؑ نے ارشاد فرمایا

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝	کہا پروردگار تمھارا اور تمھارے اگلے باپ

یعنی تم اپنی غفلت و سرکشی میں ہر دوسری چیز کا انکار کر سکتے ہو اور اس سے آنکھیں بند رکھ سکتے ہو مگر اپنی ہستی اور اپنی فطرت کا انکار نہیں کر سکتے، سوچو کہ خود تمہیں اور تمہارے آباؤ اجداد کو زندگی کا ساز و سامان کس نے عطا کیا؟ وہ کون سی قوت تھی جس نے ان کو وجود بخشتے ہی تمام کارخانۂ قدرت کو ان کی پرورش کے کام میں لگا دیا، ماں کی چھاتیوں میں دودھ کس نے بھر دیا، آسمان سے پانی کس نے برسایا، زمین سے اناج کس نے اُگایا۔ پانی، کھانا، کپڑا، آرام کی جگہ ان کو مہیا کی اور چاند و سورج اور زمین و آسمان کی نعمتوں کو ان کے نشو و نما کا ذریعہ بنا دیا، وہ ہستی جس کے تم اور تمہارے باپ دادا سب پروردہ ہیں، وہی خدا اور وہی "پروردگارِ عالم" ہے

فرعون اور بھی زیادہ متعجب ہو کر کہنے لگا:

قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۝ (شعراء، ۲۷)	کہا کہ (یہ پیغمبر) جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے باولا ہے۔

حضرت موسیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (شعراء، ۲۸)	کہا کہ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار، بشرطیکہ تم عقل رکھتے ہو۔

یعنی حضرت موسیٰ نے قریب قریب اب وہی دلیل فرعون کے سامنے پیش کی جو حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے سامنے پیش کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام کائناتِ ہستی اور اس کے اعمال و مظاہر پر غور کرو۔ یہ سارا نظام کس کی نگہداشت میں چل رہا ہے اور کس کی دیکھ بھال اور پرورش کا محتاج ہے تم چاند اور سورج کو پوجتے ہو، تم قدرت کے مظاہر اور قوتوں کے آگے جبینِ عبودیت خم کرتے ہو مگر ان قوتوں کا قیام اور ان ثوابت و سیاروں کا نظام اور طلوع و غروب کس کی تدبیر اور کس کے قانونِ محکم کا غلام ہے؟ کیوں یہ ستارے آپس میں ٹکرا نہیں جاتے، کیوں سورج تمہارا سب سے بڑا دیوتا ہونے کے باوجود ایک مقررہ وقت پر نکلنے اور ڈوبنے اور ایک مقررہ سمت میں ابھرنے یا غروب ہو جانے پر مجبور ہے اور اس سے سرِ مو سرتابی نہیں کر سکتا؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے تم کیوں اس نظامِ عالم پر غور نہیں کرتے اور کیوں نہیں سوچتے کہ آخر وہ کونسی

ہستی ہے جو اس نظام کو ازل سے اب تک اسی طرح قائم رکھے ہوئے ہے اور اس میں کوئی ردوبدل ممکن نہیں! اگر تم ذرا بھی سمجھ سے کام لو تو خود تمہاری عقل اور تمہارا وجدانی اذعان اس ہستی کے وجود کی گواہی دیں گے، اور وہی ہستی "رب العالمین" ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی لکھتے ہیں:

"حضرت موسیٰ ایک بات کہے جاتے تھے اللہ کی قدرتیں بتانے اور فرعون بیچ میں الجھاتا تھا کہ ان کو یقین نہ آجائے"

بہرحال فرعون حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ مصر میں تو میری خدائی ہے میرا اور سارے عالم کا کوئی اور اب تو میری سمجھ میں نہیں آتا، تم یہ بتاؤ کہ تم دونوں کا رب کون ہے جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ (طٰہٰ ۴۹)	بولا موسیٰ! تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟

حضرت موسیٰ نے ارشاد فرمایا،

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ (طٰہٰ ۵۰)	کہا، ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔

حضرت موسیٰ نے پہلے ربوبیت الٰہی سے استدلال کیا تھا اب آپ نے خدا کی "خالقیت" اور "ھدایت" سے استدلال فرمایا، تخلیق کے معنی پیدا کرنے کے ہیں یہ بات کہ کائنات خلقت اور اس کے ہر وجود کا مواد عدم سے وجود میں آگیا، تخلیق ہے اور ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ ہر وجود پر اس کی زندگی اور معیشت کی راہیں کھول دیں، دنیا میں ہم دیکھتے ہیں ہر چیز مخلوق ہے اور جس چیز کو جس طرح اور جس انداز کا ہونا چاہیے ٹھیک اسی طرح اور اسی انداز پر واقع ہوئی ہے، آخر یہ تمام تماشاہ گاہ عالم، یہ انواع واقسام کی اشیاء، یہ مختلف النوع مخلوق، یہ طرح طرح کے مظاہر مناظر فطرت، زمین کے ذرے اور آسمان کے تارے آخر یہ سب کچھ عدم سے وجود میں کیسے آگئے اور کس نے ان کو یہ شکل وصورت عطا کی، جس طرح ہر تصویر اپنے مصور کے وجود پر دلالت کرتی ہے اسی طرح ہر مخلوق کا وجود

اپنے خالق کا نا قابلِ تردید ثبوت ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف ہر چیز کو مخلوق ہی نہیں کیا گیا بلکہ
اس کی زندگی اور بقاء کی راہیں بھی اس پر کھول دی گئیں اور ان کے اندر وجدان، حواس اور عقل کی روشنی
پیدا کر دی گئی تاکہ زندگی اور طلب حصول کی راہیں ان پر روشن ہو جائیں، یہی ہدایت ہے اور اسی کا آخری
درجہ وحی الٰہی ہے، بچہ کو پیدا ہوتے ہی دودھ پینا (وجدان) کس نے سکھایا ہمیں حواس خمسہ کس نے عطا
کیے جو زندگی میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں، غور و فکر، اور تعقل و تدبر کی توفیق کس نے بخشیں جنھوں نے
انسان کو ترقی کی غیر محدود بلندیاں عطا کر دیں اور پھر اس عارضی اور چند دن کی زندگی کے بعد جو دائمی
اور ابدی زندگی آنے والی ہے اس کی فلاح و کامرانی کے لیے آخر کس کی رحمت مقتضی ہوئی کہ الہام
وحی کے ذریعہ ہدایت کا سامان فراہم کیا جائے۔ وہ ہستی جو بیک وقت خالق کائنات بھی ہے ا
پروردگار عالم بھی اور سرچشمہ نور و ہدایت بھی، وہی اللّٰہ ہے اور وہی تمھارا پروردگار ہے۔

یہ دراصل مصر کے باطل اور مشرکانہ مذہبی عقائد پر ایک کاری ضرب تھی، اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مصری
تعدد الٰہ کے قائل تھے اور ان کے یہاں زمین و آسمان، روح و جسم، عمر اور ساز و برگ حیات کے الگ الگ دیوتا
فرعون نے کہا، اچھا اگر تھوڑی دیر کو فرض کر لیا جائے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس میں کوئی حقیقت ہے
پھر اسلاف اور امم سابقہ کا کیا ہونا ہے جو اس کو نہیں مانتے تھے کیا تم کہنا چاہتے ہو کہ وہ سب گمراہ اور بھٹکے
تھے اور صرف تم صحیح راستہ پر ہو، یہ الفاظ دراصل لوگوں کی توجہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کی دعوت سے
ہٹا کر ان کو ان دونوں کے خلاف بھڑکانے اور مشتعل کرنے کے لیے بہت موثر اور کارگر حملہ تھا، فرمایا:

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ○ (طٰہٰ ۵۱)	کہا، تو پہلی جماعتوں کا کیا حال ہے

دنیا کے خطیب و واعظ اور منطقی و فلسفی اس کا جو جواب دیتے غور کیجیے اس سے کس قدر دور
اور لایعنی بحثیں چھڑ جاتیں اور اس کا نتیجہ اس تعلیم کے حق میں کس قدر مہلک ثابت ہوتا جو حضرت موسیٰؑ لوگوں
کے ذہن و قلب کی گہرائیوں میں اتار دینا چاہتے تھے، چنانچہ عام خطیب و منطقی اس سوال کا جو جواب
حضرت موسیٰؑ نے وہ جواب نہیں دیا بلکہ آپ نے فرمایا:

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ج لا	کہا، ان کا علم میرے پروردگار کے پاس

ضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسَی ۝ الَّذِیْ
جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّسَلَکَ
لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً ط فَاَخْرَجْنَا بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ
نَّبَاتٍ شَتّٰی ۝ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ ط
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ۝
(طٰہٰ ۵۲ تا ۵۴)

میں ہے میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے وہ وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لیے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے جاری کیے اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے انواع واقسام کی مختلف روئیدگیاں پیدا کیں (کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ بے شک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

مولانا آزاد کی توضیح

سورہ طٰہٰ کی ان آیات کی توضیح مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان سے سنیے، فرماتے ہیں:

" آیت ۴۹ میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا جو مکالمہ نقل کیا ہے وہ اگرچہ دو تین جملوں سے زیادہ نہیں لیکن حقائق کے دفاتر اس میں پنہاں ہیں۔

فرعون کا پہلا سوال یہ تھا کہ مَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی ؟ جس پروردگار کا ذکر کرتے ہو، وہ کون ہے ؟

. . . .

. . . . . . ـــ جب حضرت موسیٰ نے کہا، میں خدا کا فرستادہ ہوں، تو فرعون نے متعجب ہو کر پوچھا کس خدا کے ؟ آمن راع کے جس نے مجھے اپنا مظہر ٹھہرایا ہے ؟ ایزیز دیبی کے جو روح پیدا کرنے والی ہے، کینو دیوتا کے جو جسم و خلقت بنانے والا ہے ؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا نہیں اَلَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔ ہمارا پروردگار تو ایک ہی پروردگار ہے جس نے دنیا کی ہر چیز کو اس کا جسم و وجود بھی بخشا اور پھر ہر طرح کی مزید توفیق دیکر اس پر زندگی اور عمل کی راہ بھی کھول دی۔

غور کرو، فرعون کے استفسار میں اس کے عقائد و تصورات کے بے شمار پہلو

پوشیدہ تھے اور اگر حضرت موسیٰ کا طریقہ جدل و مناظرہ کا ہوتا تو ان میں سے ہر بات اُلجھانے کے لیے کافی تھی لیکن انھوں نے اور کسی بات سے تعرض نہیں کیا، صرف ایک ہی بات کہی مگر ایسی بات جو اس کے سوال کا براہ راست جواب بھی تھی، اس کے تمام تصورات کا بالواسطہ ابطال بھی تھا، اور صرف دعویٰ ہی نہ تھا، دعوی کے ساتھ اس کی خاموش دلیل بھی موجود تھی۔

اس کے تمام تصورات کا ابطال کیونکہ ہوا؟ اس طرح کہ میں تمھارے ان گھڑے ہوئے معبودوں کا قائل نہیں جن میں سے کسی کو تم نے خلقت دینے والا سمجھ رکھا ہے کسی کو روح بخشنے والا، کسی کو رزق و تندرستی کا سرچشمہ، میں تو صرف اس ایک ہی ہستی کا پرستار ہوں جو جسم بھی دیتی ہے اور وہ سب کچھ بھی دیتی ہے جو جسم کے نشو و نما و قیام کے لیے ضروری ہے، خالق بھی وہی ہے، راہنمائے زندگی بھی وہی ہے، اس کے سوا کوئی نہیں، چنانچہ آگے چل کر انھوں نے اس اعتقاد کی تفصیل بھی کر دی۔

پھر اس جملہ کی جامعیت و مالغیت کو دیکھو، کائنات ہستی میں جو کچھ بھی ہے وہ اس کے سوا کیا ہے کہ یا تو وجود ہے یا وجود کی وہ معنوی قوتیں ہیں جو اسے قائم و باقی رکھتی ہیں اور قیام و عمل کی راہوں پر لگاتی رہتی ہیں ان ہی دو حقیقتوں کو یہاں "خلقت" و "ھدایت" سے تعبیر کیا ہے اور ان دو لفظوں نے وجود و حیات کے تمام گوشے سمیٹ لیے ہیں۔

دعوی کے ساتھ دلیل کیونکر ہوئی اس کے لیے تفسیر سورہ فاتحہ کا مبحث "ربوبیت" دیکھنا چاہیے۔

اس کے بعد فرعون نے دوسرا سوال کیا اور لطریق جدل کیا فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی۔ اچھا اگر حقیقت حال ایسی ہی ہے تو جو لوگ پچھلے عہدوں میں گذر چکے ہیں ان کے لیے کیا ہونا ہے؟ یعنی اگر پروردگار عالم وہی ہے جس کا تم نام لے رہے ہو تو یہ بات پہلوں نے کیوں نہ کہی، کیا وہ سب گمراہی میں پڑے تھے؟ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتٰبٍ۔ حضرت موسیٰ نے کہا، مجھے کیا معلوم ان کا کیا حال تھا اور انہیں کیا پیش آئے گا؟

اور تمھیں اس کی فکر کیوں ہو؟ اس کا علم اللہ کے نوشتہ میں ہے، ہر فرد اور ہر گروہ اپنی حالت کے مطابق اپنا نتیجہ پائے گا، ہم اپنی فکر کریں، پچھلوں کی فکر میں کیوں پڑیں لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ عے (۲: ۱۳۴)

اس مکالمہ سے اندازہ کرو کہ انبیاء کا طریق موعظت، مجادلہ و مناظرہ کے طریقہ سے کس درجہ مختلف رہا ہے (صفحہ ۴۵۱)

اور پھر غور کرو، انھوں نے اس جملہ کے اندر جو بات کہدی وہ انسان کی فکری گمراہیوں کی کتنی راہیں بند کر دیتی ہے بشرطیکہ لوگ اسے سمجھیں مگر مصیبت یہ ہے کہ لوگ ہمیشہ اسی کاوش کی پیروی کرتے رہے جو فرعون کے سوال سے ٹپک رہی ہے وہ حقیقت نہ پا سکے جو حضرت موسیٰ کے جواب میں مضمر ہے، حضرت موسیٰ کے جواب نے ہمیں یہ اصل عظیم بتلا دی کہ جن گوشوں کا ہمیں علم نہیں اور جن کی کاوش ہمارے لیے سودمند بھی نہیں ان کی فکر میں ہمیں نہیں پڑنا چاہیے اور ان کا حکم اللہ کے حوالہ کر دینا چاہیے، اگر لوگ اس اصل عظیم پر عامل ہو جائیں تو مذاہب کے کتنے گمراہ کن جھگڑے ختم ہو جائیں" لے

دلیلوں سے زچ ہو کر بالآخر فرعون دھمکیوں پر اتر آیا اور گرج کر بولا:

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۝ (الشعراء ۲۹)	کہا، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمھیں قید کر دوں گا۔

فرعون کے سامنے معجزہ عصا اور ید بیضاء کا مظاہرہ حضرت موسیٰ نے فرمایا:

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۝ (شعراء ۳۰)	کہا، خواہ میں تیرے پاس روشن چیز (یعنی معجزہ) لاؤں؟

فرعون بولا:

لے ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۶۲ تا ۴۶۳

عے ترجمہ۔ ان کو ان کے اعمال کا اور تم کو تمھارے اعمال کا بدلہ ۔۔۔ اور جو عمل وہ کرتے تھے انکی پرسش تم سے نہیں ہوگی

قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (شعراء - ۳۱)

کہا اگر سچے ہو تو اسے پیش کرو۔

چنانچہ

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ (شعراء ۳۲، ۳۳)

پس انھوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ اسی وقت صریح اژدھا بن گئی اور اپنا ہاتھ جو نکالا تو اسی دم دیکھنے والوں کے لیے سفید براق نظر آنے لگا)

فرعون کا ردعمل

یہ زبردست نشانیاں اور معجزات دیکھ کر فرعون اور اس کے درباریوں کے دل اندر سے لرز اُٹھے اور وہ سمجھ گئے کہ یہ سحر شعبدہ اور نظر بندی نہیں پھر بھی غرور و تکبر کی بنا پر تکذیب و انکار پر اڑا رہا، بولا:

اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یونس - ۷۶)

یہ تو صریح جادو ہے۔

درباریوں نے ہاں میں ہاں ملائی:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ (اعراف ۱۰۹)

قوم فرعون میں جو سردار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ بڑا علامہ جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمھارے ملک سے نکال دے۔

فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا:

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝ (قصص ۳۶)

یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کھڑا کیا ہے اور یہ (باتیں)، ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنی نہیں۔

حضرت موسیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ

اور موسیٰ نے کہا کہ میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے حق لے کر

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (قصص ۳۷)	آیا ہے اور جس کے لیے عاقبت کا گھر (یعنی بہشت) ہے۔ بیشک ظالم نجات نہیں پائیں گے۔

اور ان کے الزام سحر کی طرف رجوع کرتے ہوئے حضرت موسیٰ نے فرمایا:

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ○ (یونس ۷۷)	موسیٰ نے کہا، کیا تم حق کے بارے میں جب وہ تمھارے پاس آیا، یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادوگر فلاح پانے کے نہیں

فرعون اور اس کے درباری کہنے لگے:

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس ۷۸)	وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے ہم کو پھیر دو اور (اس) ملک میں تم دونوں ہی کی سرداری ہو جائے اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں:

فرعون نے رنگ محفل کچھ بگڑتے دیکھ کر اپنے دعوائے خدائی و شہنشاہی کا پھر اعلان کیا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ ○ (قصص ۳۸)	اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار میں تمھارا اپنے سوا (اور) کسی کو خدا نہیں جانتا۔

اور پھر فرعون نے درباریوں سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے متعلق مشورہ طلب کیا

فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ○ (اعراف ۱۱۰)	بھلا تمھاری کیا صلاح ہے؟

انھوں نے سوچ بچار کر جواب دیا:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۙ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○ (اعراف ۱۱۱، ۱۱۲)	انھوں نے کہا کہ فی الحال موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملہ کو موقوف رکھیے اور شہروں میں نقیب روانہ کر دیجیے کہ تمام ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں

ساحروں سے مقابلہ

یہ صلاح فرعون کی فوراً سمجھ میں آگئی' وجہ یہ تھی کہ اس وقت ملک مصر میں سحر کا فن اپنی انتہا اور کمال پر پہنچا ہوا تھا اور بڑے بڑے ماہر و باکمال اور شہرہ آفاق اور یگانہ روزگار ساحر ملک میں پڑے ہوئے تھے۔ فرعون کو یقین تھا کہ حضرت موسیٰ اور ہارونؑ ہرگز ان ماہر فن جادوگروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے' چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا:

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ (طٰہٰ ۵۸)

بولا موسیٰؑ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو (کے زور) سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو' تو ہم بھی تمہارے مقابل ایسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وقت مقرر کر لو کہ اس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم (اور یہ مقابلہ) ایک ہموار میدان میں ہوگا۔

حضرت موسیٰ ایسے موقع کے منتظر تھے کہ مجمع عام میں تبلیغ حق کا فریضہ ادا کر سکیں' آپ نے بطیب خاطر فرعون کا یہ چیلنج قبول کر لیا۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ (طٰہٰ ۵۹)

(موسیٰؑ نے) کہا کہ تیرے لیے یوم زینت کا وعدہ ہے اور یہ کہ لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں

"یوم زینت" مصر میں فرعون کی سالگرہ کا دن تھا اور اس دن ملک میں سب سے بڑا میلہ اور جشن ہوتا تھا' حضرت موسیٰ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ مخلوق کا اجتماع ہو اور حق کا مظاہرہ دن کے اجالے میں ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک دعوت حق پہنچ جائے اور روز روشن میں کسی کو اشتباہ والتباس باقی نہ رہے' اس لیے آپ نے جشن کے دن چاشت کا وقت مقرر فرما دیا' چنانچہ یہ طے پانے کے بعد دونوں فریق ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝ (طٰہٰ ۶۰)

پھر فرعون لوٹ گیا اور اپنے سارے داؤ جمع کیے

فرعون کے اعیان سلطنت نے اس کو مشورہ دیا

وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۙ يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝ (شعراء ۳۶ و ۳۷)	اور شہروں میں نقیب بھیج دیجئے کہ سب ماہر جادوگروں کو (جمع کرکے) آپ کے پاس لے آئیں۔

چنانچہ تمام شہروں میں نقیب روانہ کیے گئے اور تمام کامل الفن ساحروں کو ملک کے گوشہ گوشہ سے جمع کیا گیا، ادھر اس مقابلہ کی منادی عوام میں کرادی گئی کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ موقع پر جمع ہو جائیں تاکہ کمال سحر کا مظاہرہ اور غلبہ دیکھ کر سب لوگ ساحروں کے مسلک پر قائم رہیں اور کسی پر حضرت موسیٰ کی تعلیم کا اثر نہ ہونے پائے

وَقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۙ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ (الشعراء ۳۹، ۴۰)	اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو جانا چاہیئے تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں۔

بالآخر جب مقررہ دن آیا تو فرعون مکمل تیاری اور پورے سازوسامان کے ساتھ بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال سے میدان مقابلہ میں

ثُمَّ اَتٰى ۝ (طٰہٰ ۶۰)	پھر آیا

اور ادھر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون وقت معینہ پر وہاں پہنچ گئے۔

مجمع میں فرعون کا اعلان ربوبیت اور ساحروں سے وعدے

عجیب منظر ہے، حق و باطل کے اس عظیم الشان مقابلہ کو دیکھنے کے لیے تمام مصر اُمنڈ پڑا ہے، فرعون کی ساری قوم جمع ہے، فرعون بڑے شاہانہ کروفر اور رعب و داب کے ساتھ خود موجود ہے اور اس کی جلو میں مصر کے تمام چوٹی کے جادوگر کھڑے ہیں، جن میں ایک سے ایک اپنے فن و کمالات میں بڑھا ہوا ہے اور اس وجہ سے فرعون کو اپنی فتح کا یقین ہے، دوسری طرف صرف دو مردانِ حق ہیں جن کے مقدس چہروں سے نورالٰہی جھلک رہا ہے مگر بظاہر زیبائش دنیاوی سے بیگانہ ہیں۔ ایک طرف غرور و نخوت ہے اپنی شوکت و حشمت پر، اپنے سازوسامان پر............ اپنے مکروفن پر، اور اپنی کثرت و دولت و

طاقت پر اور دوسری طرف اعتماد ہے صرف اللہ کی ذات پر۔ مجمع پر ایک شوق و بے چینی کا عالم طاری ہے کہ فرعون اپنی قوم کو مخاطب کرنے کو کھڑا ہوتا ہے اور ہر طرف سکوت چھا جاتا ہے۔

فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ (نازعات ۲۳ و ۲۴)

اور (فرعون نے لوگوں کو) اکٹھا کیا اور پکارا، کہنے لگا میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

جادوگر جو صرف جادو مال دنیا کے لالچ میں جمع ہوئے تھے انھوں نے اس موقع کو مناسب سمجھا اور فرعون سے کہنے لگے:

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ (الشعراء ۴۱)[1]

جب جادوگر آگئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ صلہ بھی عطا ہوگا؟

فرعون نے کہا کہ صرف انعام و اکرام ہی نہیں کہ وہ تو ملے ہی گا اس کے علاوہ تم ہمارے مصاحبین خاص میں شامل کر لیے جاؤ گے اور مقربین بارگاہ بنا دیے جاؤ گے۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ (شعراء ۴۲)

(فرعون نے) کہا ہاں (صلہ ضرور ملے گا) اور تم مقربوں میں بھی داخل کر لیے جاؤ گے۔

یہ مقام ہے جو پیشہ وروں اور پیغمبروں کے مقامات کو واضح کر دیتا ہے ساحرین فرعون جو پیشہ ور ہیں ان کے منہ سے پہلی بات ہی یہ نکلتی ہے کہ اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا (اعراف ۱۱۲) ہمیں کچھ صلہ یا اُجرت بھی ملے گی، اس کے برخلاف ہر پیغمبر کی پکار یہ رہی ہے کہ

لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (هود - ۲۹)

میں اس کے بدلہ میں تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں، میرا صلہ تو اللہ کے ذمہ ہے۔

اور

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

اور میں اس کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا، میرا

---

[1] سورہ اعراف کی آیت ۱۱۳ کے الفاظ بھی قریب یہی ہیں۔

اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (شعرا)

بدلہ تو (خدای) رب العالمین کے ذمہ ہے۔

حضرت موسٰیؑ کا ساحرین فرعون سے خطاب

اب حضرت موسٰیؑ نے مجمع کو مخاطب کر کے وعظ ارشاد فرمایا اور ان کو حق کی طرف پکارا، جادوگر چونکہ خاص طور پر حق کا مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے اور اللہ کی قدرت سے ٹکر لینے پر آمادہ تھے اس لیے پھر آپ نے خصوصی طور پر ان کو مخاطب فرمایا:

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝

(طٰہٰ ۶۱)

موسٰیؑ نے ان (جادوگروں) سے کہا، ہائے تمہاری کم بختی! خدا پر جھوٹ افتراء نہ کرو کہ وہ تمھیں عذاب سے فنا کر دے گا، اور جس نے افتراء کیا وہ نامراد رہا۔

یعنی مجھے تمہارے انجام پر افسوس ہوتا ہے، تم جان بوجھ کر ہلاکت میں گر رہے ہو، خدا کے نشانات اور انبیاء کے معجزات کو جادو سمجھنا اور بتانا اور بے حقیقت شعبدوں اور نظر بندیوں سے ان کے مقابلہ کی جرأت کرنا اللہ پر جھوٹ افتراء کرنا ہے اور جس نے اللہ پر جھوٹ افتراء کیا وہ بالآخر تہس نہس کر دیا گیا۔

معرکہ حق و باطل

اللہ کے رسول کے لہجہ میں کچھ ایسی استقامت و جلال تھا اور اس زبان سے ادا ہونے والے ان چند سیدھے سادے الفاظ حقہ میں کچھ ایسا وزن اور اتنا اثر تھا کہ باوجود اپنی عظمت و شوکت کے قصر باطل کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں، سینوں کے اندر دل کانپ اٹھے اور ایک تہلکہ مچ گیا، چپکے چپکے سرگوشیاں ہونے لگیں جادوگروں نے الگ ہٹ کر باہم مشورہ کیا کہ ان کی باتیں تو ساحروں جیسی معلوم نہیں ہوتیں، ان کے الفاظ سے تو دل و دماغ کی گہرائیوں میں اتر جانے والی صداقت و حقیقت کا اظہار ہو رہا ہے، آخر یہ ہماری کثرت و ہیبت سے مرعوب کیوں نہیں ہیں، اور اگر جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں حقیقت وہی ہوئی تو کیا ہو گا کچھ نے کہا یہ سچے ہیں ان سے مقابلہ کرنا حماقت ہے، کچھ کہنے لگے نہیں، یہ محض ہوشیار جادوگر ہیں اور اس طرح کی باتیں کہہ کے تمھیں مرعوب کر دینا اور ڈرا دینا

چاہتے ہیں، غرضکہ ہر طرف بحث و مناظرہ اور سرگوشیاں اور مشورے ہونے لگے۔

فَتَنَازَعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝ (طٰہٰ ۶۲)

پھر وہ جھگڑنے لگے اپنے کام پر اور چھپ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے

یہ دیکھ کر کہ فرعون وہامان اور ان کے اہالی و موالی گھبرائے اور انھوں نے لوگوں کو پوری طرح یقین دلایا کہ یہ دونوں دراصل جادوگر ہیں، ہم ان کا جادو دیکھ چکے ہیں ان کا مقصد دراصل یہ ہے کہ تمھارے طور وطریق کو مٹا کر تمھیں مصر سے نکال دیں اور خود اس پر قابض ہو جائیں اور اپنا دین اور مسلک جاری کردیں، یہ وہی بات تھی جو پہلے فرعون اور اس کے درباری خود حضرت موسیٰ سے کہہ چکے تھے۔ آخر کار بحث و نزاع اور مشورت باہمی کے بعد، فرعون سے متاثر ہو کر، جادوگر بہک گئے اور گمراہی پر راسخ ہو گئے۔

قَالُوٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝ (طٰہٰ ۶۳، ۶۴)

کہنے لگے کہ یقیناً یہ دونوں جادوگر ہیں، چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمھارے ملک سے نکال دیں اور تمھارے مذہب کو مٹا دیں، تو تم مقرر کرلو اپنی تدبیر اور پھر قطار باندھ کر آؤ، اور کامیاب رہا وہ جو آج غالب رہا۔

الغرض ساحرین فرعون تیار ہو کر اور خم ٹھونک کر میدان مقابلہ میں آ ڈٹے، فرعون کی زبانی انھیں معجزات موسوی کی کیفیت پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی اور وہ بھی اس کے مقابلہ میں اسی قسم کی شعبدہ بازیوں کا سامان تیار کر کے لائے تھے اور اس غرض کے لیے بے شمار رسیاں اور لاٹھیاں ان کے ساتھ تھیں۔ مدمقابل آکر انھوں نے حضرت موسیٰ سے کہا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ (طٰہٰ ۶۵)

بولے کہ اے موسیٰ یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔

حضرت موسیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر سوچ سمجھ کر تم نے یہی عزم کر لیا ہے کہ حقیقت کا مقابلہ

باطل سے کرو تو پھر تم ہی پہلے ڈالو تاکہ باطل کی پوری نمایش اور زور آزمائی کے بعد جب لوگ حق کا غلبہ اور حق کی فتح دیکھیں تو ان پر زیادہ اثر ہو سکے'

قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ (طٰہٰ ۶۶)	(موسیٰ نے) کہا، نہیں (پہلے، تم ہی ڈالو

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"فی الحقیقت یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سحر کے ساتھ معجزہ کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ دو صورتوں میں سے ایک ایسی صورت کا انتخاب تھا جو باطل کے ضمود اور حق کے غلبہ و وضوح کی موثر ترین صورت ہو سکتی تھی" [1]

ساحروں نے بالآخر پہل کی اور اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں ڈال دیں اور نعرہ لگایا'

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (شعراء ۴۴)	فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔

اور جادو کے زور سے نظر بندی کر کے ایسا شعبدہ دکھایا کہ لوگوں کے خیال میں وہ سانپ بن کر اِدھر اُدھر دوڑتی ہوئی معلوم ہونے لگیں اور میدان میں ہر طرف سانپ ہی سانپ دوڑتے ہوئے نظر آنے لگے اور دیکھنے والے مرعوب ہو کر خوفزدہ ہو گئے' یہ فن سحر کی بڑی باکمال نمایش تھی'

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝ (اعراف ۱۱۶)	جب انھوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر) انھیں ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو کیا۔

حتیٰ کہ

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝	(پھر جیسے ہی انھوں نے اپنی چیزیں ڈالیں) تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال

[1] قرآن مجید ترجمہ شیخ الہند فوائد سورۂ اعراف آیت ۱۱۶۔

(طٰہٰ ۶۶) | میں ایسے آنے لگیں کہ وہ ان کے جادو کے زور سے دوڑ رہی ہیں

اس سے جادو اور معجزہ کا فرق واضح ہوتا ہے جادو ایک شعبدہ اور نظر بندی ہوتی ہے جس کے اثر سے لوگوں کو اپنے خیال میں ایک چیز کی شکل و صورت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا اس کے برخلاف معجزہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جو عام قوانین فطرت سے بلند ہو کر ظہور پذیر ہوتا ہے[1] اس لیے عقل سے اس کی علت کا پتہ لگانا محال ہے اس میں فی الواقع قلب ماہیت ہو جاتی ہے اور چیز کی حقیقت سچ مچ بدل جاتی ہے۔

حضرت موسٰیؑ کا خوف اور وحی الٰہی کی تسکین

جادوگروں کے کمال فن کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ خود

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی ٥ (طٰہٰ ۶۷) | موسٰی نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

مگر واضح رہے کہ یہ خوف جو حضرت موسٰیؑ نے محسوس کیا اپنی جان کا ڈر نہیں تھا بلکہ اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں جادوگروں کی اس نظر بندی اور شعبدہ بازی کو دیکھ کر لوگ دھوکہ نہ کھا جائیں اور حق و باطل اور معجزہ و سحر میں امتیاز نہ کر سکیں، اگر ایسی صورت پیش آئی تو حق کی فتح واضح نہ ہو سکے گی۔ خوف کا یہی وہ مطلب ہے جو اگلی آیات سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت موسٰیؑ کے یہ تاثرات تھے کہ اسی وقت وحی الٰہی نے انھیں مخاطب فرمایا اور ارشاد ہوا:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ ج (اعراف ۱۱۷) | (اس وقت) ہم نے موسٰیؑ کی طرف وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو۔

اور

قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ٥ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ط اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ ط وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ | ہم نے کہا خوف نہ کرو، بلاشبہ تم ہی غالب رہو گے اور جو چیز تمھارے داہنے ہاتھ میں ہے اس کو ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس کو

---

[1] اسی لیے معجزہ کو خرق عادت بھی کہتے ہیں۔

حَيْثُ أَتٰى ۝ (طٰہٰ ۶۹)

نگل جائے جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (بے تو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں (بھی) جائے فلاح نہیں پائے گا۔

حق کی فتح اور ساحروں کا قبول ایمان

اب حضرت موسیٰ نے حسب حکم الٰہی، اللہ کا نام لیکر اپنا عصاء میدان میں ڈال دیا، عصاء گرتے ہی ایک نہایت خوفناک اور حقیقی اژدھے کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور ساحروں کے شعبدوں کو آن کی آن میں یکے بعد دیگرے نگل گیا۔

فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ (اعراف ۱۱۷)

پس فوراً ہی نگلنے لگا جو سوانگ انھوں نے بنایا تھا۔

اس عجیب وغریب نظارہ کو دیکھ کر تماشائیوں کی آنکھیں پتھرا گئی ہوں گی، منہ کھلے رہ گئے ہوں گے، جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہوں گے اور سینوں میں دل لرز اٹھے ہوں گے، غرض کہ ذرا سی دیر میں میدان صاف تھا اور باطل کے سارے طلسم مٹ چکے تھے۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (اعراف ۱۱۸)

پس حق ظاہر ہو گیا اور جو انھوں نے کیا تھا باطل ہو گیا

اور

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ۝ (اعراف ۱۱۹)

اور وہ مغلوب ہو گئے اس جگہ اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔

ساحروں نے یہ کیفیت دیکھی تو انھیں تنبہ ہوا کہ یہ سحر نہیں یقیناً سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے نشان حق نے ظاہر ہو کر ان کے دلوں کی حالت بدل ڈالی اور ان پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے ساختہ بھرے مجمع میں سجدے میں گر پڑے اور آواز بلند پکار اٹھے:

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ

کہنے لگے کہ ہم پروردگار عالم پر ایمان لائے،

مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ۝ (اعراف ۱۲۱، ۱۲۲، شعراء ۴۷ و ۴۸) | موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر۔

عجیب منظر تھا، لوگوں کا انبوہ کثیر جمع تھا، باطل کی قوتوں کو جن پر بھروسا تھا، فرعون اور اس کی قوم جن کے کمال فن پر تکیہ کیے بیٹھے تھے، فرعون نے جن کو انعام واکرام اور عزت وجاہ کے لالچ دے کر اپنا قوتِ بازو بنایا تھا، جو بڑے خم ٹھونک کر اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ صف در صف اور قطار اندر قطار دو بظاہر بے سہارا اور بے سر وسامان مردانِ حق کے مقابلہ میں میدان میں نکلے تھے اور جن کے بھروسہ پر فرعون اور اس کے اعیانِ سلطنت نے اللہ کے رسول کو مقابلہ کے لیے خود للکارا تھا، اس وقت وہی باطل کے ستون ربِ حقیقی کے حضور میں سجدہ ریز تھے۔

فَاُلۡقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيۡنَ ۝ (اعراف ۱۲۰، شعراء ۴۶) | پس ساحر سجدہ میں گر پڑے۔

اور فرعون کے اس نعرہ کے جواب میں کہ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى ۝ (نازعات ۲۴) میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں جو ابھی ابھی اس نے لگایا تھا ان کے منہ سے یہ صدائے حق آ رہی تھی کہ،

اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ رَبِّ مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ۝ (اعراف ۱۲۱ و ۱۲۲، اور شعراء ۴۷ و ۴۸) ہم ایمان لائے تمام جہان کے پروردگار پر، اس رب پر نہیں جو فرعون اپنے آپ کو کہتا ہے، بلکہ اس پر جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا رب ہے۔

ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ رسوا کن اور ذلت آمیز شکست اور کیا ہو سکتی تھی جو اس وقت فرعون اور اس کے ساتھیوں کو نصیب ہوئی؟ اُدھر ساحرینِ فرعون تھے جو ابھی ایک لمحہ پہلے تک باطل کی قوت اور زور بازو تھے، جو فرعون کے اقبال کی قسم کھا کر اللہ کے رسول سے مبارز طلب ہوئے تھے۔ ایک ہی لمحہ بعد جو ان کے سر سجدوں سے اُٹھے ہیں تو وہ مومن صادق اور عارف کامل بن چکے تھے اور ان کے سینے ایمان وعرفان کے نور سے منور ہو چکے تھے۔

توراۃ میں اس واقعہ کا ذکر

توراۃ میں اس واقعہ کا نہایت سرسری اور اجمالی تذکرہ ہے اور وہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت وتبلیغ کی تفصیلات اور اس واقعہ کے متعلق ان تمام لطیف اشارات اور دقیق نکات سے عاری وساکت ہے جو قرآن کریم نے پیش کیے ہیں اور جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، توراۃ کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے دربار میں جا کر اس سے مطالبہ کیا کہ وہ بنی اسرائیل

کو مصر سے چلے جانے کی اجازت دے دے تو اس نے کہا:

"اے موسیٰ اور اے ہارون! تم کیوں ان لوگوں کو ان کے کام سے چھڑواتے ہو؟
تم جا کر اپنے اپنے بوجھ کو اٹھاؤ" (کتاب خروج باب ۵: ۴)

اور فرعون نے ان سرداروں کو جو بنی اسرائیل سے بیگار لینے پر مامور تھے حکم دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کاہل و سست ہو گئے ہیں اور اسی لیے وہ قربانی کرنے کے لیے جانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اس لیے تم ان سے اور زیادہ سخت بیگار لو اور اینٹیں بنانے کے لیے انھیں جو بھس دیا جاتا ہے وہ بند کر دو، وہ خود بھس فراہم کریں۔ اور روزانہ اتنی ہی تعداد میں اینٹیں تیار کر کے دیں جتنی کہ پہلے دیتے تھے (کتاب خروج باب ۵: ۵ تا ۹) اس حکم کی وجہ سے بنی اسرائیل سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور بگڑ کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے کہنے لگے:

"خداوند ہی دیکھے اور تمھارا انصاف کرے کیونکہ تم نے ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہ میں ایسا گھنونا کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دیدی ہے۔"

(خروج باب ۵: ۲۱)

حضرت موسیٰ کو پھر بذریعہ وحی حکم ملا کہ فرعون کے پاس دوبارہ جائیں اور اسے معجزۂ عصا دکھائیں (کتاب خروج باب ۶) حضرت موسیٰ نے تعمیل کی، تورات میں ہے کہ حضرت ہارون کے لیے ہدایت ہوئی تھی کہ فرعون کے سامنے اپنی لاٹھی ڈالیں (خروج باب ۷: ۹) حضرت ہارون نے جب لاٹھی ڈالی تو وہ سانپ بن گئی۔ اس کے بعد ساحروں سے مقابلہ کا ذکر صرف اس اجمال اور اختصار کے ساتھ ہوا ہے۔

"تب فرعون نے بھی داناؤں اور جادوگروں کو بلوایا اور مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا کیونکہ انھوں نے بھی اپنی اپنی لاٹھی سامنے ڈالی اور وہ سانپ بن گئیں لیکن ہارون کی لاٹھی ان کی لاٹھیوں کو نگل گئی اور فرعون کا دل سخت ہو گیا۔"

(کتاب خروج باب ۷: ۱۱ تا ۱۳)

اس بیان میں پہلی غلطی تو یہ ہے کہ حضرت ہارون نے اپنی لاٹھی ڈالی جو سانپ بن گئی۔ قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ یہ معجزہ حضرت موسیٰ کو عطا کیا گیا تھا اور میدان مقابلہ میں بھی بذریعہ وحی ان ہی کو حکم ہوا تھا کہ اپنی لاٹھی

ڈال دیں' دوسرے یہ کہ یہ بیان نامکمل اور ناقص ہے چونکہ اس میں نہ اس عظیم الشان واقعہ کی وہ ضروری تفصیلات ہیں جو قرآن کریم نے پیش کی ہیں اور نہ ساحروں کے قبول ایمان کا سبق آموز تذکرہ ہے' جو اس واقعہ کا ایک نہایت اہم جزو اور بصیرت افروز نتیجہ ہے۔

اسی طرح اس مقابلہ کے بعد اس سلسلہ کے ضروری واقعات کے باب میں بھی تورات ساکت ہے جن کا ذکر قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور خصوصاً سورہ مومن میں تفصیل کے ساتھ ہوا ہے اس شکست پر جھنجلا کر فرعون نے ساحروں اور بنی اسرائیل کے خلاف جو انتقامی کارروائی کی ہے تورات اس کے بیان سے یکسر خاموش ہے اسی طرح اس میں "مرد مومن" کا بھی کوئی ذکر موجود نہیں جس کو قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے جیسا کہ سطور ذیل میں آتا ہے:

فرعون کا غیظ و غضب ساحروں پر

سارے مجمع کے سامنے اپنی اس ذلت آمیز اور رسواکن شکست کو دیکھ کر فرعون بری طرح جھنجلایا اور طیش و غضب سے لال ہوگیا پھر جن ساحروں کے بھروسہ پر وہ مقابلہ پر آیا تھا خود ان کا اس بھرے مجمع میں ایمان قبول کر لینا اور سب کے سامنے اس کا اعلان کر دینا ایسا واقعہ تھا جس نے اس کو بالکل ہی حواس باختہ اور قابو سے باہر کر دیا اور وہ غیظ و غضب سے مشتعل ہو کر سب سے پہلے ان ہی ساحروں پر پھٹ پڑا جنھوں نے ایسے نازک وقت میں صرف اس کا ساتھ ہی نہیں چھوڑ دیا تھا بلکہ رب موسیٰ و ہارون ؑ پر اعلانیہ ایمان لا کر اس کے تمام دعاوی اور ساری نخوت و تکبر کو چور چور کر دیا تھا'

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵

(شعراء ۴۹)

(فرعون نے) کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے' یقیناً یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے' پس عنقریب تم (اس کا نتیجہ) معلوم کرو گے۔

فرعون نے مزید کہا:

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

بے شک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ج (اعراف ۱۲۳)

تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو۔

اور پھر بپھر کر کہنے لگا:

فَلَاُ قَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُ وصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ز وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ○ (طٰہٰ ۷۱)

پس میں تمھارے ہاتھ اور پاؤں خلاف (جانب) سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوا دوں گا تو تم کو معلوم ہو گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور باقی رہنے والا ہے

ساحروں کا جواب

ساحر کہنے لگے:

قَالُوْا لَا ضَیْرَ ز اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ○ج اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (شعراء ۵۰، ۵۱)

بولے کوئی حرج نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں، ہمیں امید ہے کہ پروردگار ہمارے گناہ بخش دے گا اس لیے کہ ہم اول ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

اور بولے:

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ط (اعراف ۱۲۶)

اور اس کے علاوہ تجھ کو ہماری کون سی بات ناگوار گذری کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔

اور انھوں نے فرعون کی دھمکیوں سے مرعوب ہونے کی بجائے قوت ایمان کا مظاہرہ کر کے اس پر یہ واضح کر دیا کہ

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ○ط اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا

انھوں نے کہا کہ جو دلائل ہمارے پاس آگئے ہیں ان پر اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اس پر ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے، تو تجھے جو حکم دینا ہو دے اور تو جو حکم دے سکتا ہے وہ صرف اسی دنیا کی زندگی

لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ○ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ○ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ○

(طٰہٰ ۷۲ تا ۷۶)

میں (دے سکتا ہے) ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور (اسے بھی) جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا، اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے، جو شخص اپنے پروردگار کی طرف گنہ گار ہو کر آئے گا تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ مرے گا نہ جئے گا اور جو اس کے روبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لیے بلند درجات ہیں (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو پاک ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان مومنین صادقین کی یہ بصیرت افروز تقریر گونج اور بازگشت تھی اس دعوت و تبلیغ کی جو حضرت موسیٰ نے ابتداء میں مجمع کو مخاطب کر کے فرمائی تھی ورنہ ان لوگوں کو جو ابھی ذرا دیر پہلے تک سرخیل گروہ ضلالت تھے حقیقت کے ان رموز اور ایمان کے ان اسرار سے کیا مس ہو سکتا تھا اُس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود حضرت موسیٰ کا وعظ و تبلیغ کیسی ہو گی

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

اور آخر میں انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں صبر و استقامت کی دعا کی تاکہ وہ تائیدِ ایزدی سے فرعون کے ہر ظلم و جور کو ثابت قدمی اور خندہ پیشانی سے برداشت کر سکیں اور اس آزمائش میں کہیں قدم نہ ڈگمگانے پائے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ○

(اعراف ۱۲۶)

اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر و استقامت کے دہانے کھول دے اور ہمیں دنیا سے اپنی مسلمان ہی بنا کر اٹھا لے

اس کے بعد کا واقعہ چونکہ قرآن کے مقصد تذکیر اور رشد و ہدایت کے لیے غیر ضروری تھا اس لیے اُس نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے البتہ ہمارے مفسر بتاتے ہیں کہ بالآخر فرعون نے اسی دن اپنی دھمکیوں پر عمل کر دکھایا، حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ یہ ایک خاص نئی سزا تھی جو فرعون نے نکالی تھی کہ جس پر زیادہ ناراض ہوتا تھا اس کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا کرتا تھا، ان مومنین صادقین کے ساتھ بھی اس نے یہی عمل کیا، اور ان کے خلاف جانب کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر سولی پر چڑھوا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ وہ صبح کے وقت جادوگر کہلاتے تھے اور اسی روز شام کو شہید کہلائے جانے لگے۔

چند دیگر افراد کا قبول ایمان

معرکہ حق و باطل میں حق کی یہ فتح مبین ایک ایسا عظیم الشان واقعہ تھا جس کو دیکھ کر تمام حاضرین کو ایمان لے آنا چاہیے تھا مگر فرعون کے غیظ و غضب اور اس کی قہر سامانی کو دیکھ کر لوگ ڈر گئے اور اعلاء کلمۃ الحق سے باز رہے، حالانکہ خود فرعون اور اس کی قوم کے دل حضرت موسیٰؑ کی صداقت کو تسلیم کر چکے تھے مگر وہ تمرد و طغیان اور غرور و سرکشی کی بنا پر زبان سے انکار ہی کرتے رہے، سورۂ نمل میں اظہار معجزات کے تذکرہ کے بعد یہ تصریح موجود ہے کہ

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ط (نمل - ۱۴)	اور بے انصافی اور غرور سے ان کا انکار کیا لیکن اُن کے دل ان کو مان چکے تھے

نتیجہ یہ ہوا کہ آپ پر بنی اسرائیل کے صرف معدودے چند باہمت نوجوان ایمان لائے اور وہ بھی چھپ کر اور ڈرتے ڈرتے کہ کہیں فرعون کو خبر نہ ہو جائے اور وہ ان کو بھی اپنے مظالم اور قہرمانیت کا نشانہ بنا لے۔

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ○ (یونس ۸۳)	تو موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے (اور وہ بھی) فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ اُن کو آفت میں نہ پھنسا دے اور فرعون ملک میں متکبر و متغلب ہو رہا تھا اور (کفر و کبر میں) حد سے بڑھا ہوا تھا۔

فرعون کا غضب بنی اسرائیل پر

فرعون کی اس ذلت اور رسوائی کا سب سے بڑا سبب خود حضرت موسیٰ تھے لیکن غالباً فرعون کے دل و دماغ میں آپ کی حقانیت و صداقت کا یہی وہ ایقان و اذعان تھا جو شروع میں اس امر سے مانع ہوا کہ وہ سب سے پہلے خود ان کے خلاف اپنے ظلم و انتقام کا مظاہرہ کرے مگر اب اس کے درباریوں اور حواریوں نے اس کو اس طرف توجہ دلائی اور آپ کے خلاف اس کو اکسانا اور بھڑکانا شروع کیا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ

(اعراف ۱۲۷)

اور فرعون کی قوم میں جو سردار تھے کہنے لگے کہ کیا آپ موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ ملک میں خرابی کرتے پھریں اور آپ سے اور آپ کے معبودوں سے دست کش ہو جائیں؟

فرعون نے کہا

قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝

(اعراف ۱۲۷)

بولا اب ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے اور بلاشبہ ہم ان پر غالب ہیں

حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے بھی بنی اسرائیل اسی ظلم کا شکار بنے تھے اب حضرت موسیٰ کی تعلیم و معجزات کے اثر کو دیکھ کر فرعون کو خدشہ ہوا کہ کہیں آپ کی رہنمائی اور اعانت سے بنی اسرائیل منظم ہو کر زور نہ پکڑ جائیں اس لیے انھیں کمزور، خوف زدہ اور عاجز کرنے کے لیے اپنے تسلط اور تغلب کے نشہ میں دوبارہ وہی حکم جاری کر دیا۔

ظاہر ہے کہ اس سفاکانہ حکم کو سن کر بنی اسرائیل کس قدر دہشت زدہ اور ہراساں ہوئے ہونگے۔

حضرت موسیٰ کی بنی اسرائیل کو نصیحت اور تسکین دہی

حضرت موسیٰ نے ان کی اس طبعی اور فطری گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ کر ان کو مخاطب کیا اور فرمایا:

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (اعراف ۱۲۸)

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو، زمین تو خدا کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور آخر میں بھلائی تو ڈرنے والوں کے لیے ہے

ستم رسیدہ اور مصیبت زدہ لوگ کہنے لگے، یہ ان کے دُکھے ہوئے دل کی پکار تھی

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ (اعراف ۱۲۹)

وہ بولے کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم کو اذیتیں پہنچتی رہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔

حضرت موسیٰؑ نے ان کی تسکین خاطر کی اور ان کو بشارت دی:

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○ (اعراف ۱۲۹)

کہا: قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو

مزید براں حضرت موسیٰؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ○ (یونس ۸۴)

اے برادرانِ قوم! اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسہ رکھو اگر تم فرماں بردار ہو۔

اللہ کے رسول کی اس تسکین دہی اور اس پند و نصیحت سے لوگوں کے دل مضبوط ہو گئے اور ان میں ایمان تازہ ہو گیا اور زہد و تقویٰ اور صبر و رضا کی رُوح ان میں بیدار ہو گئی، وہ کہنے لگے

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ (یونس ۸۵)

وہ بولے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا

اور پھر وہ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہو گئے:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (یونس ۸۵، ۸۶)

اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے (ہم کو) کافروں کی اس قوم سے نجات بخش۔

فرعون کا انتقامی غضب حضرت موسیٰ پر

اب تک خود حضرت موسیٰ کی ذات فرعون کے غیض و غضب سے مامون تھی مگر اب وہ انتقام اور غصہ کے جذبات سے بے قابو ہو کر آپ کی طرف پلٹا اور بولا:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ (مومن ۲۶)

اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلائے مجھے ڈر ہے کہ (کہیں) وہ تمہارے دین کو (نہ) بدل دے یا ملک میں فساد (نہ) پیدا کر دے۔

"مجھے چھوڑ دو" اسلیے کہا کہ غالباً اس کے کچھ مصاحبین جو دل سے حضرت موسیٰ کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے۔ ہلاکت کے ڈر سے فرعون کو روکتے ہوں گے کہ حضرت موسیٰ پر ہاتھ نہ ڈالے۔

حضرت موسیٰ نے اس قہر و غضب کے مظاہرہ کے جواب میں جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کی حیرت انگیز مثال ہیں

وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ (مومن ۲۷)

اور موسیٰ نے کہا میں ہر متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں۔

دربار فرعونی کے ایک مرد مومن کی مداخلت

فرعون کی قوم اور اس کے دربار میں ایک مرد مومن تھا جو حضرت موسیٰ کی تبلیغ کے اثر سے اور آپ کے معجزات کو دیکھ کر صدق دل سے ایمان لے آیا تھا مگر فرعون کے ڈر اور وقت کی مصلحت کی بنا پر اس نے اپنے ایمان کو اب تک چھپا کر رکھا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرعون کی قوم میں صرف تین شخص ایمان لائے ایک یہ مرد مومن، ایک زنِ فرعون حضرت آسیہؓ اور ایک وہ شخص جس نے قتل قبطی کے بعد چپکے سے آ کر حضرت موسیٰ کو مطلع کیا تھا کہ آپ کے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، بہتر یہ ہے کہ آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔

اب موقعہ کی نزاکت کو دیکھ کر یہ مردِ مومن اور زیادہ خاموش نہ رہ سکا اور مداخلت پر مجبور ہوگیا۔ وہ اٹھا اور فرعون سے مخاطب ہوا:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ﷺ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ

(مومن ۲۸، ۲۹)

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے[1] اور وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف) سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو کوئی عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر واقع ہو کر رہے گا بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہے۔ اے قوم! آج تمہاری ہی بادشاہت ہے اور تم ہی ملک میں غالب ہو (لیکن) اگر ہم پر خدا کا عذاب آگیا تو ہماری مدد کون کرے گا؟

فرعون بولا،

---

[1] اس واقعہ سے تقریباً ڈیڑھ دو ہزار سال بعد قریب قریب ایسے ہی موقعہ پر حرم کعبہ کے اندر بالکل یہی الفاظ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے ہوا یہ کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ناگاہ عقبہ بن ابی معیط داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شانہ مبارک پکڑ کر آپ کی گردن میں کپڑا ڈال لیا اور گلا گھونٹنا شروع کیا۔ اتفاقاً عین اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لائے، آپ نے اس کے مونڈھے پکڑ کر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹا دیا اور پھر اس سے فرمایا کہ کیا تم اس شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور یاد رکھو وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح دلیلیں بھی لایا ہے (صحیح بخاری، حدیث حضرت عمرو بن عاص)۔

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝
(مومن ۲۹)

فرعون نے کہا میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔

مرد مومن نے جواب دیا:

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُم مِّثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۝ مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ ۚ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ وَيَا قَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ ۝ مَا لَكُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۖ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَٰلِكَ

اور جو مومن تھا وہ کہنے لگا کہ اے قوم مجھے تمہاری نسبت خوف ہے کہ (مبادا) تم پر اور امتوں کی طرح کے دن کا عذاب آجائے (یعنی) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں، اُن کے حال کی طرح (تمہارا حال نہ ہو جائے) اور خدا تو بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا، اور اے قوم مجھے تمہاری نسبت پکار کے دن[له] (یعنی قیامت) کا خوف ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے (اس دن) تم کو کوئی خدا (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوگا اور جس شخص کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور پہلے یوسفؑ بھی تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے تو جو وہ لائے تھے اس سے تم ہمیشہ شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ خدا اس کے بعد کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا، اس طرح خدا اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے

له "یَوْمَ التَّنَاد" کا مفہوم عام طور پر مفسرین نے قیامت بتایا ہے مگر شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس کا مطلب وہ دن لیا ہے جب فرعونیوں پر عذاب آیا، ڈوبتے وقت وہ پکارتے اور چیختے جاتے تھے۔

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (مومن ۴۰ تا ۳۵)

والا ہو' جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں خدا کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ جھگڑا سخت ناپسند ہے اسی طرح خدا ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

فرعون نے جو خدا تعالیٰ کا اس طرح بار بار تذکرہ سنا تو اول تو درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ دنیا میں تو میں تمھارا اپنے سوا اور کوئی خدا دیکھتا نہیں[1] البتہ (حضرت) موسیٰ اپنے خدا کی جو صفات علوی بیان کرتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آسمان پر ہو تو ہو' اور اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ ایک نہایت بلند اور فلک بوس عمارت تعمیر کی جائے تاکہ میں اوپر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو اگر وہ واقعی موجود ہے تو جھانک کر دیکھ سکوں اور میں تو ان کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ (مومن ۳۶-۳۷)

اور فرعون نے کہا' ہامان میرے لیے ایک محل بنوا تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) راستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمان کے راستوں پر' پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں' اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کو اس کے اعمال بد اچھے معلوم ہوتے تھے اور وہ راستہ سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تو بیکار تھی۔

فرعون نے ابھی ذرا دیر پہلے کہا تھا وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ (مومن ۲۹) اور میں تو تمھیں وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے' مرد مومن نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے اب اس طرف اشارہ کیا اور کہا سَبِيْلَ الرَّشَادِ یعنی بھلائی اور فلاح کا راستہ وہ نہیں جو فرعون بتاتا ہے بلکہ وہ ہے جو میں بتا رہا ہوں اس لیے اگر تمھیں اپنی بھلائی اور نجات مقصود ہے تو اس راستہ کو اختیار کرو۔

قوم اپنے ہی ایک معزز فرد کی زبان سے اس قسم کی باتیں سن کر یقیناً سخت حیرت ہوئی ہو گی

---

[1] سورہ قصص آیت ۳۸

اور غالباً انھوں نے یہ خواہش اور کوشش بھی کی ہو گی کہ وہ آباؤ اجداد کے مسلک کی طرف لوٹ آئیں یہی وجہ ہے کہ مردِ مومن نے ان کی اس حیرانی اور خواہش کو دیکھ کر اپنی تقریر کے دوران میں اس طرف بھی اشارہ کیا اور کہا کہ یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ میں تو تمہارا بہی خواہ ہوں اور تمھیں ہدایت کا راستہ دکھا کر نجات کی طرف بلا رہا ہوں مگر تم چاہتے ہو کہ میں اسی راہِ ضلالت پر لوٹ آؤں اور اس پر چل کر بالآخر جہنم میں جا پڑوں۔ غور کرو میری کوشش و کاوش کیا ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟

چنانچہ مردِ مومن نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا:

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۚ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ؗ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؗ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ

اور جو شخص ایمان لایا تھا اُس نے کہا کہ اے (برادران) قوم میرے پیچھے چلو، میں تمھیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں بھائیو، دنیا کی یہ زندگی (چند روزہ) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور جو آخرت ہے وہ ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، جو بُرے کام کرے گا اُس کو بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، وہاں ان کو بے حساب روزی ملے گی اور اے قوم! میرا کیا (حال) ہے کہ میں تو تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ خدا کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں، اور میں تم کو (خدائے) غالب (اور) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں، سچ تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کا دنیا و

اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (مومن ۲۸ تا ۴۴)

آخرت میں بلانے کا مقدور نہیں اور ہم (سب) کو خدا کی طرف لوٹنا ہے اور حد سے نکل جانے والے دوزخی ہیں، جو بات میں تم سے کہتا ہوں آگے چل کر اسے یاد کرو گے، اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں بے شک خدا بندوں (کے احوال) کو دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ ایک مومن صادق و قانت کی طرح اس مرد مومن نے بھی اپنی پوری اور امکانی سعی کر چکنے کے بعد اپنا اور اپنی ظالم قوم کا معاملہ اور اس کا نتیجہ خدا کے سپرد کر دیا۔ اس مرد مومن نے خدائے رب العزت پر بھروسہ کر کے اس کی نصرت و اعانت چاہی تھی چنانچہ فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم باوجود کوشش کے اس کو اپنا ہدف اور نشانہ نہ بنا سکے اور وہ خدا کی حفاظت میں محفوظ و مامون رہا اور بالآخر حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے ساتھ وہ بھی مصر سے صحیح و سلامت نکل آیا۔

نماز اور قربانی کے احکام

اسی دوران میں حکم نازل ہوا کہ بنی اسرائیل مصریوں سے علیحدہ اپنی بستی قائم کریں تاکہ عذاب نازل ہو تو وہ محفوظ و مامون رہیں۔

وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا (یونس ۸۷)

اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے واسطے گھر مقرر کرو

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی موضح القرآن میں فرماتے ہیں:

"جب فرعون کی ہلاکت نزدیک پہنچی تب حکم ہوا کہ اپنی قوم ان میں شامل نہ رکھو اپنا محلہ جدا بساؤ کہ آگے ان پر آفتیں پڑتی ہیں، یہ قوم آفت میں شریک نہ ہو۔"

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل ابتداء ہی سے جوشن کے علاقہ میں آباد تھے، ممکن ہے اس دوران میں کچھ ادھر ادھر بھی پھیل گئے ہوں اس لیے یہ حکم نازل ہوا۔

فرعون نے بنی اسرائیل کی تمام عبادت گاہیں تباہ و برباد کر دی تھیں تاکہ وہ ان میں آکر خدا کی عبادت نہ کر سکیں۔ اب قیام نماز کا حکم نازل ہوا اور حکم ہوا کہ بنی اسرائیل اپنے مکانوں ہی میں نماز ادا کریں، مکانوں کا

کوئی حصہ نماز کے لیے مخصوص کرلیں جو قبلہ رو ہو یا ان مکانوں میں سے بعض کو عبادت گاہ بنالیں، اور نماز ترک نہ کریں۔

وَاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس ۸۷)

اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجد) ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو، اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔

توراۃ میں اس حکم کا ذکر نہیں ہے البتہ اس میں فسح کی قربانی کے احکام کا ذکر ہے جو خروج سے کچھ ہی پیشتر نازل ہوئے۔ ان احکام کی تفصیل کتاب خروج کے باب ۱۲ کی آیات ۱ تا ۲۷ میں مذکور ہیں۔ نماز اور قربانی کے یہ احکام بنی اسرائیل کے مصر کے دوران قیام ہی میں نازل ہوئے

فرعونیوں پر غضب الٰہی اور دیگر معجزات موسوی

عصا اور ید بیضاء کے معجزات دیکھ کر بھی جب فرعون اور اس کی قوم ایمان نہ لائی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو طرح طرح کی سختیوں اور آزمائشوں میں مبتلا کیا تاکہ اب بھی اپنی بد اعمالیوں سے تائب ہو کر ایمان لے آئیں مگر بدبخت قوم یہ ٹھوکریں کھا کر بھی نہ سنبھلی، جب کوئی سختی آتی یا عذاب الٰہی نازل ہوتا تو حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست کی جاتی اور ہدایت اختیار کرنے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دینے کے عہد کیے جاتے مگر جب حضرت موسیٰ کی دعا سے وہ عذاب ٹل جاتا تو وہ عہد شکنی کر کے پھر گمراہی اور سرکشی پر راسخ ہو جاتے، سورۂ زخرف میں ہے،

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ز وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○

اور جو نشانی ہم ان کو دکھاتے تھے وہ دوسری سے بڑھی ہوئی ہوتی تھی، اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تاکہ باز آئیں اور کہنے لگے کہ اے جادوگر اس عہد کے مطابق جو تیرے پروردگار نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے دعا کر بے شک ہم ہدایت یاب ہو جائیں گے، پس جب ہم نے ان سے عذاب دور

کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے | (زخرف ۴۸ تا ۵۰)

توراۃ میں ان معجزات کی تفصیل توراۃ میں اس سلسلہ میں عصا اور ید بیضاء کے علاوہ حضرت موسیٰ کے دس اور معجزات بیان ہوئے ہیں' ان بیانات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ دم یا خون حسب حکم الٰہی حضرت موسیٰ نے لب دریا فرعون سے پھر بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا اور اس کی تنبیہ کے لیے آپ کے حکم سے حضرت ہارونؑ نے آپ کی لاٹھی دریا پہ ماری جس سے تمام نیل کا پانی خون بن گیا حتیٰ کہ لکڑی اور پتھر کے برتنوں میں جو پانی تھا وہ بھی سب خون ہو گیا۔ دریا کی مچھلیاں سب مر گئیں اور دریا سے تعفن اٹھنے لگا' پینے کے پانی کے لیے فرعونیوں کو فوری طور پر دریا کے کنارے کنوئیں کھودنا پڑے' سات دن تک یہی کیفیت رہی (کتاب خروج باب ۴ تا ۲۵)

(۲) ضفادع یعنی مینڈک اس کے بعد حضرت موسیٰ نے پھر فرعون سے وہی مطالبہ کیا اور آپ کے حکم سے حضرت ہارونؑ نے دریا پہ آپ کی لاٹھی ماری جس سے بے شمار مینڈک پیدا ہو گئے اور

"مینڈک چڑھ آئے اور ملک مصر کو ڈھانک لیا" [۱]

اور نوبت یہ آگئی کہ گھروں' صحنوں اور آرام گاہوں' دریاؤں' جھیلوں اور تالابوں' کھیتوں اور شہروں' برتنوں اور تندوروں میں مینڈک ہی مینڈک بھر گئے اور لوگوں کی زندگی دوبھر ہو گئی' بالآخر فرعون نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ خدا سے دعا کریں اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب ٹل گیا تو وہ بنی اسرائیل کو چلے جانے کی اجازت دے دیگا' حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی اور دوسرے ہی دن تمام مینڈک مر گئے مگر فرعون اپنے قول سے پھر گیا' (خروج باب ۸ تا ۱۵)

(۳) قمل یعنی جوں یا پچڑی اس کے بعد پھر حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰ کے حکم سے آپ کا عصا زمین کی گرد پہ مارا اور تمام ملک مصر میں جوئیں بھر گئیں اور کوئی انسان اور حیوان ایسا نہ بچا جو ان کے حملے سے محفوظ رہا ہو' جادوگروں نے فرعون سے کہا بھی کہ یہ سحر کا نتیجہ نہیں ہو سکتا خدا ہی کا کام

---

[۱] توراۃ کتاب خروج باب ۸

ہے مگر وہ نہ مانا (خروج باب ۱۶ تا ۱۹)

(۴) مچھر | پھر حضرت موسیٰ نے لب دریا فرعون کے سامنے اپنا مطالبہ پیش کیا' وہ نہ مانا تو قہر الٰہی مچھروں کی شکل میں نازل ہوا جنھوں نے ہر چیز کا ناس کر دیا۔ بالآخر مجبور ہو کر فرعون نے پھر بنی اسرائیل کی آزادی کے وعدے کر کے حضرت موسیٰ سے دعا کی درخواست کی مگر جب آپ کی دعا سے یہ عذاب ٹل گیا تو پھر بدعہدی کی اور اپنے قول سے پھر گیا (خروج باب ۲۰ تا ۳۲)

(۵) چوپاؤں کی ہلاکت | اب حسب حکم الٰہی حضرت موسیٰ نے ایک وقت مقرر کر کے اعلان فرمادیا کہ اگر اس وقت تک بنی اسرائیل کو مصر سے چلے جانے کی اجازت نہ دی گئی تو عذاب الٰہی سے تمام مصریوں کے چوپائے ہلاک ہو جائیں گے۔ فرعون نے اس تنبیہ کی پروا نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ وقت موعودہ کے دوسرے دن مصریوں کے تمام چوپائے مر گئے (خروج باب ۱ تا ۷)

(۶) خارش سوزان | جب اس پر بھی فرعون نے بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت نہ دی تو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نے بھٹی کی راکھ ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف اچھال دی اور تمام مصریوں اور ان کے جانوروں کے جسم پر آبلے اور پھوڑے پڑ گئے اور ان کو سخت تکلیف ہوئی (خروج باب ۸ تا ۱۲)

(۷) ژالہ باری اور نقص ثمرات | اب حضرت موسیٰ نے پھر فرعون کو تنبیہ کی اور وہ باز نہ آیا تو آپ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیا۔ فی الفور کڑک اور بارش کے ساتھ اولے گرنا شروع ہوئے اور آگ کے شعلے آسمان سے زمین تک لپکنے لگے' اولے اتنے بڑے اور وزنی تھے کہ مصر کی تاریخ میں کبھی نہ دیکھے گئے تھے۔ ان سے جو اور سن کی فصلیں جن میں بالیں اور پھول نکل آئے تھے سب تباہ و برباد ہو گئیں اور کھیتوں اور میدانوں میں جتنے جانور تھے سب ہلاک ہو گئے' کئی دن گذر گئے مگر بارش اور اولوں کا یہ طوفان جاری رہا۔ بالآخر مجبور ہو کر فرعون نے حضرت موسیٰ کو بلایا' ان کے سامنے اپنی گمراہی اور معصیت کا اقرار کیا اور بنی اسرائیل کی آزادی کا وعدہ کر کے آپ سے دعا کی التجا کی۔ حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی اور عذاب فی الفور موقوف ہو گیا مگر اس کے بعد حسب سابق فرعون نے پھر بدعہدی کی اور اپنے قول سے پھر گیا (خروج باب ۹ ۲۲ تا ۳۵)

(۸) جراد یعنی ٹڈی | اب عذاب الٰہی ٹڈیوں کی صورت میں نازل ہوا' یہ ٹڈیاں اس قدر کثیر التعداد تھیں کہ

اس سے پیشتر مصریوں نے کبھی نہ دیکھی تھیں، گیہوں وغیرہ کی جو فصلیں اولوں سے بچ گئی تھیں وہ اب ان ٹڈیوں نے بالکل برباد کر دیں، اس تباہی پر دہشت زدہ ہو کر خود مصریوں نے فرعون سے سفارش کی کہ وہ بنی اسرائیل کو چلے جانے کی اجازت دے دے، فرعون نیم رضامند بھی ہو گیا مگر جب اُسے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل اپنے سب بچوں اور بوڑھوں اور سازوسامان کے ساتھ جانا چاہتے ہیں تو پھر اس نے انکار کر دیا (خروج باب ۱۰ تا ۲۰)

(۹) تاریکی اب پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا تو تمام ملک مصر پر ایک گہری تاریکی چھا گئی جو مسلسل تین دن تک طاری رہی اور سخت اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہل سکا، تب فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو بلا کر پھر دعا کی درخواست کی اور یقین دلایا کہ اس مرتبہ وہ ضرور بنی اسرائیل کو جانے کی اجازت دیدیگا، لیکن جب حضرت موسیٰؑ کی دعا سے یہ تاریکی دُور ہو گئی تو فرعون پھر اپنے وعدہ سے منکر ہو گیا اور بگڑ کر حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگا کہ اب میرے سامنے آئے تو قتل کرا دوں گا (خروج باب ۱۰، ۲۱ تا ۲۹)

(۱۰) پہلوٹھی کے بیٹوں کی موت جب ان تمام سابقہ تنبیہوں کے باوجود فرعون راہ راست پر نہ آیا تو عذاب الٰہی اس صورت میں نازل ہوا کہ ایک رات فرعون سے لیکر ادنیٰ مصریوں حتیٰ کہ ان کے چوپاؤں تک کے پہلوٹھے مر گئے اور

> "فرعون اور اس کے سب نوکر اور سب مصری رات ہی کو اُٹھ بیٹھے اور مصر میں بڑا کہرام مچا کیونکہ ایک بھی ایسا گھر نہ تھا جس میں کوئی نہ مرا ہو"۔[۱]

قرآن کا بیان لیکن توراۃ کے یہ بیان کردہ معجزات، ان کی تعداد اور ان کی ترتیب صحیح نہیں، قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو کل نو معجزات عطا فرمائے گئے تھے اور عصا اور ید بیضا کے معجزات ان ہی نو میں شامل تھے، سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (بنی اسرائیل ۱۰)	اور ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں عطا کیں۔

---

[۱] کتاب خروج باب ۱۲: ۳۰

اور آیات الکبریٰ یعنی عصا اور ید بیضا کے معجزات ان ہی نو معجزات میں شامل تھے، سورہ نمل میں عصا اور ید بیضا کے تذکرہ کے بعد ہے۔

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ط (نمل ۱۲)

(عصا اور ید بیضا کے معجزات کے ساتھ جو) نو معجزوں میں شامل ہیں فرعون اور اسکی قوم کی طرف جاؤ

معجزۂ عصاء اور ید بیضاء کا تذکرہ اوپر تفصیل سے ہو چکا ہے، باقی سات معجزات کی تفصیل اور صحیح ترتیب سورۂ اعراف میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ط اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا لا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ

اور ہم نے فرعونیوں کو قحطوں اور میووں کے نقصان میں پکڑا تاکہ نصیحت حاصل کریں، تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے، دیکھو ان کی بدشگونی ان کے ہاں (مقدر) ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے، اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس (خواہ) کوئی بھی نشانی لاؤ تاکہ اس سے ہم پر جادو کرو، مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں، تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون کتنی کھلی ہوئی نشانیاں بھیجیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی گنہ گار، اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے کہ اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کرو جیسا اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان بھی لے آئیں گے اور

إِسْرَآءِيلَ ۞ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۞

(اعراف ۱۳۰ تا ۱۳۵)

بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے' پھر جب ہم ایک مدت کے لیے جس تک ان کو پہنچنا تھا ان سے عذاب دُور کر دیتے تو وہ عہد کو توڑ ڈالتے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ عصا اور ید بیضاء کے علاوہ باقی سات معجزات یہ تھے اور اسی ترتیب سے ظہور میں آئے۔

(۱) سنین (قحط) (۲) نقص ثمرات (۳) طوفان (۴) جراد (ٹڈی) (۵) قمّل (جوں) (۶) ضفادع (مینڈک) (۷) دم (خون)

فرعون کا تکبر و تمرد اور اپنی قوم سے خطاب

توراۃ میں ہے کہ پہلوٹھی کے بیٹوں کی موت کے بعد فرعون نے اس ڈر سے کہ کہیں سب مصری ہلاک نہ ہو جائیں بنی اسرائیل کو مصر سے چلے جانے کی اجازت دیدی بلکہ حضرت موسٰی سے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ان کو لے کر مصر سے چلے جائیں (خروج باب ۱۲ ۳۱ تا ۳۶) اور جب بنی اسرائیل روانہ ہو گئے تو فوراً اس نے تعاقب کیا' اس بیان میں اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فرعون نے اس ڈر سے خود بنی اسرائیل کو چلے جانے کی اجازت دی تھی اور یہ ڈر اسی طرح قائم تھا بلکہ تعاقب کی صورت میں اس کا زیادہ خطرہ تھا تو پھر اس خطرہ کی موجودگی میں جس نے اسے اجازت دینے پر مجبور کیا تھا' اس نے تعاقب کیوں اور کس طرح کیا؟

اصل یہ ہے کہ درمیان کے کچھ واقعات توراۃ میں بیان ہونے سے رہ گئے ہیں جن کی قرآنِ کریم نے تصریح کی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی صحیح علم قرآن ہی سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا بیان عقلِ سلیم کے عین مطابق بھی ہے اور اس میں توراۃ کے بیان کی طرح کوئی اشکال یا استبعاد بھی موجود نہیں ہے' قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام معجزات کو دیکھ کر بھی فرعون ایمان نہ لایا اور اس نے یہ بھی کہا کہ:

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ○
(بنی اسرائیل ۱۰۱)

اے موسیٰؑ میں خیال کرتا ہوں کہ تم پر جادو کیا گیا ہے

حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہ تیری زبان کہہ رہی ہے حالانکہ تیرا دل جانتا ہے کہ یہ سب معجزات حق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، دل کے مان لینے کے بعد بھی تو نفور وجود پر قائم ہے اور یہ علامت اس بات کی ہے کہ تیری ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہے۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○
(بنی اسرائیل ۱۰۲)

انھوں نے کہا کہ تو یہ جان چکا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے علاوہ ان چیزوں کو کسی نے نازل نہیں کیا (اور وہ بھی تجھے) سمجھانے کو اور اے فرعون میں سمجھتا ہوں کہ تو غارت ہوا چاہتا ہے

یہ سُن کر فرعون سخت برہم ہوا اور اس نے بنی اسرائیل پر اپنے مظالم بڑھا دیئے اور اس بات کی کوشش کی کہ ان کو سرزمین مصر میں چین کا سانس لینے کا موقع نہ ملے۔

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
(بنی اسرائیل ۱۰۳)

پھر اس نے چاہا کہ اس زمین میں بنی اسرائیل کو چین نہ لینے دے

اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ خیال کر کے کہ کہیں قبطی قوم معجزاتِ موسیٰ کو دیکھ کر آپ کے مرسل من اللہ ہونے اور آپ کی برگزیدگی کی قائل نہ ہوگئی ہو، اس نے قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے اس طرح خطاب کیا:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ○ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ○ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ

اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا اور کہا کہ اے قوم کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی (میری نہیں ہیں)؟ کیا تم دیکھتے نہیں، بیشک میں اس شخص سے جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا کہیں بہتر ہوں، تو اس پر سونے

الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ○ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

(زخرف ۵۱ تا ۵۴)

کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا یہ ہوتا کہ) فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے غرض اُس نے اپنی قوم کی عقل مار دی اور انھوں نے اس کی بات مان لی بے شک وہ نافرمان لوگ تھے۔

فرعون کی ہلاکت کیلیے حضرت موسیٰ کی دُعا

حضرت موسیٰ نے اب عرصہ دراز کے مسلسل تجربوں کے بعد یہ بات اچھی طرح سمجھ لی یا ممکن ہے وحی الٰہی نے آپ کو مطلع کر دیا ہو کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں تو آپ نے ان کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائی اور جس مال و دولت کا گھمنڈ ان کا جمود و عناد بڑھا رہا تھا اس کی تباہی کی بارگاہِ الٰہی میں درخواست کی'

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○ بددعا بھی لی

(یونس ۸۸)

اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت (ساز و سامان) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے اے پروردگار ان کا مآل یہ ہے کہ تیری راہ سے گمراہ کر دیں۔ اے پروردگار ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذابِ الیم نہ دیکھ لیں۔

پیغمبر کی دُعا مقبول ہوئی اور جواب میں ارشاد ہوا:

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(یونس ۸۹)

(خدا تعالیٰ) نے فرمایا کہ تمھاری دعا قبول کی گئی تو تم ثابت قدم رہنا اور نادانوں کی راہ پہ نہ چلنا

یعنی دُعا مقبول ہوئی مگر یہ کام اسی وقت ہوگا جو اس کام کے لیے مشیت الٰہی میں مقدر ہو چکا ہے اس لیے تم استقلال اور ثابت قدمی سے اپنے فریضۂ نبوت کو انجام دیتے رہو اور تاخیر سے مت گھبراؤ۔

بنی اسرائیل کا مصر سے خروج

بہر حال مشیت الٰہی میں اس کام کا جو وقت مقدر تھا جب وہ پورا ہو گیا تو حضرت موسٰیؑ کو بذریعہ وحی حکم ہوا:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ○ (شعراء آیہ ۵۲)

اور ہم نے موسٰیؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو رات کو لے نکلو (اور یہ) کہ (فرعونیوں کی طرف سے) تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

اور آپ کو فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی کی بھی بشارت دے دی گئی۔ سورہ دخان میں ہے:

فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۙ○ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ○ (دخان ۲۳، ۲۴)

میرے بندوں کو راتوں رات لیکر چلے جاؤ اور (فرعونی) ضرور تمہارا تعاقب کریں گے اور دریا سے (کہ) خشک (ہو رہا ہوگا) پار ہو جاؤ (تمہارے بعد) تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا۔

خروج کا راستہ

رعمسیس (دار الخلافہ) اور ارض جوشن سے جو مصر میں بنی اسرائیل کا مسکن تھا فلسطین جانے کے لیے قریب کا اور سیدھا راستہ خشکی کا تھا جس سے اس زمانہ میں آمد و رفت تھی مگر توراۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسٰیؑ نے مشیت الٰہی کا اشارہ پاکر یہ قریبی خشکی کا راستہ اختیار نہیں کیا، بنی اسرائیل نے رعمسیس کے علاقہ جوشن سے سکات تک پیدل سفر کیا۔ (خروج باب ۱۲-۳۷) پھر سکات سے کوچ کر کے ایتام میں قیام کیا (خروج باب ۱۳-۲۰) پھر وہاں سے چل کر مجدال اور سمندر کے درمیان فی ہخیروت کے مقابل بعل صفوان میں ڈیرے لگائے اس کے سامنے بحر قلزم تھا (خروج باب ۱۴ ا و ۲)

اس وقت بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس سال کا زمانہ گذر چکا تھا (خروج باب ۱۲-۴۰) جس وقت حضرت موسٰیؑ مصر سے نکلے ہیں اسرائیلیوں کا ابیب کا مہینہ تھا (خروج باب ۱۳-۴) اور بچوں کو چھوڑ کر تقریباً چھ لاکھ مرد آپ کی معیت میں تھے (خروج باب ۱۲-۳۸) حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کے مطابق جب بنی اسرائیل مصر سے ارض شام کے لیے روانہ ہوئے تو

حضرت موسٰیؑ نے آپ کی نعش بھی اپنے ہمراہ لے لی تھی (خروج باب ۱۳ : ۱۹)

رہنمائی توراۃ میں ہے :

"خداوند ان کو دن کو راستہ دکھانے کے لیے بادل کے ستون میں اور رات کو روشنی دینے کے لیے آگ کے ستون میں ہو کر ان کے آگے آگے چلا کرتا تھا تاکہ وہ دن اور رات دونوں میں چل سکیں، وہ بادل کا ستون دن کو اور آگ کا ستون رات کو ان لوگوں کے آگے سے ہٹتا نہ تھا۔"[۱]

فرعون کا تعاقب فرعون کو جب اطلاع ہوئی کہ سب بنی اسرائیل مع اپنے ساز و سامان کے مصر سے جا رہے ہیں تو وہ اس خیال سے سخت برہم ہوا کہ خدمت گار طبقہ ہاتھوں سے نکل گیا[۲] اور اس نے فوراً تعاقب کی تیاری کی، قرآن کریم میں ہے کہ اس نے اس غرض کے لیے شہروں میں نقیب روانہ کیے،

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ۝ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ وَ اِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ (شعراء ۵۳ تا ۵۶)

پس فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کیے۔ (اور کہا) کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں اور یہ ہمیں غصّہ دلا رہے ہیں اور ہم با ساز و سامان ہیں۔

توراۃ میں ہے:

"تب اس (فرعون) نے اپنا رتھ تیار کروایا اور اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لیا اور اس نے چھ سو چنے ہوئے رتھ بلکہ مصر کے سب رتھ لیے اور ان سبھوں میں سرداروں کو بٹھایا اور خداوند نے مصر کے بادشاہ فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اس نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا، کیونکہ بنی اسرائیل بڑے فخر سے نکلے تھے اور مصری فوج نے فرعون کے سب گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں سمیت ان کا پیچھا کیا"[۳]

قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ یہ تعاقب صبح کے وقت ہوا

---

[۱] کتاب خروج باب ۱۳ : ۲۱، ۲۲ ۔ [۲] کتاب خروج باب ۱۴ : ۵ ۔ [۳] کتاب خروج باب ۱۴ : ۷ تا ۹

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ○ (شعراء ۶۰)	تو انھوں نے سورج نکلتے (یعنی صبح کو) ان کا تعاقب کیا۔

اس وقت بنی اسرائیل فی ہحیروت کے پاس بعل صفون کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور سمندر کو پار کرنے کی فکر میں تھے کہ فرعون مع اپنی فوجوں کے تعاقب کرتا ہوا سامنے آ گیا۔ اب بنی اسرائیل سخت مضطرب ہوئے ان کو یقین ہو گیا کہ اب فرار کی کوئی صورت ممکن نہیں چونکہ سامنے سمندر ہے اور پیچھے فرعون اور اس کی فوجیں، وہ گھبرا کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے:

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ○ (شعراء ۶۱)	جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لیے گئے

اللہ کے رسول کے ایمان کی لا انتہائیاں ملاحظہ ہوں کہ ایسے ہنگامی اور اضطراری لمحہ میں بھی آپ نے پورے سکون اور طمانیت کے ساتھ جواب دیا:

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ○ (شعراء ۶۲)	کہا ہرگز نہیں، میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے راستہ دکھائے گا۔

توراۃ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جب یہ صورت دیکھی تو سخت خوف زدہ ہوئے اور بگڑ کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے:

"کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے، تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا؟ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ مصریوں کی خدمت کریں؟ کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔" [۱]

حضرت موسیٰ نے جواب دیا:

"ڈرو مت، چپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دیکھو جو وہ آج

---

[۱] توراۃ ۔ کتاب خروج باب ۱۴ ۱۱و۱۲

تمہارے لئے کرے گا کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دیکھتے ہو ان کو پھر کبھی ابد تک نہ دیکھو گے خداوند تمہاری طرف سے جنگ کرے گا اور تم خاموش رہو گے"۔[1]

فلق بحر اب حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا:

فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ (شعراء ۶۳)	اس وقت ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔

توراۃ میں بھی اس وحی کا ذکر ہے (خروج باب ۱۴ آیت ۱۵ تا ۱۸) حسب الحکم حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی اٹھا کر سمندر پہ مار دی۔

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝	تو سمندر پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا گویا بڑا پہاڑ (ہے)[2]

توراۃ میں ہے:

"اور ان کے دہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا" (خروج باب ۱۴ آیت ۲۲)

توراۃ میں اس کرشمہ الٰہی کی ایک دنیوی توجیہہ بھی پیش کی گئی ہے۔

"اور خداوند نے رات بھر تند پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اسے خشک زمین بنا دیا" (خروج باب ۱۴ آیت ۲۱)

سر سید احمد خاں نے غالباً توراۃ کے اسی بیان کی اساس پر تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل نے سمندر کو پار کیا تو "جزر" کی کیفیت تھی اور جب فرعون اور اس کا لشکر وہاں داخل ہوا تو "مد" کی صورت پیدا ہو چکی تھی حالانکہ یہ توجیہہ قرآن کریم اور خود توراۃ کے دیگر بیانات کے سراسر منافی ہے سورہ شعراء کی آیت ۶۳ اوپر گذر چکی ہے کہ فلق بحر سراسر کرشمہ الٰہی تھا وہ جزر کی عام اور روزمرہ کی کیفیت نہ تھی اور یہ صورت ٹھیک اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی سمندر پہ

---

[1] کتاب خروج باب ۱۴ آیت ۱۳ و ۱۴) [2] حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی موضح القرآن میں لکھتے ہیں "پانی بہت گہرا تھا، بارہ جگہ سے پھٹ کر گلیاں پڑ گئیں، بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے اس میں سے گزرے بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے ہو گئے"

ماری اور اس طرح پیش آئی کہ سمندر پھٹ کر بیچ میں سے خشک ہو گیا اور دونوں طرف پانی اس طرح کھڑا ہو گیا گویا پہاڑ ہوں تورات کے بیانات سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک عام فطری کیفیت نہ تھی کرشمہ الٰہی تھا تورات میں ہے کہ حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا۔

"تو اپنی لاٹھی اٹھا کر اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھا اور اسے دو حصے کر"[1]

جب سمندر میں خشک راستہ بن گیا تو بنی اسرائیل اس میں سے گذرنے لگے فرعونیوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی ان کے پیچھے چل دیے :

وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ۚ (شعراء ۶۴)	اور وہاں دوسروں کو ہم نے قریب کر دیا۔

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات کا وقت تھا، اس میں بنی اسرائیل کے عبور قلزم کا منظر اس طرح پیش کیا گیا ہے :

"اور خداوند کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے آگے چلا کرتا تھا جا کر ان کے پیچھے ہو گیا اور بادل کا وہ ستون ان کے سامنے سے ہٹ کر ان کے پیچھے جا ٹھہرا، یوں وہ مصریوں کے لشکر اور اسرائیلی لشکر کے بیچ میں ہو گیا سو وہاں بادل بھی تھا اور اندھیرا بھی تو بھی رات کو اس کی روشنی رہی پس وہ رات بھر ایک دوسرے کے پاس نہیں آئے۔"[2]

فرعون اور اس کے ہمراہیوں کی غرقابی اور آخری وقت فرعون کا قبول ایمان

فرعون نے جو سمندر کو خشک دیکھا اور بنی اسرائیل کو اس میں سے بہ آسانی اور بحفاظت تمام گذرتے ہوئے پایا تو مع اپنے لشکر کے خود بھی سمندر میں داخل ہو گیا۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا (یونس ۹۰)	اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور تعدی سے ان کا تعاقب کیا

تورات میں ہے :

---

[1] کتاب خروج باب ۱۴ : ۱۶ [2] ایضاً باب ۱۴ : ۱۹ و ۲۰۔

رعمسیس دوم فرعونِ مصر کی نعش

انیسویں صدی کے اواخر میں مصر میں ایک اثری مہم کے سلسلہ میں رعمسیس دوم کی حنوط شدہ لاش باب الملوک کی کھدائی میں برآمد ہوئی اور ۱۸۸۶ء میں اس کو کھولا گیا۔ یہی وہ فرعون ہے جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس نے نجومیوں سے آپ کی ولادت کی خبر پا کر بنی اسرائیل کی تمام اولاد ذکور کو قتل کرا دیا تھا۔

حوالہ صفحہ نمبر ۱۹۱

حوالہ صفحہ نمبر ۱۹۳
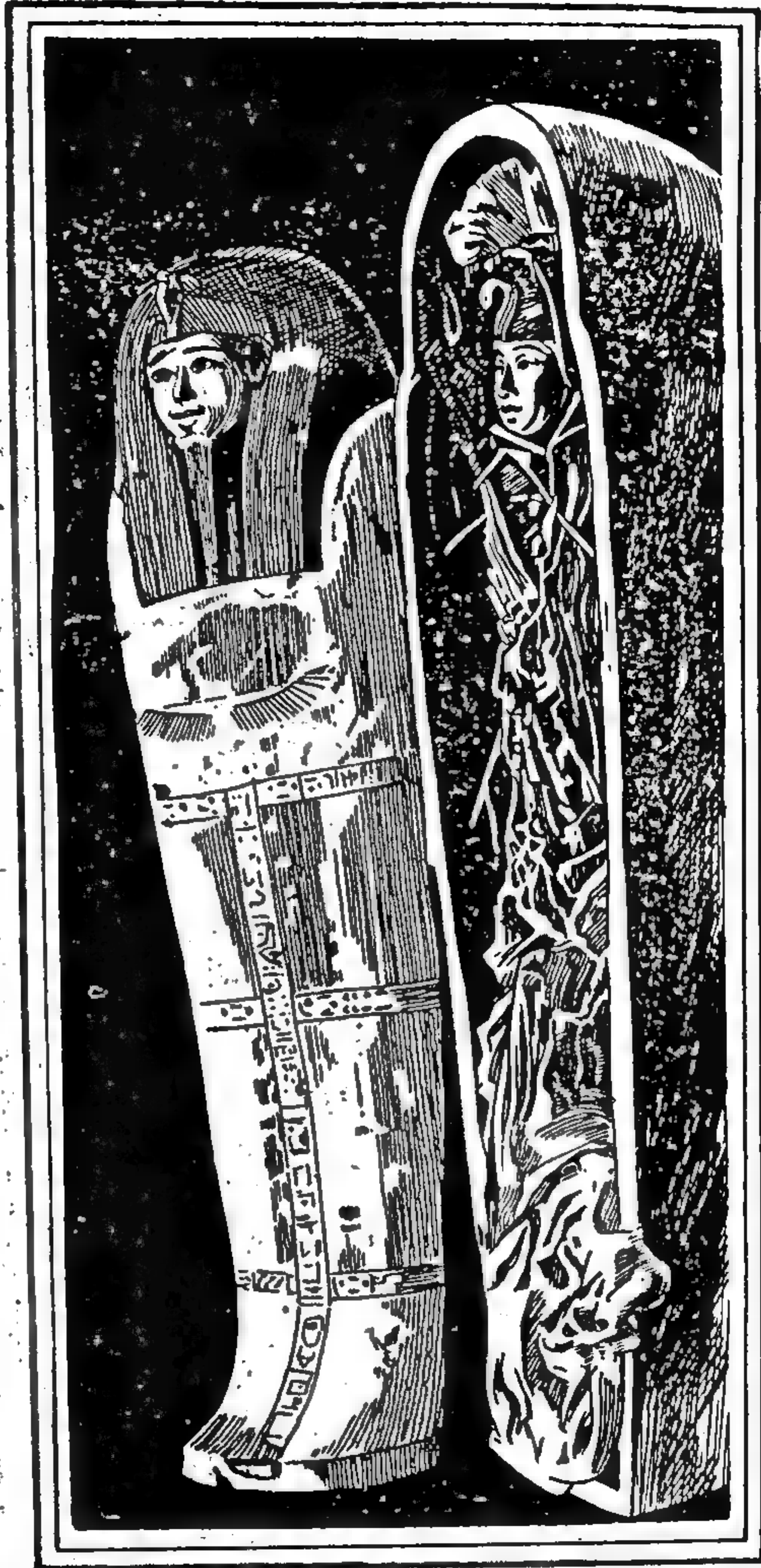
منفتاح (MER-EN-PATH) فرعون مصر کی لاش جو ۹۹-۱۸۹۸ء میں باب الملوک کی کھدائی میں برآمد ہوئی۔
منفتاح نے خدائی کا دعویٰ کیا، موسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ حق کو ٹھکرایا اور آپ کا تعاقب کرتا ہوا بحرِ قلزم میں ڈوب مرا۔
یہ تصویر تابوت کی ہے جس پر اس زمانے کی رسم کے مطابق کمال صناعی سے فرعون کی زندگی کی ہو بہو شکل اور نقوش بھی کندہ ہیں۔ دائیں جانب کی تصویر میں تابوت کا ڈھکنا الگ کر دیا گیا ہے اور فرعون کی لاش نظر آ رہی ہے۔ مصری ایسا مصالحہ جانتے تھے جس کے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی تھی۔ لاش کے شکم کے اندرونی حصہ کی صفائی کا کوئی خاص مخصوص طریقہ ہوتا ہوگا (چونکہ دریافت شدہ لاشوں کے شکم پر کہیں زخم کا نشان موجود نہیں ہے) ان لاشوں کو دھجیوں سے مضبوطی سے باندھ دیا جاتا تھا اوپر سے ریشمین کفن پہنا دیا جاتا تھا۔

"اور رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پہ نظر کی اور ان کے لشکر کو گھبرا دیا، اور اس نے ان کے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا، سو ان کا چلانا مشکل ہو گیا، تب مصری کہنے لگے، آؤ ہم اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خداوند ان کی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے"۔ ؎۱

اب حضرت موسٰی نے اللہ کے حکم سے پھر سمندر پر اپنی لاٹھی ماری تو پانی کی دونوں دیواریں مل گئیں اور

"خداوند نے سمندر کے بیچ میں مصریوں کو تہ و بالا کر دیا"۔ ؎۲

اب ہلاکت اور موت کو سامنے دیکھ کر فرعون ڈرا اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (یونس)

یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے پکڑ لیا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس (خدا) پہ بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں

لیکن اول تو جیسا کہ سورہ مومن کی آیات ۸۳ تا ۸۵ میں تصریح ہے عذاب کا مشاہدہ کر لینے کے بعد ایمان لانا مقبول نہیں، دوسرے یہ الفاظ موت اور ہلاکت کے ڈر سے صرف فرعون کے منہ سے ادا ہوئے تھے جو یقین کی روح سے عاری تھے اس لیے بارگاہِ الٰہی سے بھی اس کے جواب میں فرعون کے جسم کو نجات بخشی گئی مگر اس کی روح عذاب سے نہ بچ سکی، جواب ملا:

آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ (یونس ۹۱، ۹۲)

اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا، اور مفسد بنا رہا، تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو، اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

؎۱ کتاب خروج باب ۱۴ ۲۴ و ۲۵ ؎۲ ” ” ” باب ۱۴ ۲۷

چنانچہ سمندر کی ہیبت ناک موجیں آگے بڑھیں اور فرعون مع اپنے سارے لشکر کے غرق ہوگیا ؛

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ○ (اعراف ۱۳۶)	تو ہم نے ان سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے اور ان سے لاپرواہی برتتے تھے ۔

توراۃ میں غرق ہوتے وقت فرعون کے قبول ایمان اور بارگاہ الٰہی سے اس کے بدن کی نجات کے وعدہ اور آنے والی قوموں کے لیے اس کے ذریعۂ عبرت بنائے جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، البتہ اس کی اور اس کے لشکر کی غرقابی کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

”اور پانی پلٹ کر آیا اور اس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوڑا“ [1]

فرعون کی نعش

منقول ہے کہ فرعون کی باقیماندہ قوم جو مصر میں مقیم تھی اس کو کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ فرعون غرق ہوگیا؟ وہ سمجھتے تھے کہ وہ شکار مرغ وماہی میں مشغول ہے ۔ چنانچہ سمندر کی موجوں کو حکم ہوا کہ اس کی لاش کو بہا کر کنارہ پر ڈال دیں تاکہ ایک طرف تو بنی اسرائیل اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کر کے طمانیت قلب اور ایمانی قوت حاصل کریں اور دوسری طرف مصری قوم کی غلط فہمی دُور ہو جائے اور وہ اللہ کی قدرت کو دیکھ کر ڈریں ۔ چنانچہ موجوں نے فرعون کی لاش کو ایسی جگہ لاکر ڈالا کہ سب نے دیکھ لیا اور مصری قوم نے اس ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لیے بہ عجلت تمام اس لاش کو حنوط کر کے دفن کر دیا اور ہزاروں سال نامعلوم رہنے کے بعد انیسویں صدی کے اواخر میں مصر کے آثار قدیمہ کی اکتشافی مہم میں یہ لاش برآمد ہوگئی اور آج قاہرہ کے عجائب خانہ میں تماشا گاہِ خاص و عام بنی ہوئی ہے ۔ کہتے ہیں کہ ڈوبتے وقت کسی پتھر سے ٹکرا کر اس کی ٹھوڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی

---

[1] کتاب خروج باب ۱۴ : ۲۸ ۔
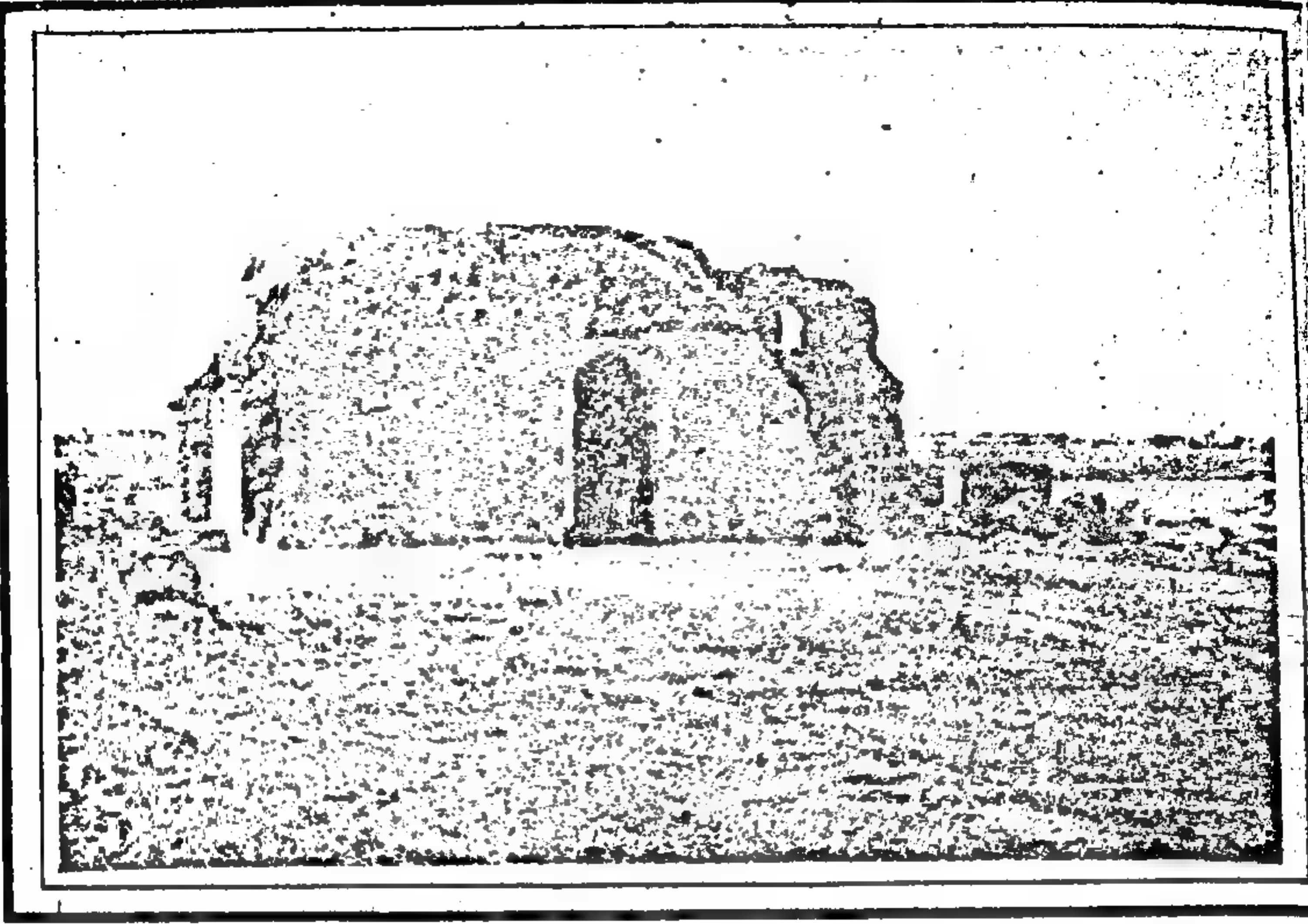
سامرا کے کھنڈرات

حوالہ صفحہ نمبر ۲۱۸
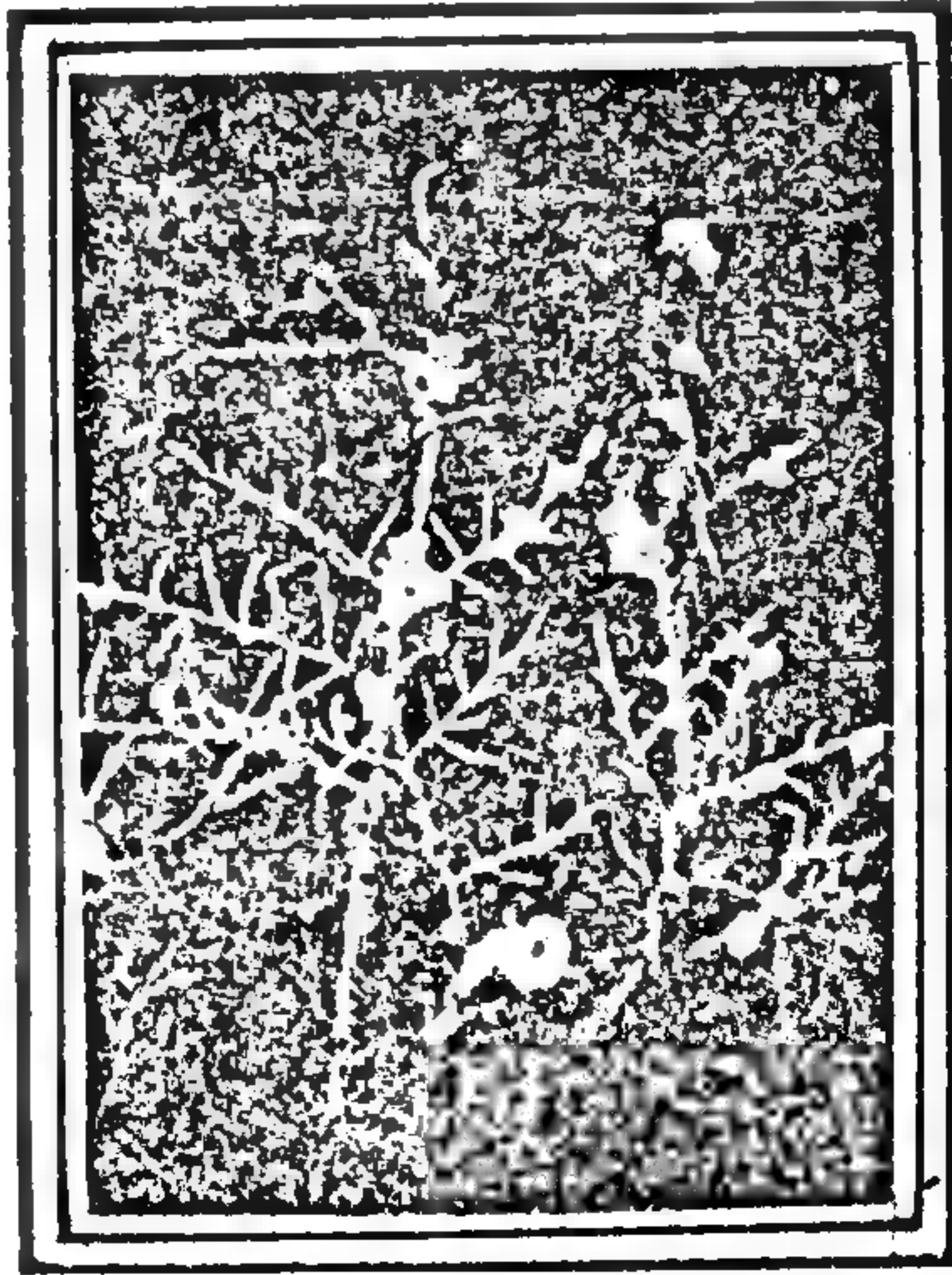
ایک پودے پر "مَنّ" کا منظر

حوالہ صفحہ نمبر ۲۳۵
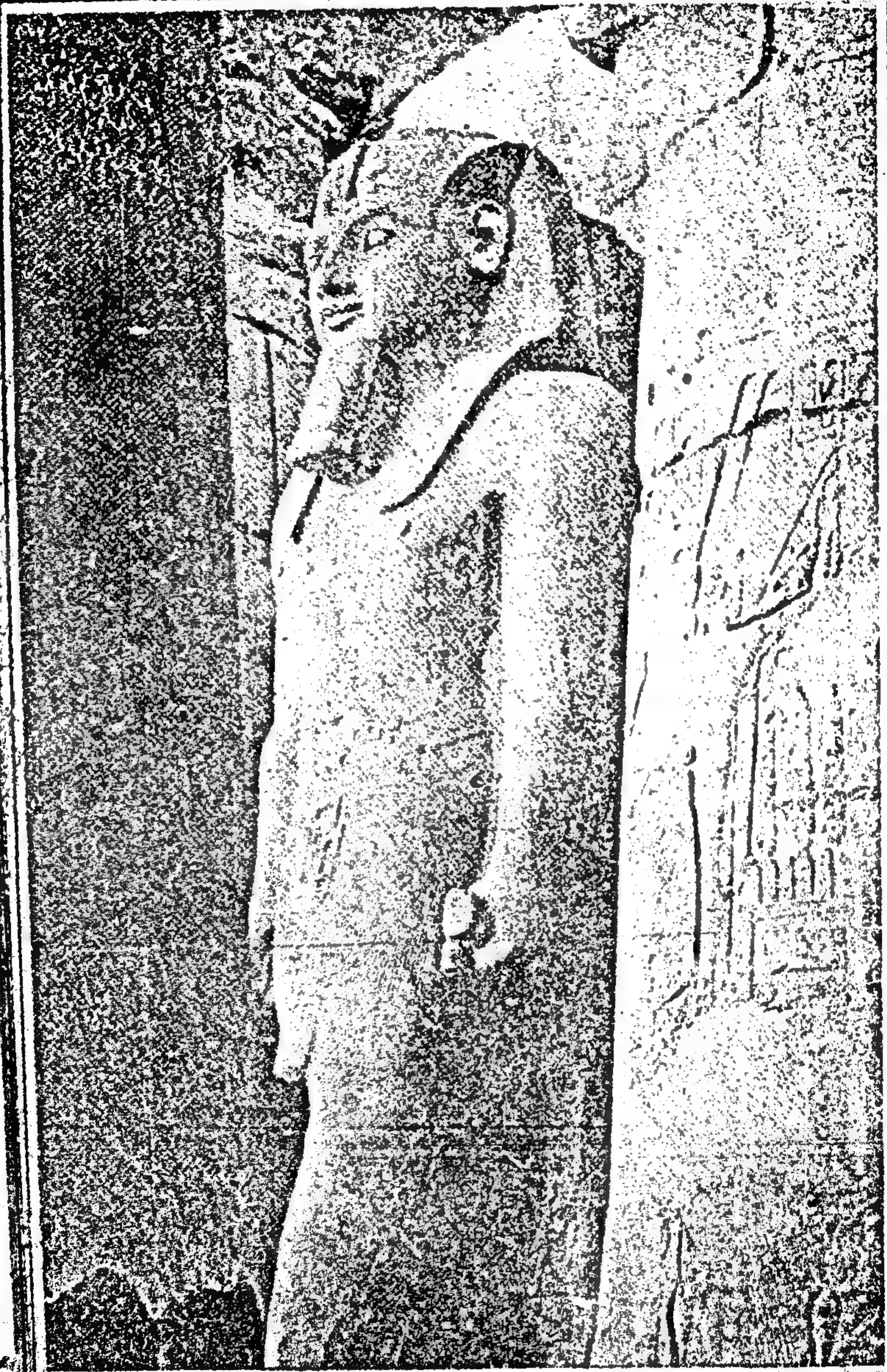
فرعون رعمسیس دوم کا ایک قدیم دیو قامت مجسمہ (لکسر، مصر) جوانی کی حالت میں

حوالہ صفحہ نمبر ۱۹۵

یہ ہڈی اب بھی ٹوٹی ہوئی ہے باقی تمام لاش اسی طرح بجنسہٖ آج بھی موجود ہے فاعتبروا یا اولی الابصار![1]

فرعون اور اس کی قوم کا حشر

فرعون اور اس کی قوم پر باقی رہنے والے عذاب کا بھی کچھ تذکرہ قرآن کریم نے کیا ہے۔ دنیا میں تو اس کا انجام اوپر بیان ہو چکا عالم برزخ میں فرعون اور اس کی قوم صبح و شام آتش جہنم کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ سورۂ مومن میں ہے:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ

(مومن ۴۵ و ۴۶)

اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آگھیرا (یعنی، آتش جہنم) کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

اور قیامت کے دن فرعون کا حشر یہ ہوگا:

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ○

وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلیگا اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا اور جس مقام پر

---

[1] انیسویں صدی کے اواخر تک فرعون منفتاح کی لاش یا مدفن کا کسی کو کوئی علم نہیں تھا۔ اس کو عجلت میں تھیبس (Thebcs) کے مقام پر دفن کر دیا گیا تھا۔ ۹ مئی ۱۸۹۸ء میں باب الملوک کی وادی کی کھدائی کے دوران میں لوویٹ (Lovet) نے اس کی لاش شاہ امین ہتیپ ثانی Amenhetep II کے مقبرہ کے ذیلی کمرہ سے برآمد کی کفن پر اس کا نام واضح حروف میں لکھا ہوا تھا جو اچھی طرح پڑھ لیا گیا اس کی لاش ایک چوبی تابوت میں رکھی ہوئی تھی پانچ چھ یورپین فاضلوں کی موجودگی میں یہ تابوت کھولا گیا تو کفن کی عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ منفتاح ابن رعمسیس دوم کی لاش ہے جو بحر قلزم میں ڈوب کر مر گیا۔ یہ لاش وہاں سے قاہرہ لائی گئی اور اب وہاں کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے منفتاح کا دوسرے فراعین مصر کی طرح کوئی علیحدہ مقبرہ نہیں بنایا گیا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی موت اچانک اور قطعی غیر متوقع طور پر واقع ہوئی۔ اور مصریوں نے اپنی شکست اور ذلت و رسوائی کو چھپانے کے لیے جلدی سے اس کی لاش کو حنوط کر کے شاہ امین ہتیپ کے مقبرہ ہی کے ایک کمرہ میں دفن کر دیا۔

اس کی لاش کی دریافت نے تیرہ سو سال بعد قرآن کریم کے ان الفاظ کو سچا ثابت کر دکھایا کہ

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ (یونس ۹۲)

پس آج ہم تجھ کو تیرے بدن کے ساتھ محفوظ کیے دیتے ہیں تاکہ تو ان لوگوں کیلئے جو تیرے بعد آئینگے (عبرت کی) نشانی

کیا دنیا اب بھی قرآن کی صداقت کا ثبوت تلاش کرنا چاہتی ہے!!

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

(ھود ۹۷ تا ۹۹)

وہ اتارے جائیں گے وہ بُرا ہے، اور اس جہان میں بھی لعنت اُن کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی جو انعام ان کو ملا ہے بُرا ہے۔

اور دوزخ میں ان کی کیفیت یہ ہوگی :

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ۝

(مومن ۴۶ تا ۵۰)

اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو اور جب وہ دوزخ میں جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے آدمیوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمھارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ (کے عذاب) کا کچھ حصّہ ہم سے دور کر سکتے ہو، بڑے آدمی کہیں گے کہ تم (بھی اور) ہم (بھی) سب دوزخ میں (رہیں گے) خدا بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے اور جو لوگ آگ میں (جل رہے) ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کردے، وہ کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس تمھارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے، وہ کہیں گے کیوں نہیں، تو وہ کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دُعا اس روز بیکار ہوگی

واقعہ خروج کی تاریخ

اوپر حضرت موسیٰ کے زمانہ کے متعلق ہم نے جو تصریحات پیش کی ہیں ان پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے یہاں واقعۂ خروج کی تاریخ کے سلسلہ میں ہم ضروری تصریحات کا خلاصہ نقشہ کی صورت میں سطورِ ذیل میں پیش کرتے ہیں :

حضرت یوسفؑ کی تاریخ ولادت — سنہ ۱۹۲۷ قبل مسیح

حضرت یوسفؑ کی ہجرت مصر کی تاریخ (بعمر ۱۷ سال) — سنہ ۱۹۱۰ قبل مسیح

حضرت یعقوبؑ اور بنی اسرائیل کی ہجرت مصر کی تاریخ (حضرت یوسفؑ کی ہجرت کے چالیس بعد) — سنہ ۱۸۷۰ قبل مسیح

بنی اسرائیل کے قیام مصر کی مدت — ۴۳۰ سال

خروج کی تاریخ — سنہ ۱۴۴۰ قبل مسیح

حضرت موسٰی اور بنی اسرائیل کا اظہار شکر

اس واقعہ عظیمہ کے بعد حضرت موسٰی نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اللہ تعالٰی کے اس احسان عظیم پر شکر بجالائیں اور جشن منائیں تاکہ یہ واقعہ قوم کی تاریخ میں یادگار رہے، اس موقعہ پر خود حضرت موسٰی نے اللہ تعالٰی کی حمد و ثنا میں جو نغمہ گایا وہ توراۃ کے صفحات میں اب بھی محفوظ ہے، یہ نہایت پر عظمت و پرشوکت نغمہ ہے اس لیے سطور ذیل میں ہم اس کو نقل کرتے ہیں:

"میں خداوند کی ثنا گاؤں گا
کیونکہ وہ جلال کے ساتھ فتحمند ہوا
اس نے گھوڑے کو سوار سمیت سمندر میں ڈال دیا
خداوند میں زور اور راگ ہے، وہی میری نجات بھی ٹھہرا
وہ میرا خدا ہے، میں اس کی بڑائی کروں گا
وہ میرے باپ کا خدا ہے، میں اس کی بزرگی کروں گا
خداوند صاحب جنگ ہے، یہواہ اس کا نام ہے۔
فرعون کے رتھوں اور لشکر کو اس نے سمندر میں ڈال دیا
اور اس کے چیدہ سردار بحر قلزم میں غرق ہوئے
گہرے پانی نے ان کو چھپا لیا

وہ پتھر کے مانند تہہ میں چلے گئے
اے خداوند! تیرا داہنا ہاتھ قدرت کے سبب سے جلالی ہے
بلے خداوند! تیرا داہنا ہاتھ دشمن کو چکنا چور کر دیتا ہے
تو اپنی عظمت کے زور سے اپنے مخالفوں کو تہ و بالا کرتا ہے
تو اپنا قہر بھیجتا ہے اور وہ ان کو کھونٹی کے مانند بھسم کر ڈالتا ہے
تیرے نتھنوں کے دم سے پانی کا ڈھیر لگ گیا
سیلاب تودے کی طرح سیدھے کھڑے ہو گئے
اور گہرا پانی سمندر کے بیچ میں جم گیا
دشمن نے تو یہ کہا تھا، میں پیچھا کروں گا
میں جا پکڑوں گا، میں لوٹ کا مال تقسیم کروں گا
ان کی تباہی سے میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگا
میں اپنی تلوار کھینچ کر اپنے ہی ہاتھ سے ان کو ہلاک کروں گا
تو نے اپنی آندھی کی پھونک ماری، تو سمندر نے ان کو چھپا لیا
وہ زور کے پانی میں سیسے کی طرح ڈوب گئے
معبودوں میں اے خداوند، تیری مانند کون ہے؟
کون ہے جو تیری مانند اپنے تقدس کے باعث جلالی اور مدح کے سبب سے رعب والا اور صاحب کرامات ہے؟
تو نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا
تو زمین ان کو نگل گئی
اپنی رحمت سے تو نے ان لوگوں کی جن کو تو نے خلاصی بخشی راہنمائی کی
اور اپنے زور سے تو ان کو مقدس مکان کو لے چلا ہے
قومیں سُن کر تھرا گئی ہیں

اور فلستین کے باشندوں کی جان پر آبنی ہے

ادوم کے رئیس حیران ہیں

مواب کے پہلوانوں کو کپکپی لگ گئی ہے

کنعان کے سب باشندوں کے دل پگھلے جاتے ہیں

خوف و ہراس ان پر طاری ہے

تیرے بازو کی عظمت کے سبب سے وہ پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہیں

جب تک اے خداوند تیرے لوگ نکل نہ جائیں

جب تک تیرے لوگ جن کو تو نے خریدا ہے پار نہ ہو جائیں

تو ان کو وہاں سے جا کر اپنی میراث کے پہاڑ پر درخت کی طرح لگائے گا

تو ان کو اسی جگہ لے جائے گا جسے تو نے اپنی سکونت کے لیے بنایا ہے

اے خداوند! وہ تیری جائے مقدس ہے جسے تیرے ہاتھوں نے قائم کیا ہے

خداوند ابدالآباد سلطنت کرے گا۔" [1]

بنی اسرائیل کا نیا مسکن

بحر قلزم کو عبور کرنے کے بعد بنی اسرائیل جس سرزمین میں داخل ہوئے وہ جزیرہ نمائے سینا تھی، توراۃ کی زبان میں اس کا نام بیابان شور، سین، اور وادی سینا ہے، اسی کو "وادی تیہ" [2] بھی کہتے ہیں، پچھلے زمانہ میں یہ علاقہ سرزمین عرب میں شامل تھا اور اس کا دامن طور تک وسیع تھا، یہ ایک خشک اور بے آب و گیاہ میدان تھا، یہاں شدت کی گرمی پڑتی تھی اور درخت نہ ہونے کی وجہ سے سایہ کا بھی انتظام نہ تھا یہی وجہ ہے کہ یہاں پہنچ کر بنی اسرائیل نے پانی، سایہ، کھانا اور سبزیوں وغیرہ کی فرمائش کی جس کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا۔

اس علاقہ میں جو لوگ اس وقت آباد تھے وہ کافر و مشرک تھے اور ان میں بت پرستی کی بہت

---

[1] کتاب خروج باب ۱۵ آیات ۱ تا ۱۸ [2] "تیہ" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی لکھتے ہیں "وادی سینا کو تیہ اس لیے کہتے ہیں کہ قرآن عزیز نے بنی اسرائیل کیلئے کہا ہے یقیناً وہ چالیس برس اس زمین میں بھٹکتے پھریں گے جیسا کہ کوئی شخص راستہ بھٹک جائے تو عربی میں کہتے ہیں "تاہ فلان" اس سلسلہ میں توراۃ کتاب گنتی کے باب ۱۴ کی آیات ۲۶ تا ۳۵ بھی قابل مراجعت ہیں۔

زور تھا، چنانچہ سورۂ اعراف میں یہ تصریح موجود ہے کہ :

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اُتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی پوجا) کے لیے بیٹھے رہتے تھے۔	وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ج (اعراف ۱۳۸)

وادیٔ سینا میں بنی اسرائیل کا پہلا مطالبہ اور حضرت موسیٰؑ کا جواب

بنی اسرائیل ایک جلیل القدر پیغمبر کی اولاد تھے اور انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام ہی سے توحید کا سبق سُن کر دُنیا میں آنکھ کھولی تھی مگر مصر میں چار سو برس کے طویل قیام اور غلامی نے ان میں طرح طرح کی گمراہیوں کا بیج بو دیا تھا۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مصری مشرک اور بت پرست قوم تھی، بنی اسرائیل نے چار صدیاں اسی ماحول اور اسی فضا میں گذاری تھیں چنانچہ ان کے قلب و ذہن کی گہرائیوں میں توحید خالص کی تعلیم کے نقوش دھندلے پڑ چکے تھے اور طبیعت بت پرستی کی طرف مائل ہو چکی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت اسحٰق و یعقوب و یوسف علیہم السلام کی تعلیمات کی وارث اور حضرت موسیٰؑ و ہارون علیہما السلام کی ---------- قیادت پر فخر کرنے والی یہ قوم قدم قدم پر ٹھوکر کھاتی اور بت پرستی کی طرف جھکتی نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وادیٔ سینا پہنچ کر جب انھوں نے وہاں کے لوگوں کو مندروں اور صنم خانوں میں بتوں کے پاس معتکف دیکھا تو حضرت موسیٰؑ سے سب سے پہلا مطالبہ یہی کیا کہ

(بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ موسیٰؑ جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے۔	قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ط (اعراف ۱۳۸)

بعض مفسرین سے منقول ہے کہ یہ قبیلۂ لخم کے لوگ تھے اور بعض نے ان کو کنعانی عمالقہ بتایا ہے اور تصریح کی ہے کہ ان کے بُت گائے کی شکل کے تھے۔ خدائے لاشریک کا جلیل القدر پیغمبر اور توحید خالص کا مبلغ جہالت کے اس مشرکانہ و ملحدانہ مطالبہ کو سُن کر سخت برہم ہوا اور قوم کو مخاطب کر کے گویا ہوا

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (اعراف ۱۳۸، ۱۳۹)

موسیٰ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو، یہ لوگ جس (شغل) میں (پھنسے ہوئے) وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں سب بیہودہ ہیں۔

مزید براں حضرت موسیٰ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے احسانات عظیم یاد دلائے اور فرمایا کہ کس قدر شرم و غیرت کی بات ہے کہ جس قوم پر اللہ نے اس قدر انعامات کیے ہوں اور جس نے خود اپنی آنکھوں سے اس کی قدرت و عظمت کی ایسی واضح اور روشن نشانیاں دیکھی ہوں وہ اس کے علاوہ مٹی اور پتھر کا کوئی اور بے جان معبود تلاش کرے، آپ نے فرمایا:

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (اعراف ۱۴۰، ۱۴۱)

(اور یہ بھی) کہا کہ بھلا میں تمہارے لیے خدا کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تم کو اہل عالم پر فضیلت بخشی ہے اور (ہمارے ان احسانوں کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعونیوں (کے ہاتھ) سے نجات بخشی وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سخت آزمائش تھی۔

حضرت شعیب کا استقبال اور حضرت موسیٰ کو امور عدالت کے متعلق مشورہ

توراۃ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی زوجہ صفورہ کو معہ اپنے دونوں بیٹوں (جیرسوم اور البعزر) کے میکہ بھیج دیا تھا، حضرت شعیب نے اب آپ کی آمد کی خبر سنی تو مدین سے مع حضرت صفورہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے نکل کر وادی سینا میں حضرت موسیٰ کا استقبال کیا (خروج باب ۱۸ آیات ۱ تا ۱۲) یہاں حضرت شعیب نے دیکھا کہ بنی اسرائیل اپنے جھگڑوں کے فیصلہ اور قضیوں کے تصفیہ کے لیے صبح سے شام تک اپنے پیغمبر کو گھیرے رہتے ہیں یہ

دیکھ کر حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ یہ کام آپ کے لیے بہت بڑا بار ہے آپ نے حضرت موسیٰؑ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے پاس تبلیغ شریعت کا کام رکھیے اور صرف مشکل مقدمات آپ کے پاس آیا کریں۔ ویسے آپ امور عدالت کا یہ انتظام کیجیے کہ ایک ایک ہزار افراد پر ایک حاکم مقرر کیجیے پھر ایسے سو حاکموں پر ایک حاکم اور ایسے پچاس حاکموں پر ایک حاکم اور ایسے دس حاکموں پر ایک حاکم مقرر کیجیے یہ لوگوں میں مقدمات کا فیصلہ کیا کریں اور صرف بڑے اور مشکل مقدمات آپ کے پاس آئیں۔ حضرت موسیٰؑ نے آپ کا یہ مشورہ پسند کیا اور اس کو قبول کر کے اس پر عمل ۔ ۔ ۔ کیا اس کے بعد آپ نے حضرت شعیبؑ کو رخصت فرمایا اور آپ مدین واپس تشریف لے آئے (خروج باب ۱۸ : ۱۲ تا ۲۷)

اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کی ترتیب میں توراۃ اور قرآن کے بیانات میں اختلاف ہے۔ قرآن کریم نے ان واقعات کا جس ترتیب سے تذکرہ کیا ہے سطور ذیل میں ہم اسی کا اتباع کرتے ہیں

حضرت موسیٰؑ کا کوہ طور پر اعتکاف

اب بنی اسرائیل کو آزادی اور پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو حضرت موسیٰؑ سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمایئے کہ ہمارے لیے کوئی کتاب اور شریعت نازل فرمادی جائے تاکہ ہم اس پر عمل کریں اور گمراہیوں سے محفوظ رہ سکیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ وادی سینا میں قدم رکھتے ہی وہاں کے بت پرست قبائل کو دیکھ کر خود اپنے لیے بھی ایک معبود تراشنے کی حضرت موسیٰؑ سے جاہلانہ درخواست کر چکے تھے جس پر حضرت موسیٰؑ نے سخت تنبیہ فرمائی تھی، اس سے آنکھیں کھلی ہونگی اور کتاب و شریعت کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا ہوگا تاکہ اس پر عمل کر کے آیندہ اس قسم کی مشرکانہ لغزشوں سے بچ سکیں، حضرت موسیٰؑ نے ان کی یہ درخواست بارگاہِ الٰہی تک پہنچا دی اور وہاں سے اس عطائے خاص کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا گیا اور حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ وہ اس وقت معینہ پر کوہ طور پر آکر تیس سے چالیس دن تک اعتکاف کریں روزہ رکھیں اور عبادت الٰہی میں مصروف رہیں اس اعتکاف کی میعاد کا قرآن اس طرح ذکر کرتا ہے :

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّ اَتْمَمْنٰھَا	اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کی میعاد مقرر

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ج (اعراف ۱۴۲) | کی اور دس راتیں) اور ملا کر اُسے پورا چلّہ کر دیا تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی مدت پوری ہو گئی

اصلی میعاد پہلے ہی سے مشیت الٰہی میں چالیس دن تھی جیسا کہ سورۂ بقر میں مذکور ہے:

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (بقر ۵) اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔

اور یہاں بھی فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً "تو اس کے پروردگار کی چالیس رات کی مدت پوری ہو گئی" کہہ کر بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب کا یہ انداز اس لیے اختیار فرمایا گیا کہ اعتکاف کی اس میعاد کو پورا کرنے کے لیے تیس دن کا ایک پورا مہینہ گذارنا تھا اور پھر اگلے مہینہ کے دس دن اور پورے کرنا تھے۔ ہمارے مفسرین نے بتایا ہے کہ یہ چلّہ یکم ذی القعدہ سے شروع ہو کر دس ذی الحجہ کو پورا ہوا۔

توراۃ میں بھی یہ مدت چالیس ہی دن مذکور ہے۔

"اور وہ پہاڑ پر چالیس دن اور چالیس رات رہا" (خروج باب ۲۴ ۱۸)

اسی کتاب خروج کے باب ۳۴ میں ہے:

"سو وہ چالیس دن اور چالیس رات وہیں خدا کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا"[1]

حضرت ہارونؑ کی خلافت اور حضرت موسیٰؑ کی ہدایات

کوہ طور پر تشریف لے جانے سے پیشتر حضرت موسیٰؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور حکومت و ریاست کے اختیارات جو خاص آپ کی ذات سے مخصوص تھے وہ اعتکاف طور کی مدت کے لیے آپ نے حضرت ہارونؑ کو تفویض فرما دیے۔ آپ کو بنی اسرائیل کی ذہنی پستی اور تلون مزاجی کا پورا اندازہ تھا اس لیے ہارون علیہ السلام کو خاص طور پر متنبہ فرما دیا کہ یہ لوگ اگر اپنے جاہلانہ اور مشرکانہ رجحانات طبع کے

---

[1] کتاب خروج باب ۳۴ ۲۸

باعث میری خلیفت میں کوئی فتنہ برپا کریں یا اپنی سُست اعتقادی کی بنا پر کوئی گمراہی اختیار کریں تو ان کی راہ پر مت چلنا' ان کی اصلاح کرتے رہنا اور میرے طریق کار پر قائم رہنا۔ علاوہ ازیں اس امر کا بھی خیال رکھنا کہ ان میں اختلافات اور تفرقے پیدا نہ ہوں۔

وَقَالَ مُوسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (اعراف ۱۴۲)

اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے خلیفہ ہو (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کے راستہ پر نہ چلنا۔

ان انتظامات اور ہدایات کے بعد جب وقت معیّنہ آیا تو حضرت موسیٰؑ اعتکاف کے لیے طور پر تشریف لے گئے۔ تورات کا بیان ہے کہ قوم بھی آپ کے ہمراہ تھی مگر بنی اسرائیل کو طور کے دامن ہی میں قیام کا حکم ہوا اور تنہا حضرت موسیٰؑ پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے۔ سورہ طٰہٰ میں طور کے داہنی جانب کا جو ذکر ہے

وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ (طٰہٰ ۸۰)

اور طور کے داہنی طرف تم سے وعدہ کی جگہ مقرر کی

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تورات و شریعت عطا فرمانے کے لیے حضرت موسیٰؑ کو طور کی داہنی جانب اعتکاف کا حکم ہوا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس مقصد کے لیے بنی اسرائیل کو طور کی داہنی جانب قیام کا حکم ہوا۔ واضح رہے کہ سورہ طٰہٰ کی آیت بالا میں تخاطب حضرت موسیٰؑ سے نہیں بنی اسرائیل ہی سے ہے' تورات میں حضرت موسیٰؑ کی ان ہدایات اور طور کے اوپر تشریف لیجانے کا تذکرہ اس طرح آیا ہے

"اور موسیٰؑ خدا کے پہاڑ کے اوپر گیا اور بزرگوں سے کہہ گیا کہ جب تک ہم لوٹ کر تمہارے پاس نہ آجائیں تم ہمارے لیے یہیں ٹھہرے رہو' اور دیکھو ہارونؑ اور حور تمہارے ساتھ ہیں' جس کسی کا کوئی مقدمہ ہو وہ ان کے پاس جائے تب موسیٰؑ پہاڑ کے اوپر گیا اور پہاڑ پر گھٹا چھا گئی اور خداوند کا جلال کوہ سینا پر آکر ٹھہرا اور چھ دن تک گھٹا اس پر چھائی رہی اور ساتویں دن اس نے گھٹا میں سے موسیٰؑ کو بلایا..... اور موسیٰؑ گھٹا کے بیچ میں ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا" (کتاب خروج باب ۲۴، ۱۳ تا ۱۸)

کوہ طور اور تجلّی الٰہی

جب طور پر حضرت موسیٰ نے چالیس دن کی مدّت روزہ اور عبادت الٰہی میں پوری کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بلا واسطہ اپنے کلام سے کچھ ایسے مخصوص اور ممتاز انداز سے مشرف فرمایا کہ اس کی لذتِ بے پایاں سے سرشار ہو کر کمال اشتیاق و محبت میں تمام حدود و تعینات کے پردے اٹھا کر خود متکلم کی دید کی خواہش سے بیقرار ہو گئے۔ اور یہ بے قراری بے ساختہ ایک حرف شوق میں سما گئی۔

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ (اعراف ۱۴۳)	|	اے رب مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار دیکھوں

ارشاد ہوا

لَنْ تَرٰىنِیْ ج (اعراف ۱۴۳)	|	تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا

یعنی دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور محدود قویٰ اس ذات لم یزل و بے کراں کے دیدار کا تحمّل نہیں کر سکتے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہونا شرعاً ممتنع ہے گو عقلاً ممکن ہو، کیونکہ اگر امکان عقلی بھی نہ مانا جائے تو موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک محال عقلی کی درخواست کرتے اہل السنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ رویت باری دنیا میں عقلاً ممکن ہے مگر شرعاً ممتنع الوقوع ہے اور آخرت میں اس کا وقوع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔" [۱]

مزید ارشاد ہوا

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ج (اعراف ۱۴۳)	|	لیکن تو پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو تو مجھ کو دیکھ لے گا۔

ممکن ہے یہاں بعض طبیعتوں میں یہ اشکال پیدا ہو کہ قلبی اور روحانی طاقت کے اعتبار سے انسان زمین

---

[۱] ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (اعراف آیت ۱۴۳) مطبوعہ مدینہ پریس بجنور

و آسمان و پہاڑ سب مخلوق پر فائق ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی آیت ۷۲ اور سورۂ حشر کی آیت ۲۱ سے ثابت ہے پھر استقرارِ طور حضرت موسیٰؑ کے تحمل و طاقت دید کا معیار کیوں قرار دیا گیا؟ اس کا جواب بھی مولانا شبیر احمد عثمانی کی زبان سے سنیے فرماتے ہیں:

"جس چیز کا تعلق ظاہری آنکھوں یا بدن کی مادی قوت سے ہو اس میں انسان دوسری عظیم الخلقت چیزوں سے بہت کمزور واقع ہوا ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝[۱] (المومن رکوع ۶) وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝[۲] (النساء رکوع ۵) اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی اسی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی"[۳]

بالآخر تجلی الٰہی کا ایک پرتو طور پر جلوہ فرما ہوا اور معاً پہاڑ کے اس خاص حصّہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا اور حضرت موسیٰؑ اس مقام سے قریب ہونے کی وجہ سے اور اس منظر کی ہیبت و عظمت و جلالت کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ (اعراف ۱۴۳)	جب ان کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا (نور تجلی اتارا یا تانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے

حضرت موسیٰ کو جب ہوش آیا تو نظر سب سے پہلے اس امر پر گئی کہ فرطِ شوق میں اللہ تعالیٰ کی اجازت حاصل کیے بغیر اس سے ایسی درخواست کر دی جو غالباً مناسب نہ تھی چنانچہ فوراً حمد و ثناء بیان کر کے اس کے حضور میں توبہ کی اور اپنی فرماں برداری اور ایمان کا اعلان کیا۔

فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (اعراف ۱۴۳)	جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے اوّل ہوں۔

---

[۱] (ترجمہ) آسمان اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (مومن ۵۷)
[۲] (ترجمہ) اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔ (النساء ۲۸)
[۳] ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی (اعراف ۱۴۳) مطبوعہ مدینہ پریس بجنور

بارگاہ ایزدی میں پیغمبر کا یہ اظہار انکساری و توبہ باعث خوشنودی ہوا اور ارشاد ہوا۔

قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ وَ بِکَلَامِیْ ﺯ صلے (اعراف ۱۴۴) | (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "موسیٰؑ! میں نے تجھ کو اپنے پیغام اور کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا"

توراۃ میں اس واقعہ کا تذکرہ موجودہ توراۃ میں اس واقعہ کا اجمالی بیان بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کے تذکرہ کے بعد اس طرح ہوا ہے

"وہ (حضرت موسیٰؑ) بول اٹھا کہ میں تیری منت کرتا ہوں مجھے اپنا جلال دکھا دے۔ اس نے کہا میں اپنی ساری نیکی تیرے سامنے ظاہر کروں گا اور تیرے ہی سامنے خداوند کے نام کا اعلان کروں گا اور میں جس پر مہربان ہونا چاہوں مہربان ہوں گا اور جس پر رحم کرنا چاہوں رحم کروں گا اور یہ بھی کہا کہ تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہیگا' پھر خداوند نے کہا دیکھ میرے قریب ہی ایک جگہ ہے' سو تو اس چٹان پر کھڑا ہو اور جب تک میرا جلال گذرتا رہیگا میں تجھے اس چٹان کے شگاف میں رکھوں گا' اس کے بعد میں اپنا ہاتھ اٹھالوں گا اور تو میرا پیچھا دیکھے گا۔ لیکن میرا چہرہ دکھائی نہیں دے گا" (خروج باب ۳۳ ۱۸ تا ۲۳)

اور دوسرے دن صبح کو

خداوند ابر میں ہو کر اترا اور اس کے ساتھ وہاں کھڑے ہو کر خداوند کے نام کا اعلان کیا اور خداوند اس کے آگے سے یہ پکارتا ہوا گذرا "خداوند' خداوند' خدائے رحیم اور مہربان' قہر کرنے میں دھیما اور شفقت و وفا میں غنی' ہزاروں پر فضل کرنے والا' گناہ و تقصیر اور خطا کا بخشنے والا لیکن وہ مجرم کو ہرگز بری نہیں کرے گا بلکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے' تب موسیٰ نے جلدی سے سر جھکا کر سجدہ کیا" (خروج باب ۳۴ ۵ تا ۸)

نزولِ توراۃ اور الواحِ احکامِ عشرہ علماءِ اسلام کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰؑ کو توراۃ عنایت فرمائی گئی' موجودہ توراۃ میں ہے کہ آپ کو احکام عشرہ شریعت کی تختیاں مرحمت ہوئیں (کتاب خروج باب ۳۱ ۸' ایضاً باب ۳۴ ۱' ایضاً باب ۳۴ ۲۷ تا ۲۹) سفر استثنا باب ۵ ۲۲ وغیرہ)

اس مقام پر آکر توراۃ کا بیان نہایت مبہم اور الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اکثر واقعات غلط ملط ہو گئے ہیں اکثر مقدم واقعات موخر اور موخر واقعات مقدم بن گئے ہیں اور اکثر واقعات و احکام کا بار بار اعادہ ہے قرآن کی سورہ بقر اور سورہ اعراف کی توضیحات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ خروج مصر کے بعد ایک دفعہ تو اس وقت کوہ طور پر تشریف لے گئے جب تجلی الٰہی کا مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا اور آپ کی غیبت میں بنی اسرائیل گمراہ ہو کر گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے، پھر جب بنی اسرائیل اسی گمراہی سے تائب ہوئے تو حضرت موسیٰ پھر بحکم الٰہی ان کے ستر سرداروں کو ہمراہ لے کر طور پر تشریف لے گئے جس کا ذکر سطور ذیل میں آئے گا لیکن اس سلسلہ میں توراۃ کے منتشر، مکرر اور مبہم بیانات کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ابتداءً ہی حضرت موسیٰ قوم کے لوگوں کو ساتھ لیگئے تھے اور اللہ کا کلام ان لوگوں نے بھی سُنا، اسی وقت شریعت کے احکام نازل ہوئے جو پتھر کی دو لوحوں پر کندہ تھے اسی دوران میں بنی اسرائیل گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے جس پر غضب ناک ہو کر حضرت موسیٰ نے لوحیں توڑ ڈالیں پھر دوبارہ حضرت موسیٰ تنہا طور پر تشریف لے گئے تو تجلی الٰہی کا معاملہ پیش آیا اور آپ کی استدعا پر دوبارہ لوحیں عطا ہوئیں۔

سورۂ اعراف میں تجلّیِ الٰہی کے فوراً بعد ان الواح کا ذکر ہوا ہے (اعراف ۱۴۵) اور سورہ بقر میں حضرت موسیٰ کے اعتکافِ طور کے بعد بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی اور عطائے "کتاب فرقان" کا ذکر ہے

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (بقر ۵۳)	اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق کو ناحق سے جُدا کرنے والی چیز عطا کی تاکہ تم ہدایت پاؤ

ان توضیحات سے دو احتمالات پیدا ہوتے ہیں، ایک یہ کہ غالباً واقعہ تجلی الٰہی کے بعد حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے صرف وہ دس احکام شریعت عطا ہوئے جو الواح پر کندہ تھے اور جن کا ذکر سورۂ اعراف میں اس واقعہ کے فوراً ہی بعد ہوا ہے اور توراۃ غالباً اس کے کچھ عرصہ بعد عطا ہوئی، ہو سکتا ہے یہ اس وقت ہوا ہو جب حضرت موسیٰ دوبارہ قوم کے ستر سرداروں کو لے کر کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے۔

دوسرا احتمال سورہ بقر کی اس آیت سے پیدا ہوتا ہے جو ابھی اوپر پیش کی جا چکی ہے۔ اس میں

"کتاب اور فرقان" کے الفاظ ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ کتاب سے مراد تو توراۃ ہے "فرقان" کا مطلب ہے "حق کو ناحق سے جدا کرنے والا"۔ فرقان سے مراد یہاں خود توراۃ بھی ہو سکتی ہے معجزاتِ موسوی بھی ہو سکتے ہیں اور حق کو ناحق سے جدا کرنے والے شریعت کے وہ احکام عشرہ بھی ہو سکتے ہیں جو الواح پر کندہ تھے۔ اگر یہ آخرالذکر مفہوم لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ توراۃ اور الواح دونوں اسی وقت عطا فرمائی گئیں۔ یہ احکام گو توراۃ ہی کا جزء ہیں لیکن اپنی اہمیت کے پیش نظر ان کا الگ ذکر کیا گیا اور الواح پر کندہ کرادیے گئے، جیسے گو سورہ فاتحہ (سبع مثانی) قرآن کریم ہی کا ایک جزء ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کے ساتھ "سبع مثانی" کا بھی نام لیا گیا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ○ (الحجر ۸۷)	اور بلاشبہ ہم نے تمھیں دُہرائی جانے والی آیتوں میں سے سات آیتوں کی سورۃ (یعنی سورہ فاتحہ) عطا فرمائی اور قرآن عظیم۔

بہر حال اس وقت توراۃ اور الواح دونوں عطا ہوئی ہوں یا صرف الواح اس عطائے خاص کے بعد ارشاد ہوا،

فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (اعراف ۱۴۴)	تو جو میں نے تجھ کو دیا ہے اس کو پکڑ لے اور میرا شکر بجالا

الواح شریعت

سورۂ اعراف میں ہے:

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (اعراف ۱۴۵)	اور ہم نے تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی پھر ارشاد فرمایا اسے زور سے پکڑے رہو اور اپنی قوم سے بھی کہہ دو کہ ان باتوں کو جو اس میں (مندرج ہیں اور) بہت بہتر ہیں پکڑے رہیں میں عنقریب تم کو نافرمان لوگوں کا گھر دکھاؤنگا۔

یعنی اگر بنی اسرائیل نے ان احکام کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالیا تو عنقریب ان کو شام کی مقدس اور موعودہ سرزمین کا مالک بنادیا جائے گا جہاں اس وقت عمالقہ کے جابر و فاسق لوگ برسراقتدار تھے،

اس آیت میں جس "تفصیل" کا ذکر ہوا ہے اس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے جن حکموں کی ضرورت تھی وہ سب ان تختیوں کے احکام میں موجود تھے' تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ' یعنی تمام باتیں الگ الگ کر کے بیان کر دی تھیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا جہان کی ہر بات تشریح و تطویل کے ساتھ لکھ دی گئی تھی' یاد رہے کہ قرآن "تفصیل" کا لفظ اس مصطلحہ معنی میں نہیں بولتا جو فن بیان و معانی میں بعد کو ٹھہرا لیے گئے اور جو "اجمال" کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے' اگر امام رازیؒ کی نظر اس حقیقت پر ہوتی تو وہ اس بیکار کی زحمت سے بچ جاتے جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنے میں انہوں نے برداشت کی۔ چونکہ یہ تختیاں وحی الٰہی سے کندہ کی گئی تھیں اس لیے خدا نے ان کی کتابت اپنی طرف منسوب کی اور کتب سماوی کی نسبت قرآن کا یہ عام اسلوب بیان ہے" [۱]

توراۃ میں ان الواح کی تعداد اور کیفیت اس طرح مذکور ہوئی ہے'

"اور موسیٰ شہادت کی دونوں لوحیں ہاتھ میں لیے ہوئے اُلٹا پھرا اور پہاڑ سے نیچے اُترا اور وہ لوحیں اِدھر سے اور اُدھر سے دونوں طرف سے لکھی ہوئی تھیں اور وہ لوحیں خدا ہی کی بنائی ہوئی تھیں اور جو لکھا ہوا تھا وہ بھی خدا ہی کا لکھا ہوا اور ان پر کندہ کیا ہوا تھا" [۲]

اسی کتاب خروج کے باب ۳۱ کی آیت ۱۸' اور باب ۳۲ کی آیت ۲۹ میں بھی ان کی تعداد دو ہی بتائی گئی' البتہ باب ۳۱ کی آیت ۱۸ سے اتنا اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوحیں پتھر کی تھیں۔ توراۃ کا بیان ہے کہ یہ اصلی لوحیں حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی پر غضب ناک ہو کر توڑ ڈالی تھیں پھر آپ کی استدعا پر دوسری سادہ لوحیں عطا ہوئیں جن پر خود آپ نے وہی احکام بحکم الٰہی کندہ کیے:

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتیں لکھ کیونکہ ان ہی باتوں کے مفہوم کے مطابق میں تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہوں' سو وہ چالیس دن اور چالیس رات وہیں خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا اور اس نے لوحوں پر اس عہد کی باتوں کو

---

[۱] ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ۴۲۳، ۴۲۴ [۲] کتاب خروج باب ۳۲ ۱۵، ۱۶۔

یعنی دس احکام کو لکھا"۔ [۱]

احکامِ عشرہ یہ احکامِ عشرہ کتاب خروج کے باب ۲۰ (آیات ۱ تا ۱۷) میں اور سفر استثناء کے باب ۵ (آیات ۶ تا ۲۱) میں مذکور ہیں، پہلے مقام پر یہ تشریح نہیں ہے کہ یہی وہ احکام ہیں جو الواح پر کندہ تھے مگر دوسرے مقام پر ان احکام کے تذکرے کے بعد یہ تصریح خود موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مذکور ہے، حضرت موسیٰ ان احکام کو بیان کرنے کے بعد قوم سے فرماتے ہیں:

"یہی باتیں خداوند نے اس پہاڑ پر آگ اور گھٹا اور ظلمت میں سے تمہاری ساری جماعت کو بلند آواز سے کہیں اور اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا، اور ان ہی کو اس نے پتھر کی دو لوحوں پر لکھا اور ان کو میرے سپرد کیا"۔ [۲]

اور وہ احکام عشرہ یہ ہیں:

۱ "میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا

۲ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا، نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں، رحم کرتا ہوں،

۳ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے، خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا:

۴ یاد کر کے تو سبت کا دن پاک ماننا، چھ دن تک تو محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کرنا، لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے اس میں نہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی، نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی، نہ تیرا چوپایہ، نہ کوئی مسافر جو تیرے یہاں پھاٹکوں

---

[۱] کتاب خروج باب ۳۴، ۲۷، ۲۸ [۲] استثناء باب ۵، ۲۲

کے اندر ہو، کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتویں دن آرام کیا، اس لیے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اُسے مقدس ٹھہرایا

۵ تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا تاکہ تیری عمر اس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو،

۶ تو خون نہ کرنا

۷ تو زنا نہ کرنا

۸ تو چوری نہ کرنا

۹ تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا

۱۰ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا، تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے کا اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی اور چیز کا لالچ کرنا" [۱]

ان احکام کا قرآن کریم نے بھی تذکرہ کیا ہے یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ سلوک لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، نماز اور زکوٰۃ کا قیام اور لوگوں کو وطن سے خارج کرنے کے امتناع کا ذکر بھی کیا ہے جو معلوم ہوتا ہے محرفین توراۃ کے ہاتھوں موجودہ توراۃ کے صحیفوں میں بیان ہونے سے رہ گئے ہیں، سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کو ان کی بدعہدیاں یاد دلاتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْـنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ

---

[۱] کتاب خروج باب ۲۰، ۳ تا ۱۷ اور سفر استثناء باب ۵، ۷ تا ۲۱

اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ (البقرہ ۸۳ تا ۸۵)

دیتے رہنا، تو چند لوگوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کشت و خون نہ کرنا اور اپنے کو ان کے وطن سے نہ نکالنا تو تم نے اقرار کر لیا اور تم (اس بات کے) گواہ ہو، پھر وہی تم ہو کہ اپنوں کو قتل بھی کر دیتے ہو اور اپنے میں سے بعض لوگوں پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کر کے انھیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو اور اگر وہ تمھارے پاس قید ہو کر آئیں تو انھیں بدلا دے کر چھڑا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا

مسند احمد حنبلؒ اور ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں، جس کے راوی عبداللہ بن سلمہؓ ہیں، مذکور ہے کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "تسع آیات" کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا، وہ یہ احکام ہیں (۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) ناحق خون مت کرو (۵) جادو نہ کرو (۶) سود مت کھاؤ (۷) بے گناہ کو مت پکڑواؤ کہ حاکم اسے قتل کر دے (۸) عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ (۹) جہاد میں سے مت بھاگو، نو حکم تو یہ ہوئے جن کے سب لوگ مخاطب ہو سکتے ہیں (۱۰) دسواں حکم (اے یہود) تمھارے لیے مخصوص تھا کہ سبت (شنبہ) کے دن حد سے نہ گزرو، یہود نے سن کر آپ کی تصدیق کی۔

اس حدیث میں نکارت ہے جو غالباً اس کے راوی عبداللہ بن سلمہؓ کی طرف سے آئی، حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے ان کا خیال یہ ہے کہ یہود نے شاید "تسع آیات" کی نسبت نہیں بلکہ ان دس احکام کی نسبت سوال کیا ہوگا جو توراۃ کے شروع میں بطور وصایا لکھے جاتے تھے، چنانچہ حدیث میں دس ہی چیزیں مذکور ہیں، مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"راوی حدیث کو التباس و اشتباہ ہو گیا، اس نے "کلمات عشر" کی جگہ "تسع

آیات" کا ذکر کردیا، اور ممکن ہے سوال "آیات تسعہ" سے کیا گیا ہو لیکن آپ نے جواب علی اسلوب الحکیم دیا، گویا تنبیہ کردی کہ نو معجزات کا معلوم کرنا تمہارے حق میں چنداں مفید اور اہم نہیں بلکہ ان دس احکام کا یاد رکھنا زیادہ مہم ہے۔ واللہ اعلم"۔ [1]

طور پر حضرت موسیٰ کو قوم کی گمراہی کی اطلاع

جیساکہ اوپر تورات کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے کہ طور پر حضرت موسیٰ غالباً بنی اسرائیل یا قوم کے کچھ نمایندوں کے ساتھ تشریف لے گئے تھے اور ان لوگوں کو وہیں نیچے دامن کوہ میں ٹھہرنے کا حکم ہوا تھا حضرت موسیٰ جوش محبت اور فرط شوق میں سب کو پیچھے چھوڑ کر بعجلت تمام کوہ طور پر پہنچ گئے تھے اس لیے ارشاد ہوا:

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ ۸۳)	اور اے موسیٰ تو نے اپنی قوم سے (آگے چلے آنے میں) کیوں جلدی کی؟

عرض کیا:

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ○ (طٰہٰ ۸۴)	کہا وہ میرے پیچھے (آ رہے) ہیں اور اے پروردگار میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اس لیے کی کہ تو خوش ہو۔

عجیب اتفاق ہے کہ ادھر تو فراز طور پر توحید خالص کے استحکام کے احکامات نازل ہو رہے تھے اور نیچے وادی تیہ میں قوم شرک جلی اور گوسالہ پرستی کی مرتکب ہو کر روحانی پستیوں میں گر رہی تھی! اب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس کی گمراہی پر مطلع فرمایا اور ارشاد ہوا:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ○ ... (طٰہٰ ۸۵)	فرمایا' ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد آزمایش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے۔

یہ روح فرسا اور غیر متوقع خبر سن کر حضرت موسیٰ کے دل پر جو گزری ہوگی' جس قدر غم واندوہ

---

[1] ترجمہ قرآن مجید شیخ الہند' فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی مطبوعہ مدینہ پریس بجنور' فایدہ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۱ صفحہ ۳۷۹، ۳۸۰

ہوا ہوگا اور قوم پر جس قدر غصہ آیا ہوگا وہ ظاہر ہے!

گمراہی کی کیفیت یہ شرک جلی اور گمراہی کیا تھی جس میں قوم مبتلا ہو گئی تھی اس کی کیفیت قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰی مِنۡ بَعۡدِہٖ مِنۡ حُلِیِّہِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُہُمۡ وَ لَا یَہۡدِیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡہُ وَ کَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ ۝ (اعراف ۱۴۸)	اور قوم موسیٰ نے موسیٰ کے بعد اپنے زیور کا ایک بچھڑا بنا لیا (وہ) ایک جسم (تھا) جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی ان لوگوں نے یہ نہ دیکھا کہ نہ وہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ ان کو راستہ دکھا سکتا ہے اس کو انھوں نے (معبود) بنا لیا اور اپنے حق میں ظلم کیا

قرآن نے تصریح کی ہے کہ ان کے کفر کے سبب اس بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی تھی سورۂ بقرہ میں ہے

وَاُشۡرِبُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡعِجۡلَ بِکُفۡرِہِمۡ ؕ (بقرہ ۹۳)	اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا ان کے دلوں میں رچ گیا تھا

اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت موسیٰ کی واپسی اور غیض و جلال اب حضرت موسیٰ انتہائی متاسف اور حد درجہ غضبناک ہو کر قوم کی طرف واپس آئے۔

فَرَجَعَ مُوۡسٰۤی اِلٰی قَوۡمِہٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۬ (طٰہٰ)	پھر موسیٰ غصے اور غم کے عالم میں اپنی قوم کے پاس لوٹے۔

اور آپ نے بڑے غیض و جلال کے ساتھ قوم کو مخاطب فرمایا:

قَالَ یٰقَوۡمِ اَلَمۡ یَعِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَیۡکُمُ الۡعَہۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ یَّحِلَّ عَلَیۡکُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِیۡ ۝ (طٰہٰ ۸۶)	کہا کہ اے قوم کیا تمہارے پروردگار نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا (میری جدائی کی) مدت تمہیں دراز (معلوم) ہوئی یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو اور (اس لیے) تم نے مجھ سے جو (وعدہ) کیا تھا اس کے خلاف کیا

اور مزید آپ نے فرمایا۔

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي ۚ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ

کہا بہت بد اطواری کی تم نے میرے بعد کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے۔

یعنی عطائے توراۃ و شریعت کے لیے چالیس دن کی مدت تو پہلے ہی سے مقرر کی جا چکی تھی، پھر کیا اتنے عرصہ بھی صبر نہ کر سکے۔

قوم آپ کے جوش ایمانی اور جلال کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی اور سہم کر کہنے لگی۔

قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلَٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنَاهَا فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ ۝ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۝

(طٰہٰ ۸۷ تا ۸۹)

بولے ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کے خلاف نہیں کیا، بلکہ ہم قوم (فرعون) کے زیوروں کا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے تھے، پھر ہم نے اس کو ڈال دیا، پھر اس طرح سامری نے (اس کو) ڈھالا تو اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنا دیا (یعنی ایک) دھڑ جس کی آواز گائے کی سی تھی تو لوگ کہنے لگے یہی تمہارا معبود ہے اور (یہی) موسیٰ کا بھی معبود مگر وہ بھول گیا ہے۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ انکی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ انکے نقصان و نفع کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔

یہ زیور جس کا ذکر آیات بالا میں آیا ہے فرعون کی قوم کا زیور تھا جو بنی اسرائیل مصر سے روانہ ہوتے وقت اپنے ساتھ لے آئے توراۃ کا بیان ہے کہ خروج سے پہلے بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ

"ان میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے"[1]

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بنی اسرائیل نے چلتے وقت

---

[1] کتاب خروج باب ۱۱ ۲

"مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لیے اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ جو کچھ انھوں نے مانگا انھوں نے دے دیا"[1]

بنی اسرائیل ان زیورات کا استعمال اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے تھے پھر یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ اسی زیور کا بُت بنا کر پوجنا جائز سمجھا! قوم جب گوسالہ پرستی اور شرک میں مبتلا ہوئی تو حضرت ہارونؑ نے ہدایت موسوی کے مطابق ان کی اصلاح حال کی پوری کوشش کی اور جب وہ کسی طرح نہ مانے تو آپ نے ان کی گمراہی اور اس سے اپنی بیزاری کا صاف اعلان کر دیا مگر قوم یہ سُن کر آپ کی جان کی دشمن ہو گئی اور اس نے کہہ دیا کہ جب تک حضرت موسیٰؑ واپس نہ آئیں ہم اس کو ترک نہیں کریں گے (طٰہٰ ۹۰ و ۹۱)
موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارونؑ کی ان مساعی اصلاح کی اطلاع نہ تھی آپ ان کو اپنی نیابت سپرد کر گئے تھے اور خاص طور پر ہدایت فرما گئے تھے کہ ان کے پیچھے قوم گمراہ نہ ہو اور اس میں تفرقے نہ پڑیں۔ آپ کو گمان ہوا کہ غالباً حضرت ہارون کی نرمی یا تساہل کی بنا پر قوم کو اتنی جرأت ہوئی کہ شرک جلی اور بُت پرستی اختیار کر بیٹھی۔ اس گمان پر آپ غیرت ایمانی اور حمیت دینی کے جوش سے اس قدر بے قابو ہو گئے کہ الواح شریعت جو اب تک آپ کے ہاتھ میں تھیں آپ نے ایک طرف ڈال دیں[2] اور بڑھ کر حضرت ہارونؑ کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ لیے

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ (اعراف ۱۵۰)	اور شدت غضب سے وہ تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

یہ مظاہرہ تھا حرارتِ ایمانی اور البغض فی اللہ کا جس میں نہ کسی کی اہانت و توہین مقصود ہوتی ہے اور نہ جس کے سامنے دنیا کی محبتوں کا پاس اور رشتوں کا احترام باقی رہتا ہے!

حضرت ہارونؑ رسالت و نبوت میں آپ کے وَزِیْر (مددگار) اور اس موقعہ پر آپ کے نائب تھے اس لیے آپ نے ان سے مطالبہ کیا،

---

[1] کتاب خروج باب ۱۲ - ۳۶ - [2] توراۃ میں ہے کہ جب آپ نے طور سے واپسی پر لوگوں کو بچھڑے کی پرستش میں مشغول دیکھا تو "موسیٰ کا غضب بھڑکا اور اس نے لوحوں کو اپنے ہاتھوں سے پٹک دیا اور ان کو پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالا" (خروج باب ۳۲ - ۱۹) خروج باب ۳۴ میں ہے کہ لوحیں دوبارہ بنائی گئیں مگر یہ غلط ہے چونکہ سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۴ میں تصریح ہے کہ غصہ کم ہونے پر وہی لوحیں جو شدت غضب میں آپ نے ڈال دی تھیں پھر اٹھالیں۔

قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ۝ (طٰہٰ ۹۲، ۹۳)

کہا کہ ہارونؑ جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا اس بات سے کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟

حضرت ہارونؑ جن کی نیابت کے دوران میں اتنا بڑا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا اور جو غالباً حضرت موسیٰؑ کے جلال کو دیکھ کر شروع سے اب تک بالکل خاموش تھے اب بولے، آپ نے فرمایا:

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (اعراف ۱۵۰)

کہا، اے میری ماں کے بیٹے، لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں تو ایسا کام نہ کیجیے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے گنہ گار لوگوں میں شامل نہ کیجیے۔

یعنی میں نے اپنا فرض پوری طرح ادا کیا حتی الامکان ان کو سمجھایا اور ان کی اصلاح کی کوشش کی مگر وہ مجھے کمزور سمجھ کر میرے قتل کے درپے ہو گئے اس لیے یہ سمجھ کر مجھ پر عتاب نہ کیجیے کہ میں نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کی اور میں بھی اسی گمراہ اور گنہ گار طبقہ میں شامل ہوں۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ ۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ۝ (طٰہٰ ۹۴)

بولے اے بھائی میری ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑیے میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔

حضرت ہارونؑ کی زبان سے یہ سن کر حضرت موسیٰؑ کا غصہ کچھ فرو ہوا اور انھوں نے بارگاہ الٰہی میں دُعا کی کہ شدتِ غضب میں اگر مجھ سے کوئی بے احتیاطی سرزد ہو گئی ہو یا قوم کی اصلاح میں میرے بھائی سے ان کی شان اور درجہ کے اعتبار سے کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو معاف فرما دے اس لیے کہ تیرا کام بخشنا اور رحم کرنا ہے۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ ۝ (اعراف ۱۵۱)

کہا کہ اے میرے پروردگار، مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر، تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

محرفین تورات کی یہ جسارت انتہائی قابل افسوس اور لائق مذمت ہے کہ انھوں نے زیورات سے بچھڑا بنانے کا الزام خود حضرت ہارونؑ جیسے جلیل القدر نبی پر لگایا ہے (خروج باب ۳۲) لیکن قرآن کریم نے اصلی مجرم کا نام لے کر اللہ کے ایک برگزیدہ اور معصوم رسول کا دامن شرک کے اس داغ سے پاک کر دیا ہے۔ اس کا تذکرہ انشاء اللہ حضرت ہارون علیہ السلام کے حالات میں ہوگا۔

سامری کون تھا؟

اس فتنہ کا بانی سامری تھا جیساکہ قرآن کریم نے وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (طٰہٰ ۸۵) "اور سامری نے ان کو بہکا دیا" اور فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ (طٰہٰ ۸۷) "پھر اس طرح سامری نے (بچھڑا) ڈھالا" کہہ کر تصریح کر دی ہے اس لیے سب سے پہلا سوال جو اس سلسلہ میں سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ سامری کون تھا؟

اس سلسلہ میں اب تک جو کہا اور لکھا گیا ہے اسمیں مولانا ابوالکلام آزاد کی تحقیق زیادہ قرین صواب اور وقیع ہے آپ لکھتے ہیں۔

> "قیاس کہتا ہے کہ یہاں "سامری" سے مقصود سیمری قوم کا فرد ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سیمری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری آرہا ہے اور اب بھی عراق میں اس کا بقایا اسی نام سے پکارا جاتا ہے، یہاں قرآن کا "اَلسَّامِرِيُّ" کہہ کر اُسے پکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا سامری تھا۔
>
> حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پہلے دجلہ و فرات کے دوآبہ میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیادیں اٹھا رہی تھیں ان میں ایک قوم جو جنوب سے آئی تھی عرب تھی، دوسری کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شمال

سے اتری سیمری تھی۔ اسی قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر "سامر" اور "اور" آباد ہوا تھا جس کا محل "تل العبید" میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پیشتر کے بنے ہوئے زیور اور سنہری ظروف برآمد ہو رہے ہیں۔

سیمری قوم کی اصل کیا تھی؟ اس بارے میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکی ہے۔۔۔۔۔۔ بہرحال سیمری قبائل کا اصلی وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے، مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے پس معلوم ہوتا ہے اسی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰؑ کا بھی معتقد ہو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا، اسی کو قرآن نے "سامری" کے لفظ سے یاد کیا ہے۔"[۱]

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

"جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا منافق تھا، اور منافقین کی طرح فریب اور چالبازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا"[۲]

فتنہ سامری

حضرت موسیٰؑ گمراہ ہو جانے والی قوم اور حضرت ہارونؑ سے جن کے سپرد آپ اس قوم کی اصلاح کا کام کر گئے تھے، باز پرس کر چکے تھے لیکن ابھی اصلی مجرم اور اس ہنگامہ کا حقیقی بانی باقی تھا، اب حضرت موسیٰؑ اس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا،

فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ۝ (طٰہٰ ۹۵) سامری! تیرا کیا حال ہے؟

اب حقیقت کو ظاہر کر دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، سامری نے کہا:

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ۝ (طٰہٰ ۹۶)	بولا، میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا، پھر بھر لی میں نے ایک مٹھی رسول کے پاؤں کے نیچے سے، پھر میں نے وہی ڈال دی اور میرے جی نے مجھے یہی صلاح دی۔

[۱] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۷۶
[۲] قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی فائدہ سورہ طٰہٰ آیت ۸۸ صفحہ ۴۱۱

جمہور کی رائے یہ ہے کہ "رسول" سے مراد حضرت جبرئیلؑ ہیں جو خروج مصر کے وقت بھیجے گئے تھے جب بنی اسرائیل نے بحر قلزم کو عبور کیا ہے سامری نے ان کو پہچان کر ان کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے کی مٹی اٹھالی تھی اور اسی کو بچھڑے میں ڈال دیا تھا جس کی تاثیر سے اس میں سے آواز نکلنے لگی تھی۔ جمہور کی تفسیر کا خلاصہ شاہ عبدالقادرؒ دہلوی کے الفاظ میں یہ ہے:

"جس وقت بنی اسرائیل بچھے دریا میں پیٹھے داخل ہوئے پیچھے فرعون ساتھ فوج کے پیٹھا داخل ہوا، جبرئیلؑ بیچ میں ہو گئے کہ ان کو ان تک نہ پہنچنے دیں، سامری نے پہچانا کہ یہ جبرئیلؑ ہیں، ان کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھر مٹی اٹھالی وہی اب اس سونے کے بچھڑے میں ڈال دی، سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے اس میں مٹی پڑی برکت کی، حق و باطل مل کر ایک کرشمہ پیدا ہوا کہ رونق جاندار کی آواز اس میں ہو گئی ایسی چیزوں سے بچنا چاہیے اسی سے بت پرستی بڑھتی ہے۔" (موضح القرآن)

اس تفسیر کے متعلق صاحب روح المعانی اور مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ "صحابہ و تابعین اور علمائے مفسرین سے یہی منقول ہے۔"

اس کے برعکس مشہور معتزلی ابومسلم اصفہانی کا قول ہے کہ یہاں "رسول" سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور "قبضت قبضۃ" سے مراد "تھوڑی سی پیروی" ہے یعنی سامری نے اقرار کیا کہ میں نے حضرت موسیٰ کی تھوڑی سی پیروی ضرور کی تھی مگر پھر دل توحید خالص پر نہ جما اور بچھڑا بنانے کی بات سوجھی جو دوسروں کو نہ سوجھی تھی چنانچہ میں نے پیغمبر کی پیروی ترک کر دی اور بت پرستی کی طرف لوٹ آیا۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں ابومسلم اصفہانی کی اس تفسیر کو قوی، راجح اور صحیح تسلیم کیا ہے، اور لکھا ہے

"یہ واضح رہے کہ ابومسلم نے جو تفسیر بیان کی ہے اس میں مفسرین کی مخالفت تو ضرور پائی جاتی ہے لیکن حسب ذیل چند وجوہ کی بنا پر تحقیق سے قریب اسی کی تفسیر ہے۔"[1]

---

[1] تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۔۔

موجودہ دور میں مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی یہی تفسیر اختیار کی ہے۔ ہم ترجمان القرآن سے مولانا آزاد کا قدرے طویل اقتباس سطور ذیل میں پیش کرتے ہیں، سورہ طٰہٰ کے اس مقام کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

"گائے بیل اور بچھڑے کی تقدیس کا خیال سمیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی۔ مصری اپنے دیوتا حورس کا چہرہ گائے کی شکل کا بناتے تھے اور خیال کرتے تھے کرۂ زمین ایک گائے کی پشت پر قائم ہے، جب سامری نے دیکھا، بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی سے مضطرب ہو رہے ہیں تو اس نے کہا، مجھے سونے کے زیور لا دو، پھر انہیں گلا کر بچھڑے کی ایک مورتی بنا دی، مصری مندروں کی مخفی کاریگریاں اُسے معلوم تھیں، اس نے مورتی کے اندر ہوا کے نفوذ و اخراج کی ایسی کل بٹھا دی کہ اس سے ایک طرح کی آواز نکلنے لگی۔

سامری حضرت موسیٰ کا معتقد ہو گیا تھا لیکن اسرائیلی توحید پر اس کا دل جما نہیں تھا چند دنوں اسی طریقہ پہ کاربند رہا، پھر منحرف ہو گیا اس لیے جب حضرت موسیٰ نے پوچھا، یہ تو نے کیا کیا ہے تو اُس نے کہا بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهٖ مجھے ایسی بات سجھائی دی جو دوسروں کو نہیں سوجھی یعنی بچھڑا بنانا، فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا، میں نے رسول کی پیروی میں چند قدم اٹھائے تھے مگر میرا دل اس پہ جما نہیں تھا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ، کیا کروں میری طبیعت کا ایسا ہی تقاضا ہوا، میں آپ کے پیچھے چل نہ سکا۔ عربی میں جب کہیں گے قبضت قبضة میں نے صرف ایک مٹھی اٹھائی تو اس کے معنی تقلیل کے ہوں گے قبضت قبضة۔ ای شئ قلیل، والقبضة القدر المقبوض (ابن سیدہ) اردو کا بھی محاورہ ہے "میں نے تو صرف ایک ہی مٹھی اٹھائی ہے" یعنی بہت تھوڑا حصہ لیا ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - - - -

یہودیوں نے اپنی قومی برأت کے لیے یہ کہانی گھڑ لی تھی کہ گوسالہ پرستی کے معاملہ میں

ایک روحانی طاقت کا ہاتھ کام کر رہا تھا' ورنہ ہمارے اسلاف کیوں ایسی گمراہی میں پڑے تے؟
وہ کہتے تھے بچھڑے کی گویائی اس مٹی کا معجزہ تھا جو حضرت جبرئیلؑ کے سموں سے پامال ہوئی
تھی، جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو ان کے آگے آگے جبرئیل جا رہے تھے اور زندگی کے فرشتہ پر
سوار تھے جس نے گھوڑے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس گھوڑے کے سم جس مٹی پر پڑتے تھے اس
میں زندہ کر دینے کی خاصیت پیدا ہو جاتی تھی' یہ بات کسی نے نہیں دیکھی لیکن سامری نے دیکھ
لی، پس اس نے بچھڑا بنا کر اس میں آب حیات کی جگہ، اس خاک حیات کی ایک مٹھی ڈال دی
پس پھر کیا تھا وہ زندہ ہو کر بولنے لگا۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کہانی تفسیر کی روایتوں میں بھی داخل ہو گئی کہ
"جبرئیلؑ کے نقش قدم" کی ایک مشت خاک سامری نے اٹھالی تھی، لیکن یاد رہے کہ یہ تفسیر کسی
طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی' اتنا ہی نہیں بلکہ ایسی تفسیر کرنا قرآن کے اس مقام کو مسخرانگیز حد تک
بے معنی بنا دیتا ہے۔

اولاً قرآن نے اس معاملہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ....
ثانیاً قرآن میں جہاں کہیں بغیر اضافت و اسناد کے "الرسول" کہا گیا اس کا صرف ایک ہی
مطلب ہے یعنی پیغمبر .... ثالثاً قرآن صاف کہتا ہے کہ جَسَدًا لَّهُ
خُوَارٌ[1] ایک بے جان دھڑ تھا جس سے آواز نکلتی تھی .... رابعاً' قرآن صاف صاف
کہتا ہے کہ اس مورتی میں کوئی خاص بات نہ تھی، محض ایک شعبدہ تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے استعجاب
و تاثر کو ان کی حد درجہ بے وقوفی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ
قَوْلًا ۵[2] یعنی ان ... عقل کے اندھوں نے اتنی بات بھی نہ دیکھی کہ اگر یہ کوئی زندہ وجود ہے
تو ان کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتا .... خامساً' یہ کہانی خود اپنی بناوٹ میں
ناقابل تسلیم ہے اگر فی الحقیقت کوئی ایسا ملکوتی مظاہرہ ہوا تھا اور بَصُرْتُ بِمَا لَمْ

---

[1] سورہ اعراف آیت ۱۴۸ و سورہ طہ ۸۸ + [2] سورہ طہ آیت ۸۹

یَبْصُرُوْا بِہٖ[1] کے یہی معنی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ سامری کی روحانی بصیرت تمام بنی اسرائیل حتیٰ کہ حضرت ہارونؑ (اور حضرت موسیٰؑ) سے بھی کہ پیغمبر تھے بڑھی ہوئی تھی کیونکہ یہ کرشمہ الٰہی کوئی نہ دیکھ سکا صرف اس کی نگاہ حقیقت شناس کام کر گئی ....

سادساً، خود یہی مفسر عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ[2] کی تفسیر میں یہ قول نقل کرتے ہیں کہ خوار کان بالریح، لانہ کان عمل فیہ خروقا فاذا دخلت الریح فی جوفہ خار ولم یکن فیہ حیاۃ یعنی اس میں زندگی نہ تھی محض ہوا کے نفوذ سے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگتی تھی، پھر جب یہ تفسیر بھی موجود ہے تو کون سی وجہ ہے کہ خواہ مخواہ حضرت جبریلؑ کو گھسیٹا جائے اور فرشتوں کو گھوڑا بننے کی زحمت دی جائے؟ سابعاً جن روایتوں کی بنا پر یہ کہانی چلی ہے اگر ان کے متن سے قطع نظر کر لی جائے تو باعتبار اسناد کے بھی لائق اعتنا نہیں، سب سے زیادہ زور ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم کی روایت پر دیا جاتا ہے جس میں حضرت علیؓ کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن وہ بھی مجروح ہے اور حاکم کی تصحیح کی جو قدر و قیمت ہے وہ ہم امام ذہبیؒ کی زبانی سن چکے ہیں۔"[3]

سامری کی سزا

بالآخر جب سامری نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو آپ نے فرمایا:

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ (طٰهٰ ۹۷)	کہا، جا تجھ کو دنیا کی زندگی میں یہ (سزا) ہے کہ کہتا رہے کہ مجھ کو ہاتھ نہ لگانا، اور تیرے لیے ایک اور وعدہ ہے (عذاب کا)، جو تجھ سے ٹل نہ سکے

قیاس کہتا ہے کہ یہ سزا سامری کی اس نیت سے تعلق رکھتی ہے جس کے ماتحت اس نے یہ فتنہ برپا کیا تھا۔ اس نے یہ حرکت جاہ و منصب، اور عزت و ریاست کے لالچ میں کی تھی اور حضرت موسیٰؑ کی غیبت سے فائدہ اٹھا کر وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کو گمراہ کر کے ان کی نظروں میں خود اس قدر ممتاز ہو

[1] سورہ طٰہٰ آیت ۹۶ ترجمہ: "میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا" [2] سورہ اعراف آیت ۱۴۸ و سورہ طٰہٰ
[3] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۶۵ تا ۴۶۷

صاحب عزت و عظمت بن بیٹھے کہ لوگ اس کو اپنا سردار تسلیم کرلیں اور اس کے گرد جمع ہوجائیں چنانچہ اس کو سزا یہ دی گئی کہ وہ سب کے سامنے ایک حد درجہ ذلیل انسان اور اچھوت کی طرح زندگی بسر کرے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ صاحب دہلوی لکھتے ہیں :

"دنیا میں اس کو یہی سزا ملی کہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا، اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے تو دونوں کو تپ چڑھتی، اس لیے لوگوں کو دُور دُور کرتا اور یہ جو فرمایا کہ ایک وعدہ ہے جو خلاف نہ ہوگا، شاید مراد عذاب آخرت ہے اور شاید دجال کا نکلنا، وہ بھی یہود میں سامری کے فساد کی تکمیل کرے گا"۔ [۱]

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس مقام کی تفسیر بھی جمہور سے کچھ مختلف طریقہ پر کی ہے وہ لکھتے ہیں :

"حضرت موسیٰ نے اسے جماعت سے باہر کردیا اور حکم دیا کہ کوئی اس سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھے "اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ" (۹۷) کا مطلب ہے کہ لوگ تجھ سے اس درجہ نفرت کرنے لگیں گے کہ تیری چھوت سے بھاگیں گے۔ تو "لامساس" یعنی اچھوت ہوجائے گا، کہتا پھرے گا مجھے کوئی نہ چھوئے"۔ [۲]

اس کے علاوہ حضرت موسیٰ نے اس بچھڑے کی مورتی کو سامری اور سب بنی اسرائیل کے سامنے جلا کر خاکستر کر دیا اور اس طرح اس نقش باطل کو مٹا ڈالا، آپ نے سامری کی سزا کا اعلان فرمانے کے بعد اس سے فرمایا :

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًاؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ۝ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ، ۹۷، ۹۸)	اور جس معبود (کی پوجا) پر تو (قائم و) معتکف تھا اس کو دیکھ ہم اسے جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو اڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے، تمہارا معبود خدا ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

[۱] موضح القرآن [۲] ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۴۵۷

توراۃ میں ہے:

"اور اس (حضرت موسیٰ) نے اس بچھڑے کو جسے انھوں نے بنایا تھا، لیا اور اس کو آگ میں جلایا اور اسے باریک پیس کر پانی پر چھڑکا اور اسی میں سے بنی اسرائیل کو پلوایا"[1]

اس بیان کا آخری حصہ تحریف ہے، قرآن کریم نے تصریح کی ہے کہ اس کی خاکستر کو دریا میں ڈال دیا گیا۔ اب حضرت موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو آپ نے احکام شریعت کی الواح جو جوشِ غضب میں ڈال دی تھیں پھر اٹھا لیں:

وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝ (اعراف ۱۵۴)	اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو تختیاں اٹھا لیں اور جو کچھ ان میں لکھا تھا وہ ان لوگوں کے لیے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی

بنی اسرائیل کی ندامت

بنی اسرائیل اپنی حماقت و سفاہت اور نادانی و بیوقوفی کی بنا پر اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے اب حضرت موسیٰ کی تنبیہ و فہمایش پر آنکھیں کھلیں، اور اپنی لغزش پر نظر گئی تو سخت نادم ہوئے اور شرم و ندامت کے احساس میں گھبرا کر حضرت موسیٰ سے التجا کی کوئی ایسی صورت پیدا کیجیے کہ خدا ہم پر رحم فرمائے اور ہماری توبہ قبول کر لے اور ہم ابدی خسران اور دائمی ہلاکت سے بچ جائیں۔ قرآن کریم نے ان کے اس احساس ندامت کا اس طرح ذکر کیا ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ (اعراف ۱۴۹)	اور جب وہ نادم ہوئے اور دیکھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔

بنی اسرائیل کو گمراہی کی سزا

حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ کی زبان سے حقیقتِ حال سننے کے بعد اپنے اور ان کے لیے بارگاہِ الٰہی میں رحم و عفو کی درخواست

---

[1] خروج باب ۳۲-۲۰

کی تھی (اعراف ۱۵۱)، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، تو اس کے جواب میں وحی الٰہی نے مطلع فرما دیا تھا کہ خدا کی رحمت ان دو برگزیدہ پیغمبروں ہی کو نہیں بلکہ گمراہ ہو جانے والی قوم کے ان افراد کو بھی اپنے دامن میں چھپا لے گی جو اس شرک جلی میں شامل نہیں ہوئے۔ البتہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پرستش کی ہے ان پر بلا شبہ غضب الٰہی اس دنیا کی زندگی میں نازل ہوگا۔ سورۂ اعراف میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ (اعراف ۱۵۲)

البتہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ ان پر پروردگار کا غضب نازل ہوگا اور دنیا کی زندگی میں بھی ذلت (نصیب) ہوگی اور ہم افترا پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

مزید براں یہ بھی تصریح فرما دی گئی تھی کہ اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اس معصیت و گمراہی اور کفر و شرک کے بعد بھی اگر انھوں نے صدق دل سے توبہ کر لی تو معاملہ اسی دنیا کی سزا پر ختم کر دیا جائے گا اور آخرت کی ابدی زندگی میں اللہ کی رحمت پھر انھیں بھی اپنے دامن میں چھپا لے گی۔ چنانچہ آیت بالا کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (اعراف ۱۵۳)

اور جن لوگوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اس کے بعد (بخشش دیگا کیونکہ وہ) بخشنے والا مہربان ہے۔

چنانچہ جب بنی اسرائیل نے صدق دل سے توبہ کی اور ابدی خسران کی بجائے اس چند روزہ زندگی کی سزا کو بھگتنے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا تو وہ غضب الٰہی نازل ہوا جس کا وعدہ کیا گیا تھا اور ان کو سزا یہ دی گئی کہ جو لوگ بت پرستی کی گمراہی میں شامل نہیں ہوئے وہ اس میں مبتلا ہونے والوں کو قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قوم کو سنایا اور جب انھوں نے اس حکم کی تعمیل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (بقرہ ۵۴)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے میں (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے تئیں ہلاک کر ڈالو تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے پھر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا بیشک وہ توبہ کا قبول کرنے والا (اور) رحم کرنیوالا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے۔

توراۃ میں بھی اس سزا کا بیان ہے۔ کتاب خروج میں ہے:

"موسیٰ نے لشکر گاہ کے دروازہ پہ کھڑے ہو کر کہا کہ جو خداوند کی طرف ہے وہ میرے پاس آجاوے۔ تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس نے ان سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے پر عمل کیا، چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً تین ہزار مرد کھیت آئے۔"[1]

لیکن توراۃ میں اس قبول توبہ اور معافی کا ذکر نہیں ہے جس کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے بلکہ توراۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے اس کفارہ کے بعد بھی وہ مغفرت و رحمت الٰہی سے محروم رہے باوجود اس کے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی:

"اور اب اگر تو ان کا گناہ معاف کر دے تو خیر ورنہ میرا نام اس کتاب میں سے جو تو نے لکھی ہے مٹا دے۔"[2]

---

[1] خروج باب ۳۲ ۲۶ تا ۲۸ [2] ایضاً باب ۳۲ - ۳۲

ارشاد ہوا کہ

"جس نے میرا گناہ کیا ہے میں اسی کے نام کو اپنی کتاب میں سے مٹا دونگا۔[1]"

یہاں اس بیان سے یہودی اور عیسائی علماء کے اس قول کی بھی موجودہ توراۃ ہی سے تردید ہوجاتی ہے کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو کتاب عطا نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف احکام شریعت کی الواح عنایت ہوئی تھیں۔ یہ واقعہ معاملہ طور کے فوراً بعد پیش آیا ہے اس لیے مذکورہ بالا آیات کی موجودگی میں کیس طرح کہا جا سکتا ہے کہ طور پر صرف الواح دی گئی تھیں توراۃ نازل نہیں ہوئی چونکہ الواح کو نہ تو حضرت موسیٰ ہی کتاب کہتے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو کتاب فرماتا۔

بنی اسرائیل کے ستر سرداروں کا حضرت موسیٰ کی معیت میں کوہ طور پر جانا

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے موضح القرآن میں تصریح کی ہے کہ، روایت میں آیا ہے بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ کوہ طور سے جو کتاب اور احکام لے کر آئے ہیں ہمارا خیال ہے کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ خود حضرت موسیٰ نے بنا لیے ہیں، ہم تو اس پر اسی وقت ایمان لائیں گے جب خود خدا کی زبان سے سُن لیں اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر فرما دیا اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا:

"اور اس نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہارونؑ اور ندب اور ابیہو اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگوں کو لے کر خداوند کے پاس اُوپر آ، اور تم دُور ہی سے سجدہ کرنا، اور موسیٰ اکیلا خداوند کے نزدیک آئے پر وہ نزدیک نہ آئیں اور لوگ اس کے ساتھ اُوپر نہ چڑھیں"[2]

چنانچہ

"تب موسیٰ پہاڑ پر سے اتر کر لوگوں کے پاس گیا اور اس نے لوگوں کو پاک صاف کیا اور انھوں نے اپنے کپڑے دھو لیے اور اس نے لوگوں سے کہا کہ تیسرے دن تیار رہنا اور عورت کے نزدیک نہ جانا۔"

---

[1] خروج باب ۳۲ – ۳۳   [2] ایضاً باب ۲۴ – ۱ اور ۲

"جب تیسرا دن آیا تو صبح ہوتے ہی بادل گرجنے اور بجلی چمکنے لگی اور پہاڑ پر کالی گھٹا چھا گئی اور قرنا کی آواز بہت بلند ہوئی اور سب لوگ ڈیروں میں کانپ گئے۔ اور موسیٰ لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے ملائے اور وہ پہاڑ سے نیچے آکھڑے ہوئے" ؎۱

قرآن کریم میں ہے:

وَاخْتَارَ مُوسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ج	اور موسیٰ نے اس میعاد پر جو ہم نے مقرر کی تھی اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب کر کے کوہ طور پر حاضر کیے

توراۃ میں ہے کہ

"موسیٰ گھٹا کے بیچ میں ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا" ؎۲

اور

"جب قرنا کی آواز نہایت ہی بلند ہوتی گئی تو موسیٰ بولنے لگا اور خدا نے آواز کے ذریعہ سے اُسے جواب دیا" ؎۳

روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے باتیں کیں اور امر و نہی فرمایا، جب بادل چھٹا اور حضرت موسیٰ واپس تشریف لائے تو قوم سے پوچھا کہ تم نے پروردگار کا کلام سُن لیا؟ قوم نے جواب دیا کہ بے شک کلام تو سُنا مگر متکلم کو خود نہیں دیکھا، ہم تو ایمان اس وقت لائیں گے جب خدا کو اپنی ظاہر آنکھوں سے دیکھ لیں، اس گستاخی پر قہر الٰہی نازل ہوا، سورۂ بقرہ میں ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ (بقرہ ۵۵)	اور جب تم نے کہا کہ موسیٰ جب تک ہم خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہیں لائیں گے تو تم کو بجلی نے آگھیرا اور تم دیکھ رہے تھے۔

ساتھ ہی ساتھ نیچے سے سخت زلزلہ آیا جیسا کہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے اور بجلی گرنے سے فی الفور بنی اسرائیل کے یہ گستاخ سردار مر کر رہ گئے۔

؎۱ خروج باب ۱۹ ـ ۱۴ تا ۱۷ ؎۲ ایضاً باب ۲۴ ـ ۱۸ ؎۳ ایضاً باب ۱۹ ـ ۱۹

توراۃ اس اہم واقعہ کے تذکرہ سے خاموش ہے البتہ یہ تصریح اس میں ضرور ملتی ہے:

"اور سب لوگوں نے بادل گرجتے اور بجلی چمکتے اور قرنا کی آواز ہوتے اور پہاڑ سے دھواں اٹھتے دیکھا اور جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کانپ اٹھے اور دُور کھڑے ہوگئے اور موسیٰ سے کہنے لگے 'تو ہی ہم سے باتیں کیا کر اور ہم سن لیا کریں گے لیکن خدا ہم سے باتیں نہ کرے تا نہ ہو کہ ہم مرجائیں'۔" [1]

بہرحال بجلی اور زلزلہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کی ہلاکت کو دیکھ کر حضرت موسیٰ بے قرار ہو گئے اور بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی:

فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ

(اعراف ۱۵۵، ۱۵۶)

اور جب ان کو زلزلہ نے پکڑا تو موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار، اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھ کو پہلے ہی سے ہلاک کر دیتا، کیا تو اس فعل کی سزا میں جو ہم میں سے بے عقل لوگوں نے کیا ہے، ہمیں ہلاک کر دے گا؟ یہ تو تیری آزمائش ہے اس سے تو جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت بخشے، تو ہی ہمارا کارساز ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرۃ میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہو چکے۔

جواب ملا،

قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا

فرمایا، جو میرا عذاب ہے اسے تو جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز

[1] خروج باب ۱۹،۱۸

لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ (اعراف ۱۵۶)

کو شامل ہے میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دونگا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور حضرت موسٰی کی دُعا پر بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بنی اسرائیل کے ان سرداروں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ بنی اسرائیل احسان مانیں اور ایمان پر راسخ اور ثابت قدم رہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (بقر۔ ۵۶)

پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کر دیا تاکہ احسان مانو۔

اخذ میثاق اور نتق جبل

بنی اسرائیل کے یہ سردار جب قوم میں واپس آئے تو انھوں نے حضرت موسٰی اور توراۃ کی تصدیق کی، بنی اسرائیل پہلے ہی سے حضرت موسٰی سے شریعت کا مطالبہ کر رہے تھے اور جب شریعت کی تکمیل ہو گئی تو حدود اللہ سے گھبرا اُٹھے اور کہنے لگے یہ احکام تو بہت سخت ہیں ہم سے ان کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔ جب وہ اپنے سرداروں کی تصدیق کے باوجود اپنے اعراض و سرکشی پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کے ایک حصہ کو اُٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا، جب انھوں نے دیکھا کہ وہ ان پر گرا چاہتا ہے تو خوف سے کانپ اُٹھے اور تعمیل احکام کا عہد کیا، لیکن کچھ ہی عرصہ بعد پھر اپنے عہد سے پھر گئے اور سرکشی و نافرمانی کرنے لگے۔

سورۂ بقر میں ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (بقر ۶۳، ۶۴)

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کیا (اور حکم دیا) کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں لکھا ہے اُسے یاد رکھو تاکہ (عذاب سے) محفوظ رہو، تو تم اس کے بعد (عہد) سے پھر گئے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم خسارہ میں پڑ گئے ہوتے

یہی واقعہ سورہ بقر کی آیت ۹۳ میں بھی مذکور ہوا ہے سورۂ نساء میں ہے۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ (نساء ۱۵۴)	اور ان سے عہد لینے کے لیے ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کھڑا کیا

اور سورۂ اعراف میں ہے

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (اعراف ۱۷۱)	اور جب ہم نے ان پر پہاڑ اٹھا کھڑا کیا گویا وہ سائبان تھا انھوں نے خیال کیا کہ وہ ان پر گرتا ہے۔ تو (ہم نے کہا کہ) جو ہم نے تمھیں دیا ہے اسے زور سے پکڑے رہو اور جو اس میں (لکھا) ہے اس پر عمل کرو تاکہ بچ جاؤ

تعجب ہے کہ قرآن کریم کی ایسی واضح تصریحات کے موجود ہونے کے باوجود مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں یہ تفسیر اختیار کی ہے کہ پہاڑ معلق نہیں کیا گیا بلکہ اس میں زلزلہ آیا اور تنا شدید آیا کہ معلوم ہوا وہ گر پڑے گا۔ یہ تعبیر یقیناً غلط ہے اور اس کی وجہ دراصل تورات کا وہ بیان ہے جس میں نتق جبل کا ذکر نہیں صرف زلزلہ کا ذکر ہے' تورات میں ہے:

"اور سارا پہاڑ زور سے ہل رہا تھا" [1]

البتہ یہاں یہ اشکال ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ طور کو سروں پر معلق کر کے تو زبردستی ایمان لانے پر مجبور کیا گیا حالانکہ دوسری جگہ یہ تصریح ہے کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (بقرہ ۲۵۶)	دین میں زبردستی نہیں

تو اس کا جواب شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اس طرح دیا ہے:

"یہ شبہ کہ پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار و اکراہ ہے جو آیہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اور نیز قاعدۂ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بنائے تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ منافی اختیار ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ در بارۂ

---

[1] خروج باب ۱۹: ۱۸

قبولِ دین ہرگز نہیں، دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کیے ہوئے تھے اور بار بار حضرت موسیٰ سے تقاضا کرتے تھے کہ کوئی کتاب متضمن احکام ہم کو لا کر دو کہ اس پر عمل کریں اور اس پر معاہدہ کر چکے تھے، جب توریت ان کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمر بستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقضِ عہد سے روکنے کے لیے تھا نہ کہ قبولِ دین کے لیے"۔[1]

احسانات الٰہی اور بنی اسرائیل کی ناسپاسی و سرکشی

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے وادیٔ سینا جہاں مصر کی غلامی سے نکل کر بنی اسرائیل نے قدم رکھا تھا ایک لق و دق بے آب و گیاہ بیابان تھا جہاں نہ پانی تھا، نہ سبزی، نہ درخت تھے نہ سایہ، اس لیے بنی اسرائیل کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے ان پر بہیم انعامات فرمائے مگر یہ ناسزا اور ناسپاس قوم ہمیشہ ناشکری اور کفرانِ نعمت ہی کرتی رہتی۔

پانی کے بارہ چشمے

اس دشت نوردی کے دوران میں جب بنی اسرائیل رفیدیم کے میدان میں پہنچے تو وہاں پینے کو کہیں پانی دستیاب نہ ہوا اور پیاس کی شدت ہوئی تو

"وہ لوگ موسیٰ پر بڑبڑانے لگے اور کہا کہ تو ہم کو اور ہمارے بچوں اور چوپایوں کو پیاسا مارنے کے لیے ہم لوگوں کو کیوں ملک مصر سے نکال لایا؟ موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا میں ان لوگوں سے کیا کروں؟ وہ سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں، خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ لوگوں کے آگے ہو کر چل اور بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے چند کو اپنے ساتھ لے لے اور جس لاٹھی سے تو نے دریا پر مارا تھا اسے اپنے ہاتھ میں لیتا جا، دیکھ میں تیرے آگے جا کر وہاں حوریب کی ایک چٹان پر کھڑا رہوں گا اور تو اس چٹان پر مارنا تو اس میں سے پانی نکلے گا کہ یہ لوگ پئیں، چنانچہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کے سامنے یہی کیا، اور اس نے اس جگہ کا نام مسّاہ اور مریبہ رکھا کیونکہ بنی اسرائیل نے وہاں جھگڑا کیا تھا اور یہ کہہ کر خداوند کا امتحان کیا کہ خداوند ہمارے بیچ میں ہے یا نہیں"۔[2]

---

[1] قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند، فائدہ سورہ بقرہ آیت ۶۳ [2] خروج باب ۱۷ ۳ تا ۷ اس کا ذکر کتاب گنتی کے باب ۲۰ کی آیات ۲ تا ۱۳ میں بھی آیا ہے ان آیات میں اس جگہ کا نام قادس بتایا گیا ہے یہیں حضرت موسیٰ کی ہمشیر مریمؑ کا انتقال ہوا

واضح رہے کہ تورات میں ان چشموں کی تعداد مذکور نہیں ہے۔ ان چشموں کی تعداد صرف قرآن کریم نے بتائی ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ (البقرہ ۶۰)	اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے (خدا سے) پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، انھوں نے لاٹھی ماری تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

سورۂ اعراف میں ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ (اعراف ۱۶۰)	اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا۔

بنی اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ تھے

مستشرقین یورپ میں جارج سیل قرآن کریم کا ایک پرانا مترجم ہے جس کا ترجمہ کافی مشہور اور مقبول ہوا۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ اپنے حاشیہ میں لکھتا ہے:

> "ایک مسیحی سیاح جو وہاں ہو آیا ہے صراحت سے بیان کرتا ہے کہ چٹان سے پانی بارہ مقامات سے نکلا تھا"۔

اور ایک دوسرے سیاح کا مشاہدہ اس طرح نقل کرتا ہے:

> "چٹان میں اس وقت بھی چوبیس سوراخ موجود ہیں، بارہ ایک پہلو میں، اور بارہ ان کے مقابل جانب"

یہ شہادتیں سترھویں اور اٹھارھویں صدی کی تھیں، انیسویں صدی کی ایک شہادت بیان کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

> "انیسویں صدی میں دنیائے مسیحیت کے ایک اور ممتاز رکن پادری ڈین اسٹینلی

(Dean Stanley) ہوئے ہیں صدی کے وسط میں ارض توراۃ کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لیے بنفس نفیس سفر کیا اور اپنے مشاہدات اور تحقیقات کو ایک مستقل تصنیف (Sinai and Palestine) کے نام سے شائع کیا، قرآن کی نہیں بائبل کی تائید و نصرت میں اس میں اس چٹان کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

"یہ چٹان دس اور پندرہ فٹ کے درمیان بلند ہے آگے کی طرف ذرا خمیدہ ہے راس سفسفہ کے قریب لیجا LEIA کی وسیع وادی میں واقع ہے شگاف اور رخنے جابجا پڑے ہوئے ہیں، کچھ مٹے ہوئے ہیں کچھ بڑے ہیں کچھ چھوٹے گنتی میں اگر سب کو لیا جائے تو بیس ہوتے ہیں اور اگر بعض کو چھوڑ دیا جائے تو دس سب سے پہلے قرآن نے حتمی طور پر بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے بارہ چشموں کی تعداد بیان کی ہے یہ اشارہ انھی شگافوں کی طرف ہے" (صفحہ ۳۶، ۳۷)

صدی دو صدی نہیں ۳۳، ۳۴ صدیاں گذر جانے کے بعد اگر شگافوں کے دو دو یہ نشان بجائے ۲۴ کے ۲۰ یا ایک ردیہ نشان بجائے ۱۲ کے ۱۰ رہ گئے ہوں، یا دیکھنے والے کو اتنے ہی نظر آتے ہوں تو یہ بیان قرآن کی عین تائید و توثیق ہی ہوئی"[1]

بادل کا سایہ بیابان سینا میں سخت گرمی ہوتی ہے بنی اسرائیل کے خیمے بھی پھٹ گئے تھے اس لیے اندر اور باہر دھوپ سے بچاؤ کی صورت نہ تھی، وہ تمازت آفتاب سے گھبرا کر حضرت موسیٰ کے پاس پہنچے، آپ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی لشکرگاہ پر بادل کا سایہ کردیا یہ بادل سایہ کا بھی کام کرتا تھا اور اس بیابان بے راہ و بے نشان میں بنی اسرائیل کی رہنمائی کا کام بھی کرتا تھا اور رات کو اس سے روشنی نکلتی تھی، یہ اللہ تعالیٰ کا ایک واضح اور بین نشان اور بنی اسرائیل پر ایک زبردست انعام تھا، سورہ اعراف میں ہے،

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ (اعراف ۱۶۰) | اور ہم نے ان پر بادل کو سائبان بنائے رکھا۔

---

[1] ملخص از "مسائل قصص" از مولانا عبدالماجد دریابادی صفحہ ۲۰ تا ۲۷

اور سورۂ بقرہ میں خود بنی اسرائیل کو اپنے انعامات یاد دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (بقرہ ۵۷) | اور تم پر بادل کا سایہ کیے رکھا۔

توراۃ میں ہے:

"اور بنی اسرائیل کے سارے سفر میں یہ ہوتا رہا کہ جب وہ ابر مسکن کے اوپر سے اُٹھ جاتا تو وہ آگے بڑھتے اور اگر وہ ابر نہ اٹھتا تو وہ اس دن سفر نہیں کرتے تھے جب تک وہ اٹھ نہ جاتا کیونکہ خداوند کا ابر اسرائیل کے سارے گھرانے کے سامنے اور ان کے سارے سفر میں دن کے وقت تو مسکن کے اوپر ٹھہرا رہتا اور رات کو اس میں آگ رہتی تھی" [۱]

سفر استثنا میں ہے کہ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے اس احسان الٰہی کا تذکرہ کر کے قوم کو اس کی سرکشی اور احسان ناشناسی یاد دلا رہے ہیں:

"اور بیابان میں بھی تو نے یہی دیکھا کہ جس طرح انسان اپنے بیٹے کو اٹھائے ہوئے چلتا ہے اسی طرح خداوند تیرا خدا اس جگہ پہنچنے تک سارے راستہ جہاں جہاں تم گئے تم کو اٹھائے رہا، تو بھی اس بات میں تم نے خداوند اپنے خدا کا یقین نہ کیا جو راہ میں تم سے آگے آگے تمہارے واسطے ڈیرے ڈالنے کی جگہ تلاش کرنے کے لیے رات کو آگ میں اور دن کو ابر میں ہو کر چلا تا کہ تم کو وہ راستہ دکھائے جس سے تم چلو" [۲]

منّ و سلویٰ

اس دشت نوردی کے دوران میں جب بنی اسرائیل سین کے بیابان میں پہنچے جو ایلیم اور سینا کے درمیان واقع تھا تو بنی اسرائیل کے پاس کھانے کا سامان ختم ہو گیا اور توراۃ کا بیان ہے کہ

"بنی اسرائیل کی ساری جماعت موسیٰ اور ہارون پر بڑبڑانے لگی اور بنی اسرائیل کہنے لگے کہ کاش کہ ہم خداوند کے ہاتھ سے ملک مصر میں جب ہی مار دیے جاتے جب ہم گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھ کر دل بھر کر روٹی کھاتے تھے کیونکہ تم تو ہم کو اس بیابان میں اسی لیے

---

[۱] خروج باب ۴۰: ۳۶ تا ۳۸ [۲] سفر استثناء باب ۱: ۳۱ تا ۳۳۔

لے آئے ہو کہ سارے مجمع کو بھوکا مارو"۔ [1]

حضرت موسٰیؑ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے منّ اور سلویٰ نازل فرمایا۔ منّ [2] ایک قسم کا گوند تھا جو ایک قسم کی جھاڑی سے خارج ہوتا تھا اور صبح کے وقت اس کے چھوٹے چھوٹے گول گول دانے جمے ہوئے ملتے تھے اور جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو پگھل جاتے تھے (خروج باب ۱۶، ۴، ۱۵، اور ۲۱) اور سلوی بٹیریں تھیں جو نہایت کثیر مقدار میں خیمہ گاہ کے پاس جمع ہو جاتی تھیں اور بنی اسرائیل حسب خواہش ان کو پکڑ کر ان کا گوشت بھون کر کھایا کرتے اور منّ روٹی کا کام دیتا، یہ نہایت لذیذ اور شیریں تھا۔ توراۃ میں ہے،

"اور بنی اسرائیل نے اس کا نام منّ رکھا اور وہ دھنیے کے بیج کی طرح سفید اور اس کا مزہ شہد کے بنے ہوئے پوئے کی طرح تھا۔ [3]

اس سلسلہ میں حضرت موسٰیؑ نے بنی اسرائیل کو واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچا دیا تھا کہ

"یہ لوگ نکل نکل کر فقط ایک ایک دن کا حصہ ہر روز بٹور لیا کریں کہ اس سے میں ان کی آزمائش کروں گا"۔ [4]

اور

"موسٰیؑ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ کوئی اس میں سے کچھ صبح تک باقی نہ چھوڑے"۔ [5]

---

[1] خروج باب ۱۶ ـ ۳۔ [2] ۱۹۲۳ء میں ماہرین کی ایک جماعت نے جو وادی سینا میں کام کر رہی تھی دریافت کیا کہ اب بھی وہاں جھاؤ کی قسم کی ایک جھاڑی TAMAR SK ہوتی ہے جس سے سفید رنگ کا ایک مادہ خارج ہوتا ہے جو جم جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے یہ منّ ہے جس کا ذکر توراۃ اور قرآن میں ہوا ہے۔ اس پودے پر جب ایک خاص قسم کے کیڑوں کا حملہ ہوتا ہے تو یہ مادہ کثرت سے خارج ہوتا ہے اور جم جاتا ہے کیلر (Keller) نے اپنی نادر تالیف "بائبل بطور تاریخ کے" (The Bible as History) میں جو اکتوبر ۱۹۵۶ء میں امریکہ کے ولیم مورو اینڈ کمپنی William Marrow & Co. نے شائع کی ہے بتایا ہے کہ اس منجمد ہو جانے والے خارج شدہ مادہ میں رنگ شکل اور مزہ کی وہ تمام خصوصیات اور کیفیات پائی جاتی ہیں جو توراۃ نے منّ کے سلسلہ میں بیان کی ہیں۔ [3] خروج باب ۱۶ ـ ۳۱ [4] ایضاً باب ۱۶ ـ ۴ [5] ایضاً باب ۱۶ ـ ۱۹

اور یہ کہ چھٹے دن وہ دو دن کا کھانا جمع کرلیں تاکہ سبت کے دن کوئی باہر نہ نکلے۔

قرآن کریم میں ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ (طٰہٰ ۸۰، ۸۱)	اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا (اور حکم دیا کہ) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس میں حد سے نہ نکلنا ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔

مگر چند ہی دن بعد حرص وہوس نے بنی اسرائیل کو نافرمانی پر آمادہ کردیا اور انھوں نے من وسلویٰ جمع کرنا شروع کیا اور سبت کے دن بھی اس سے باز نہ آئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو جمع کیا تھا

"اس میں کیڑے پڑ گئے اور وہ سڑ گیا" [۱] *

اور:

"خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تم لوگ کب تک میرے حکموں اور شریعت کے ماننے سے انکار کرتے رہوگے" [۲]

قرآن کریم میں بھی ان کی اس نافرمانی کا تذکرہ ہے سورۂ بقرہ اور سورۂ اعراف میں ہے۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (بقرہ ۵۷ — اعراف ۱۶۰)	اور (نافرمانی کرکے) انھوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے

توراۃ میں تصریح ہے کہ

"بنی اسرائیل جب تک آباد ملک میں نہ آئے یعنی چالیس برس تک من کھاتے رہے الغرض جب تک کہ وہ ملک کنعان کی حدود تک نہ آئے من کھاتے رہے" [۳]

کفرانِ نعمت اور سبزیوں اور ترکاریوں کا مطالبہ

اور ناسپاسی و نافرمانی صرف یہیں تک آکر ختم نہیں ہوئی بلکہ کفرانِ نعمت کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ کچھ عرصہ بعد اس عطیۂ الٰہی سے اکتا گئے اور اس کی قدر نہ جانی اور حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ

---

[۱] خروج باب ۱۶: ۲۰ * صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے گوشت نہ سڑا کرتا۔ [۲] خروج باب ۱۶: ۲۸ [۳] ایضاً باب ۱۶: ۳۵

ہم سے ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں ہوتا ہمیں تو اناج، سبزی، دال اور لہسن و پیاز چاہیئے ان پاکیزہ اور لطیف غذاؤں کی ہمیں ضرورت نہیں۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَاؕ

(بقر ۶۱)

اور جب تم نے (موسیٰؑ سے) کہا کہ موسیٰ! ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا تو اپنے پروردگار سے دعا کیجیے کہ ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ) جو نباتات زمین سے اگتی ہیں ہمارے لیے پیدا کر دے۔

حضرت موسیٰؑ ان کے اس کفرانِ نعمت پر برہم ہوئے اور فرمایا۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْؕ

(بقر-۶۱)

(موسیٰؑ نے) کہا کیا تم بہتر چیزیں چھوڑ کر ادنیٰ (اور ناقص) چیزیں لینا چاہتے ہو (اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں تو) کسی شہر میں اتر جاؤ وہاں جو تم مانگتے ہو تم کو مل جائے گا۔

اور بالآخر یہی ہوا۔

واقعہ فلسطین اور جہاد کا حکم اور بنی اسرائیل کا اعراض و انکار

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے آبائی وطن بابل سے ہجرت کر کے فلسطین آئے تھے اور توراۃ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ یہ ملک میں تجھے اور تیری اولاد کو دوں گا اور پھر حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ سے بھی یہی وعدہ کیا گیا حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل بھی مصر میں آکر آباد ہو گئے تھے جہاں حسب بیان توراۃ وہ چار سو تیس سال مقیم رہے تا آنکہ حضرت موسیٰؑ نے ان کو غلامی سے نجات دلائی اب وقت آگیا تھا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو۔ اس وقت سرزمین شام میں عمالقہ کی حکومت تھی جو نہایت قدآور، طاقتور، جبار اور سرکش لوگ تھے توراۃ کا بیان ہے کہ نزول توراۃ و احکام شریعت کے وقت ہی بنی اسرائیل کو فلسطین کی طرف

روانگی کا حکم ہوا تھا (خروج باب ۳۳ ا تا ۶) بنی اسرائیل جب اپنی بادیہ نوردی کے دوران میں قادس برنیع پہنچے تو حضرت موسیٰؑ نے حسب حکم الٰہی بنی اسرائیل کے ہر قبیلہ سے اس کا سردار منتخب کیا اور ان بارہ منتخب سرداروں کو ملک کنعان کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا' ان لوگوں نے دشت صین سے رحوب تک ملک کو اچھی طرح دیکھا بھالا اور حبرون تک گئے جہاں اس وقت بنی عناق آباد تھے چالیس دن کے بعد وہ وہاں کے حالات دریافت کر کے واپس لوٹے اور وہاں سے وہ اپنے ساتھ کچھ میوے اور پھل بھی بنی اسرائیل کو دکھانے کے لیے لیتے آئے (گنتی باب ۱۳ ا تا ۲۶) لوٹ کر انھوں نے اس ملک کی بہت تعریف کی اور کہا

"واقعی دودھ اور شہد اس میں بہتا ہے لیکن جو لوگ وہاں بسے ہوئے ہیں وہ زور آور ہیں اور ان کے شہر بڑے بڑے فصیلدار ہیں"۔ ؎۱

حضرت کالب بن یفنہ اور حضرت یوشع بن نون نے جو اس وفد میں شامل تھے اس ڈر سے کہ کہیں بنی اسرائیل خوف زدہ ہو کر بددل نہ ہو جائیں ان کو خاموش کرانے کی کوشش کی اور رائے دی کہ ایک دم حملہ کر کے تصرف کر لینا چاہیے مگر باقی سرداروں نے ان کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ

"ہم اس لائق نہیں ہیں کہ ان لوگوں پر حملہ کریں کیونکہ وہ ہم سے زیادہ زور آور ہیں" ؎۲

اور انھوں نے بنی اسرائیل سے ان کی زور آوری کا حال نہایت بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور ان کو پوری طرح ڈرا دیا' اس پر بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کے پاس آ کر کہنے لگے

"ہائے کاش ہم مصر ہی میں مر جاتے' یا کاش اس بیابان ہی میں مرتے' خداوند کیوں ہم کو اس ملک میں لے جا کر تلوار سے قتل کرانا چاہتا ہے" ؎۳

ان کے اس اعراض و سرکشی کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ سمجھ گئے کہ اب ضرور کوئی غضب الٰہی نازل ہو گا اور پوری جماعت کے سامنے آپ دونوں سجدے میں گر پڑے' ادھر

؎۱ گنتی باب ۱۳ ۲۸ ؎۲ گنتی باب ۱۳ ۳۱ ؎۳ گنتی باب ۱۴ ۲

حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یفنہ اپنے کپڑے پھاڑ کر بنی اسرائیل کے سامنے آئے اور ان کو اس معصیت و نافرمانی سے روکنے اور جہاد پر آمادہ کرنے کی سخت کوشش کی اور ملک شام کی بڑی تعریفیں بیان کیں لیکن توراۃ کے لفظوں میں بنی اسرائیل پر اس کا اثر ہوا بھی تو صرف یہ کہ "تب ساری جماعت بول اٹھی کہ ان کو سنگسار کر دو"۔[1]

قرآن کریم میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۞ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۞ (مائدہ ۲۰، ۲۱)	اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو! تم پر خدا نے جو احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں اتنا کچھ عنایت کیا کہ اہل عالم میں سے کسی کو نہیں دیا، تو بھائیو، تم ارض مقدس (شام) میں جسے خدا نے تمہارے لیے لکھ رکھا ہے داخل ہو اور (دیکھنا مقابلے کے وقت) پیٹھ پھیر کر نہ لوٹنا ورنہ نقصان میں جا پڑو گے۔

بنی اسرائیل نے جواب دیا:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۞ (مائدہ ۲۲)	وہ کہنے لگے کہ موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ (رہتے) ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں نہیں جا سکتے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جا داخل ہوں گے۔

اس پر حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یفنہ نے بنی اسرائیل کی ہمت بندھائی اور ان کو ترغیب دلانے کی کوشش کی، انھوں نے قوم کو مخاطب کر کے کہا:

---

[1] گنتی باب ۱۴: ۱۰

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(مائدہ ۲۳)

جو لوگ (خدا سے) ڈرتے تھے ان میں سے دو شخص جن پر خدا کی عنایت تھی کہنے لگے کہ ان لوگوں پر دروازے کے راستے سے حملہ کر دو۔ جب تم دروازہ میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہے اور خدا ہی پہ بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو۔

لیکن قوم نے سخت تمرد و طغیان اور گستاخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○

(مائدہ ۲۴)

وہ بولے کہ موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے (اگر لڑنا ہی ہے) تو تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔

عتاب الٰہی اور چالیس سال تک بنی اسرائیل پر فلسطین کا داخلہ بند

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی اس گستاخی، نافرمانی اور سرکشی کو دیکھ کر سخت دلگیر ہوئے اور آپ نے دعا فرمائی:

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○

(مائدہ ۲۵)

موسیٰ نے (خدا سے) التجا کی کہ پروردگار میں اپنے اور اپنے بھائی کے علاوہ اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے۔

حضرت موسیٰ نے دعا میں اپنے اور ہارون علیہ السلام کے علاوہ کہ وہ بھی نبی معصوم تھے اور کسی کا ذکر نہیں کیا، حضرت یوشع اور حضرت کالب بھی تبعاً دونوں کے ساتھ آ گئے۔

اس پر عتاب الٰہی نازل ہوا، تورات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی "حیات اور اپنے جلال کی قسم کھا کر (گنتی باب ۱۴، ۲۱ اور ۲۸) کہا،

"ان لوگوں میں سے جو مصر سے نکل کر آئے ہیں بیس برس اور اس سے اوپر اوپر کی عمر کا کوئی شخص اس ملک کو نہیں دیکھنے پائے گا جس کے دینے کی قسم میں نے ابرہامؑ اور اضحاقؑ اور یعقوبؑ سے کھائی کیونکہ انھوں نے میری پوری پیروی نہیں کی مگر یفنہؔ قنزی کا بیٹا کالبؔ اور نونؔ کا بیٹا یشوعؑ اسے دیکھیں گے کیونکہ انھوں نے خداوند کی پوری پیروی کی ہے، سو خداوند کا قہر اسرائیل پر بھڑکا اور اس نے ان کو بیابان میں چالیس برس تک آوارہ پھرایا جب تک کہ اس پشت کے سب لوگ جنھوں نے خداوند کے روبرو گناہ کیا تھا نابود نہ ہو گئے" [1]

اس کے علاوہ وبا پھیلی اور بنی اسرائیل کے قبیلوں کے وہ سب سردار جو فلسطین کو دیکھنے کے لیے بھیجے گئے تھے اور جنھوں نے واپس لوٹ کر عمالقہ کی طاقت اور زور آوری کے قصے سنا کر بنی اسرائیل کو جہاد سے بددل اور خوف زدہ کر دیا تھا، سب سوائے حضرت یوشعؑ اور حضرت کالبؔ کے مر گئے، توراۃ میں ہے:

"سو وہ آدمی جنھوں نے ملک کی بری خبر دی تھی خداوند کے سامنے وبا سے مر گئے، پر جو آدمی اس ملک کا حال دریافت کرنے گئے تھے ان میں سے نون کا بیٹا یشوعؑ اور یفنہؔ کا بیٹا کالب دونوں جیتے بچے" [2]

اور اس طرح حضرت موسیٰؑ کی وہ دعا جو قرآن میں مذکور ہے اور جو آپ نے اپنی اور ان کی جدائی کے لیے مانگی تھی پوری ہوئی،

بنی اسرائیل کی اس سزا کا ذکر قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے، حضرت موسیٰؑ کی دعا پر

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (مائدہ - ۲۶)	(خدا نے) فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک حرام کر دیا گیا (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور اسی بیابان کی) زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو ان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔

بنی اسرائیل کی چہل سالہ دشت نوردی اور اس دوران کے چند اہم واقعات | یوں تو بنی اسرائیل

[1] گنتی باب ۳۲ ۱۱ تا ۱۳ اس سلسلہ کی مزید تفصیلات کے لیے کتاب گنتی کا باب ۱۳، ۱۴ اور کتاب استثنا کے باب ۱ کی آیات ۲۰ تا ۴۰ قابل مراجعت ہیں [2] گنتی باب ۱۴ ۳۷، ۳۸

بنی اسرائیل کی دشت نوردی کے بعض اہم مقامات اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی جائے وفات

THE GREAT SEA (MEDITERRANEAN SEA)

EGYPT

ARABIAN DESERTA

SCALE (ENGLISH MILES)

[1] کوہ سینا (تجلی الٰہی)، [2] رفیدیم (ضربِ موسوی سے چٹان سے بارہ چشمے جاری ہوئے)، [3] قادس (بیابان صین)، من و سلویٰ نازل ہوا، بنی اسرائیل نے یہیں جہاد کے حکم سے انحراف کیا اور پھر ۴۰ سال سزا دشت نوردی کی، قارون کا واقعہ یہیں پیش آیا، حضرت موسیٰؑ کی ہمشیرہ جناب مریم کا یہاں وصال ہوا، [4] کوہ ہور (حضرت ہارونؑ کا وصال ہوا)، [5] شطیم (مدیانیوں سے جنگ ہوئی)، کوہ نبو، کوہ ابایم، کوہ پسگہ، بیت فغور (حضرت موسیٰؑ کا وصال ہوا) ـــ ـــ خروج اور دشت نوردی کا راستہ ؛

حوالہ صفحہ نمبر ۲۴۲

جزیرہ نمائے سینا

حوالہ صفحہ نمبر ۲۳۲

کی اس چہل سالہ دشت نوردی و بادیہ گردی کے حالات توراۃ کی چار کتابوں یعنی خروج، احبار، گنتی اور استثنا سب میں پھیلے ہوئے ہیں مگر مجموعی طور پر ان کے اس سفر کی منزلوں کا تذکرہ کتاب گنتی کے باب ۳۳ میں ہوا ہے اور مختصر حالات کتاب استثناء کے باب ۱، ۲ اور ۳ میں ملتے ہیں۔ ہم توراۃ کے مختلف مقامات سے اس دوران کے اہم واقعات کو اخذ کر کے ذیل میں ملخصاً پیش کرتے ہیں:

بنی اسرائیل اپنی تقویم کے پہلے مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں مصر کے دارالخلافہ رعمسیس سے روانہ ہوئے تھے۔ یہاں سے سکات پہنچ کر قیام کیا اور وہاں سے ایتام آئے جو بیابان سے ملحق واقع تھا، یہاں سے مڑ کر فی ہخیروت جو بعل صفون کے مقابل تھا پہنچے اور مجدال میں قیام کیا، اور یہاں سے بحر قلزم کو عبور کر کے دشت سینا[1] میں قدم رکھا اور دشت ایتام میں تین دن سفر کر کے مارہ ہوتے ہوئے ایلیم میں آ کر مقیم ہوئے (کتاب گنتی باب ۳۳ ا تا ۱۰)

دشت سینا میں بنی اسرائیل کی مردم شماری

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے (۱) روبن (۲) شمعون (۳) لاوی (۴) یہوداہ (۵) اشکار (۶) زبلون (۷) جد (۸) آشر (۹) دان (۱۰) نفتالی (۱۱) حضرت یوسف علیہ السلام اور (۱۲) بن یمین۔ آگے بڑھ کر ان ہی بیٹوں سے بڑے بڑے خاندان بن گئے اور یہ خاندان پھر زبردست قبیلے بن گئے۔ بنی اسرائیل ان ہی بارہ قبیلوں پر مشتمل تھے۔ ان بارہ قبیلوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ (اعراف ۱۶۰)	اور ہم نے ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) الگ الگ بارہ قبیلے (اور) بڑی بڑی جماعتیں بنا دیا۔

خروج مصر کے دوسرے سال کے پہلے مہینہ میں جب بنی اسرائیل بیابان سینا میں مقیم تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے حکم سے ان کی مردم شماری کی گئی ان بارہ قبیلوں کے سرداروں کو یہ کام تفویض کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ بیس سال اور اس سے اوپر کی عمر کے جتنے اسرائیلی جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کا شمار

[1] دشت سینا کو توراۃ کی زبان میں حورب بھی کہتے ہیں۔

کرلیا جائے اُس کے اعداد و شمار یہ ہیں۔

نمبر شمار	نام قبیلہ	اعداد مردم شماری	حوالہ
۱	بنی روبن	۴۶,۵۰۰	گنتی باب ۱ ۲۱
۲	بنی شمعون	۵۹,۳۰۰	〃 〃 ۲۳
۳	بنی جد	۴۵,۶۵۰	〃 〃 ۲۵
۴	بنی یہوداہ	۷۴,۶۰۰	〃 〃 ۲۷
۵	بنی اشکار	۵۴,۴۰۰	〃 〃 ۲۹
۶	بنی زبولون	۵۷,۴۰۰	〃 〃 ۳۱
۷	بنی یوسف (الف) بنی منسی	۳۲,۲۰۰	〃 〃 ۳۵
	(ب) بنی افرائیم	۴۰,۵۰۰ (میزان ۷۲,۷۰۰)	〃 〃 ۳۳
۸	بنی بن یمین	۳۵,۴۰۰	〃 〃 ۳۷
۹	بنی دان	۶۲,۷۰۰	〃 〃 ۳۹
۱۰	بنی آشر	۴۱,۵۰۰	〃 〃 ۴۱
۱۱	بنی نفتالی	۵۳,۴۰۰	〃 〃 ۴۳
	کل تعداد	۶,۰۳,۵۵۰	〃 〃 ۴۶

یہ گیارہ قبیلے ہوئے بارھواں قبیلہ بنی لاوی کا تھا جس سے خود حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا تعلق تھا، یہ قبیلہ اس مردم شماری میں شامل نہیں تھا، بنی لاوی کی مردم شماری علیحدہ ہوئی اور ان میں ایک مہینہ اور اس سے اوپر کی عمر کے سب افراد شمار کیے گئے ان کی تعداد ۲۲۰۰۰ تھی (گنتی باب ۳ ۳۹) اس تعداد کو بھی اگر دوسرے قبیلوں کی تعداد کے ساتھ شامل کرلیا جائے تو اس وقت بنی اسرائیل کی مجموعی تعداد ۶,۲۵,۵۵۰ ہوگی۔

رفیدیم (قادس برنیع) میں قیام، عمالقہ سے جھڑپ اور دوسرے واقعات

بیابانِ سینا (حورب) سے چل کر ایک ہولناک بیابان سے ہوتے ہوئے بنی اسرائیل قادس (KADESH) پہنچے جو بیابان صین (ZIN) میں واقع تھا اور رفیدیم میں مقیم ہوئے (استثناء باب ۱۹) یہ وہی مقام ہے جہاں ضربِ موسوی سے ٹھوس چٹان سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے (خروج باب ۱۷ تا ۷) اسی بیابان صین میں من وسلویٰ نازل ہونا شروع ہوا

یہ علاقہ اموریوں کے کوہستانی ملک کی سرحد پر واقع تھا، یہاں کے دورانِ قیام میں عمالقہ نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا، حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت حضرت یشوع بن نون کی سرکردگی میں مقابلہ کے لیے روانہ کی اور آپ خود حضرت ہارونؑ اور حور کی معیت میں اپنا عصا ہاتھ میں اٹھا کر پہاڑ پر کھڑے ہو گئے، جب تک عصا بلند رہتا بنی اسرائیل غالب رہتے اور جب آپ عصا لٹکا لیتے تو عمالقہ غالب آنے لگتے، یہاں تک کہ عصا اٹھائے اٹھائے آپ کے ہاتھ تھک گئے اور حضرت ہارونؑ اور حور نے سہارا دے کر آپ کے ہاتھ کو بلند رکھا اور بالآخر حضرت یشوع نے عمالقہ کو شکست دے کر بھگا دیا (خروج باب ۱۷ ۸ تا ۱۶)

یہیں سے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں پر مشتمل ایک وفد فلسطین کے حالات دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا تھا، اس وفد کی واپسی پر جب وہاں کے لوگوں کی زور آوری اور طاقت کا حال سن کر بنی اسرائیل نے حکمِ جہاد کی تعمیل سے انکار کر دیا اور اس سرکشی کی سزا میں جب چالیس سال تک کے لیے ملک شام میں داخلہ ان پر حرام کر دیا گیا تو ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ عمالقہ سے مقابلہ کرنے کے لیے پہاڑ پر چڑھ گئے، حضرت موسیٰ نے اب یہ کہہ کر ان کو منع کیا کہ حکمِ الٰہی تمھارے حق میں صادر ہو چکا ہے اور اب مقابلہ سے کوئی فائدہ نہیں، چونکہ تمھاری نافرمانی کی وجہ سے تائیدِ ایزدی اب تمھارے شاملِ حال نہیں ہے، پھر بھی وہ "شوخی اور شرارت" سے پہاڑ پر چڑھ گئے مگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ لشکرگاہ سے باہر نہ نکلے، پہاڑ پر جو عمالقہ اور کنعانی رہتے تھے، انھوں نے نکل کر مقابلہ کیا اور بنی اسرائیل کو شکست فاش دی (گنتی باب ۱۴ ۴۰ تا ۴۵) اور ان کو مار کر

شعیر سے حرمہ تک پہنچا دیا (استثناء باب ۱ ۴۴) اس ہزیمت کے بعد بنی اسرائیل ایک طویل عرصہ تک قادس ہی میں مقیم رہے (استثناء باب ۱ ۴۶) یہاں حضرت موسیٰ کی ہمشیر جناب مریم کا انتقال ہوا (باب ۲۰ او

کوہ شعیر کے متصل ملک ادوم کی سرحد پر قیام

پھر لوٹ کر بنی اسرائیل نے قلزم کی راہ اختیار کی اور کوہ شعیر کے دامن سے گذرتے ہوئے شمال کی طرف مڑے اور ادوم کے ملک کی سرحد پر قیام کیا جو شعیر میں رہتے تھے، یہ علاقہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کے بھائی حضرت عیسو ادوم اور ان کی اولاد کو دیا تھا اس لیے بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی ادومیوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کریں حتیٰ کہ وہاں اپنے کھانے پینے کا سامان بھی مول لیکر استعمال کریں یہاں سے بنی اسرائیل میدان کی راہ سے ایلات اور عصیون جابر ہوتے ہوئے گذرے (استثناء باب ۲ اور پھر کوہ ہور کے پاس قیام کیا یہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال ہوا (گنتی باب ۲۰ ۲۸)

میدان مواب میں قیام اور مآبیوں سے جنگ

یہاں سے چل کر بنی اسرائیل مواب میدان میں پہنچے اور وہاں مقیم ہو گئے بنی لوطؑ کی میراث تھی ان لوگوں سے بھی کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کا حکم ہوا (استثناء باب ۲ ۹) مواب حضرت لوطؑ کے بڑے بیٹے کا نام تھا یہاں ان ہی کی نسل آباد تھی۔

مواب کے میدان میں بمقام شطیم جب بنی اسرائیل مقیم تھے تو مدیانی شرارت پر آمادہ ہوے انھیں بنی اسرائیل سے اپنے ملک کے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور اس کے پیش نظر ان کی کوشش تھی کہ کسی طرح ان کے اتحاد اور قوت کو صدمہ پہنچائیں تاکہ یہ متفرق ہو کر کمزور ہو جائیں اور ان سے خطرہ باقی نہ رہے لیکن جب وہ خود بنی اسرائیل کا مقابلہ نہ کر سکے تو مدین کی نازنین دوشیزاؤں نے نکل کر یہ کام دوسری طرح انجام دیا اور بنی اسرائیل کے نوجوانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس کر حرامکاری اور بعل فغور کی پوجا پر مجبور کر دیا، یہ حیا سوز لعنت اس حد تک بڑھی کہ ایک اسرائیلی زمری بن سلو کا جو بنی شمعون سے تھا پوری جماعت کے سامنے ایک مدیانی عورت کزبی بنت صور کو لایا اور اس کے ساتھ مصروف معصیت ہوا۔ بالآخر حضرت ہارونؑ کے پوتے فنیحاس بن الیعزر نے اٹھ کر ان دونوں کو قتل کر دیا جو

خروج کا راستہ

بحر روم

کنعان

یروشلم

حبرون

بصریٰ

سکات

ایتام

قاہرہ

جبل صفون

جزیرہ نمائے سینا

ایلات (عقبہ)

رفیدم

کوہ حورب

بحر قلزم

حوالہ صفحہ نمبر ۲۴۶

بنی اسرائیل کے قبیلوں میں فلسطین کی علاقائی تقسیم

THE GREAT SEA

صیداہ

دریائے یردن

صور

قادس

بنی آشر
ASHER

بنی زبولون
ZEBULON

بنی نفتالی
NEPHTHALI

بشن

بنی منسی (نصف قبیلہ)
MANASSEH

جلعاد

بنی اشکار
ISSACHAR

MANASSEH
بنی منسی (نصف قبیلہ)

EPHRAIM
بنی افرائیم

کوہ جلعاد

دان
بنی دان
DAN

BENJAMIN
بنی بنیمین

اریحا

شلیم

یروشلم

بیت لحم

حسبون

بیت فغور

REUBEN
بنی روبن

بنی یہوداہ
JUDAH

حبرون

بیرسبع

بنی شمعون
SIMEON

SCALE
ENG. MILES
10 5 0 10 20 30

حوالہ صفحہ نمبر ۳۱۷-

بنی اسرائیل بعل فغور کی پرستش میں مبتلا ہو کر شرک کے مرتکب ہوئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر وباء کی صورت میں نازل ہوا جس سے چوبیس ہزار آدمی مر گئے (گنتی باب ۲۵ آیا ۱۸)

بالآخر حضرت موسیٰ نے اس فتنہ کے انسداد کے لیے بنی اسرائیل کو مدیانیوں سے جہاد کا حکم دیا اور ہر قبیلہ سے ایک ایک ہزار آدمی منتخب کر کے بارہ ہزار کا ایک دستہ مدیانیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا، جنگ میں بنی اسرائیل کی فتح ہوئی، تمام مدیانی مرد تہ تیغ کر دیے گئے اور ان کے ساتھ مدیان کے پانچ حکمران عوی، رقم، صور، حور اور ربع بھی مقتول ہوئے اور مدین کی عورتیں اسیر ہو گئیں، بعد میں ان میں سے شادی شدہ عورتیں حضرت موسیٰ کے حکم سے قتل کر دی گئیں اس جنگ میں بہت مال غنیمت اور بڑی تعداد میں چوپائے اور مویشی بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے (گنتی باب ۳۱)

اب یہاں سے بڑھ کر بنی اسرائیل نے وادی زرد کو پار کیا (استثناء باب ۲ آیا ۱۴)

اریحا کے مقابل موآب کے میدان میں بنی اسرائیل کی دوبارہ مردم شماری

قادس برنیع سے روانہ ہونے کے وقت سے لیکر وادی زرد کو پار کرنے تک بنی اسرائیل کو دشت نوردی کرتے کرتے اڑتیس سال کی مدت گزر چکی تھی اور اس دوران میں مصر سے روانہ ہو کر وادی سینا میں داخل ہونیوالی اسرائیلی پشت کے وہ تمام قابل جنگ مرد (سوائے حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یفنہ کے) جنھوں نے داخلہ فلسطین کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی، مر چکے تھے اور اب نئی پشت نے بڑھ کر ان کی جگہ لے لی تھی۔ جس وقت یہ لوگ وبا کی مصیبت سے نجات حاصل کر کے دریائے یردن کے ساحل پر اریحا (یا توراۃ کی زبان میں یریحو) کے مقابل مواب کے میدانوں میں مقیم تھے حضرت موسیٰ کے حکم سے ان کی دوبارہ مردم شماری کی گئی۔ اس دفعہ یہ خدمت حضرت ہارونؑ کے فرزند الیعزر کے سپرد ہوئی۔ اس وقت بنی اسرائیل کے مختلف قبایل کی تعداد یہ تھی۔

(صفحہ ۲۴۸ پر ملاحظہ ہو)

نمبر شمار	نام قبیلہ		تعداد		حوالہ
۱	بنی روبن		۴۳,۷۳۰		گنتی باب ۲۶، ۷
۲	بنی شمعون		۲۲,۲۰۰		″ ″ ۱۴
۳	بنی جد		۴۰,۵۰۰		″ ″ ۱۸
۴	بنی یہوداہ		۷۶,۵۰۰		″ ″ ۲۲
۵	بنی اشکار		۶۴,۳۰۰		″ ″ ۲۵
۶	بنی زبولون		۶۰,۵۰۰		″ ″ ۲۷
۷	بنی یوسف	بنی منسی	۵۲,۷۰۰	۸۵,۲۰۰	″ ″ ۳۴
		بنی افرائیم	۳۲,۵۰۰		″ ″ ۳۷
۸	بنی بن یمین		۴۵,۶۰۰		″ ″ ۴۱
۹	بنی دان		۶۴,۴۰۰		″ ″ ۴۳
۱۰	بنی آشر		۵۳,۴۰۰		″ ″ ۴۷
۱۱	بنی نفتالی		۴۵,۴۰۰		″ ″ ۵۰
	کل تعداد		۶,۰۱,۷۳۰		″ ″ ۵۱

پہلے کی طرح اس دفعہ بھی بنی لاوی اس مردم شماری میں شامل نہیں تھے، چونکہ ان کو
بنی اسرائیل کے ساتھ میراث نہیں ملی، اس مرتبہ بھی ان کی مردم شماری علیحدہ ہوئی، ایک مہینہ اور
اس سے زیادہ عمر کے سب افراد ملا کر اس قبیلہ کے لوگوں کی مجموعی تعداد ۲۳,۰۰۰ تھی (گنتی باب ۲۶
یہ بنی اسرائیل کا بارھواں قبیلہ تھا اس لیے اگر ان کو بھی باقی لوگوں میں شامل کر لیا جائے تو اس وقت
بنی اسرائیل کی کل تعداد ۶,۲۴,۷۳۰ تھی۔

اموریوں سے مقابلہ اور حسبون کی فتح اب بنی اسرائیل آگے بڑھے اور بنی عمون کے

کے قریب پہنچے، یہ حضرت لوطؑ کے دوسرے بیٹے عمون کی نسل کا بیٹا تھا اس لیے یہاں بھی بنی اسرائیل کو جنگ نہ کرنے کا حکم ہوا، (استثناء باب ۲ ۱۶ تا ۲۰)

یہاں سے بڑھ کر جب بنی اسرائیل نے وادی ارنون کو پار کیا تو حسبون کے اموری حکمران سیحون نے ان کو اپنے ملک سے گذرنے کی اجازت نہ دی اور مقابلہ کے لیے نکل کر آیا۔ اس جنگ میں سیحون اور اس کے بیٹے مارے گئے اور ان کا ملک بنی اسرائیل کے قبضہ میں آگیا۔ یہاں کافی مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا، یہ ملک جو وادی ارنون کے کنارے واقع تھا اور جلعاد کے کوہستانی علاقہ کا آدھا حصّہ بنی روبن اور بنی جد کو دیا گیا (استثناء باب ۲ ۲۶ تا ۳۷ اور باب ۳ ۱۲)

بسن کی فتح | یہاں سے مڑ کر بنی اسرائیل نے بسن کا راستہ اختیار کیا، یہاں کا حکمران عوج بھی مقابلہ کے لیے نکلا، اس مقابلہ میں بھی بنی اسرائیل کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اور بسن کے تمام جنگ آور مارے گئے اور ان کے تمام شہروں پر بنی اسرائیل کا تسلط ہو گیا، (بسن جس کو ارجوب کا ملک بھی کہتے ہیں) اور جلعاد کا باقی علاقہ بنی منسّی کو دیا گیا (استثناء باب ۳ ۱ تا ۱۷)

بیت فغور میں قیام | اب حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ حضرت یوشع بن نون کو وصیت کریں اور ان کی ہمت بندھائیں چونکہ وہی بنی اسرائیل کو لے کر ملک شام میں داخل ہونگے، آپ نے امتثال امر کیا اور مع بنی اسرائیل کے بیت فغور (BETH-PEOR) کی وادی میں قیام فرمایا جو موآب کے میدان میں اریحا (یا یریحو) کے مقابل دریائے یردن کے ساحل پر واقع تھا، اور بالآخر یہیں آپ نے وفات پائی (استثناء باب ۳ ۲۸، ۲۹)

واقعۂ ذبح بقر | بنی اسرائیل کی دشت نوردی کے مذکورہ بالا تاریخی وسیاسی واقعات سے قرآن کریم نے تعرض نہیں کیا ہے البتہ قرآن کریم نے اپنے مقصد رشد وہدایت کے پیش نظر اس زمانہ کا ایک اور اہم واقعہ بیان کیا ہے جس کا واضح تذکرہ توراۃ میں موجود نہیں ہے۔ البتہ کتاب استثنا کے باب ۲۱ کی آیات ۲ تا ۹ میں اس کے متعلق کچھ اشارات ضرور ملتے ہیں۔

مفسرین سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت مالدار شخص تھا جس کا نام عامیل

تھا، یہ شخص بے اولاد تھا اور اس کا وارث اس کا بھتیجہ تھا، اس نے مال و دولت کی طمع میں ایک دن اپنے چچا کو جنگل میں لے جا کر قتل کر دیا اور اس سلسلہ میں اس قدر احتیاط سے کام لیا کہ کسی کو قاتل کا پتہ نہ چل سکا، لوگ اس بارے میں لڑنے جھگڑنے لگے بالآخر کسی نے مشورہ دیا کہ تم میں خدا کے پیغمبر موجود ہیں ان سے رجوع کیوں نہیں کرتے اس پہ وہ لوگ حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے واقعہ بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ بتا دیں کہ قاتل کون ہے حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا اور پھر ان لوگوں سے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط (بقرہ ۶۷)	اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔

لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم تو پوچھتے ہیں قاتل کون ہے اور یہ کہتے ہیں گائے ذبح کرو، بولے

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط (بقرہ ۶۷)	کہنے لگے کیا آپ ہم سے ہنسی کرتے ہیں؟

اور عجب نہیں کہ خود قاتل بھی ان لوگوں میں موجود ہو اور اس کو ڈر ہو کہ کہیں راز افشا نہ ہو جائے اور اس لیے کہ خود اسی نے یہ بات کہی ہو کہ لوگ یہ سمجھ کر کہ پیغمبر اس معاملہ میں سنجیدہ معلوم نہیں ہوتے، ان سے یہ معاملہ واپس لے لیں اور اس طرح راز، راز ہی رہے۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ نے ارشاد فرمایا

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ (بقرہ ۶۷)	کہا، میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں میں ہوں۔

یعنی استہزاء اور تمسخر اور وہ بھی احکام شرعیہ میں، نادانوں اور جاہلوں کا کام ہے۔ پیغمبر سے ممکن نہیں۔

اب بنی اسرائیل اپنے قومی مزاج کے مطابق کٹ حجتیوں پر اتر آئے اور اپنے غیر ضروری سوالات سے ایک آسان اور سیدھے سادے حکم کو خود اپنے لیے سخت مشکل اور پیچیدہ بنا ڈالا[1]

---

[1] اس قسم کے سوالات سے صحابہ کو منع فرمایا گیا تھا، سورہ بقرہ میں ہے

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ط (بقرہ ۱۰۸)	کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے اسی طرح کے سوالات کرو جس طرح کے سوال پہلے موسیٰ سے کیے گئے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ط (بقر ۶۸)

انھوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے التجا کیجیے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا:

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ط عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ ط فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ○ (بقر ۶۸)

کہا، پروردگار فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بن بیاہی بلکہ ان کے درمیان (یعنی جوان) ہو، اب جو تم کو حکم دیا گیا ہے اسکی تعمیل کرو۔

بنی اسرائیل کہنے لگے:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ط (بقر ۶۹)

بولے اپنے پروردگار سے درخواست کیجیے کہ وہ ہم کو یہ بھی بتا دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو

حضرت موسیٰ نے جواب دیا:

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِينَ ○

کہا، پروردگار فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو کہ دیکھنے والوں کو اچھا معلوم ہو۔

بنی اسرائیل اب بھی باز نہ آئے اور پھر بولے:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ لا إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ط وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُونَ ○ (بقر ۷۰)

انھوں نے کہا پروردگار سے پھر درخواست کیجیے کہ وہ ہم کو بتا دے کہ وہ گائے اور کس کس طرح کی ہو چونکہ اس گائے میں ہم کو شبہ پڑ گیا ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو اس دفعہ ہم راہ پالینگے

حضرت موسیٰ نے فرمایا:

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ج مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ط (بقر ۷۱)

کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے محنت کرنے والی نہ ہو، نہ تو زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، بے عیب ہو، اس میں کسی طرح کا داغ نہ ہو۔

اتنا جھگڑا اور بحث کرنے کے بعد اب جا کہ کہیں بنی اسرائیل بولے

قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ط (بقرا ۷)

کہنے لگے اب آپ نے سب باتیں ٹھیک (ٹھیک) بتا دیں

غرضکہ

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (بقرا ۷)

پھر انھوں نے اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے

مفسرین کہتے ہیں کہ وہ گائے ایک نیک شخص کی تھی جو اپنی ماں کی بہت خدمت کرتا تھا بنی اسرائیل نے بالآخر اس شخص سے وہ گائے اتنے سونے کے عوض جتنا اس کی کھال میں بھرا جا سکے اس کو خرید کر ذبح کیا اب حضرت موسیٰ نے کہا کہ خدا کا حکم ہے کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا اس مقتول کے مارو، منقول ہے کہ جب اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس کے مارا گیا تو وہ زندہ ہو گیا اور اس کے زخم سے لہو بہنے لگا' اس نے قاتل کا نام بتایا جو اس کا بھتیجہ تھا' اس کے بعد وہ پھر گر پڑا اور مر گیا' اور اس سے مقصود در اصل یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو دکھا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے قیامت کے دن کس طرح مردوں کو جلا اٹھائے گا تا کہ ان کا ایمان راسخ ہو اور ان کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو جائے۔ سورۂ بقر میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ط وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ط كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى لا وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ (بقر ۷۲، ۷۳)

اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو آپس میں جھگڑنے لگے لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے خدا اس کو ظاہر کرنے والا تھا تو ہم نے کہا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے مارو اس طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم سمجھو۔

حضرت موسیٰ اور قارون

قارون کا واقعہ توراۃ اور قرآن کریم دونوں میں مذکور ہوا ہے۔ مگر

جو اختلافات بیان ہوئے ہیں وہ مختلف ہیں، معلوم ہوتا ہے موجودہ توراۃ میں اس واقعہ کی تفصیلات کا صرف ایک پہلو باقی رہ گیا ہے اور اصل واقعہ تحریفات کی نذر ہو گیا جس کا تذکرہ قرآن کریم نے سورۂ قصص میں کیا ہے البتہ قارون کی سزا کے بیان میں توراۃ اور قرآن دونوں متفق ہیں۔

قارون کون تھا؟ توراۃ میں قارون کا ذکر کتاب گنتی کے باب ۱۶ میں ہوا ہے اور اس میں اس کا نام قورح بتایا گیا ہے۔ توراۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قارون (یا قاعرح) حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا، اس کا سلسلہ نسب یہ بیان ہوا ہے[1]

JACOB حضرت یعقوب علیہ السلام

LEVI لاوی

مراری — KOHATH قہات — جیرسون

موشی، محلی — شمعی، لبنی

IZHAR

(۴) عزیئیل[2] (۳) جرون (۲) اضہار — AM-MINTADAB — AMR (۱) عمران

زکری، نفج، قارون "قورح" — حضرت موسیٰ علیہ السلام — حضرت ہارون علیہ السلام

KORAN — MOSES — AARON

(EBIA) ابیاسف، القینہ (Elkanah)، اسیر ASSIR
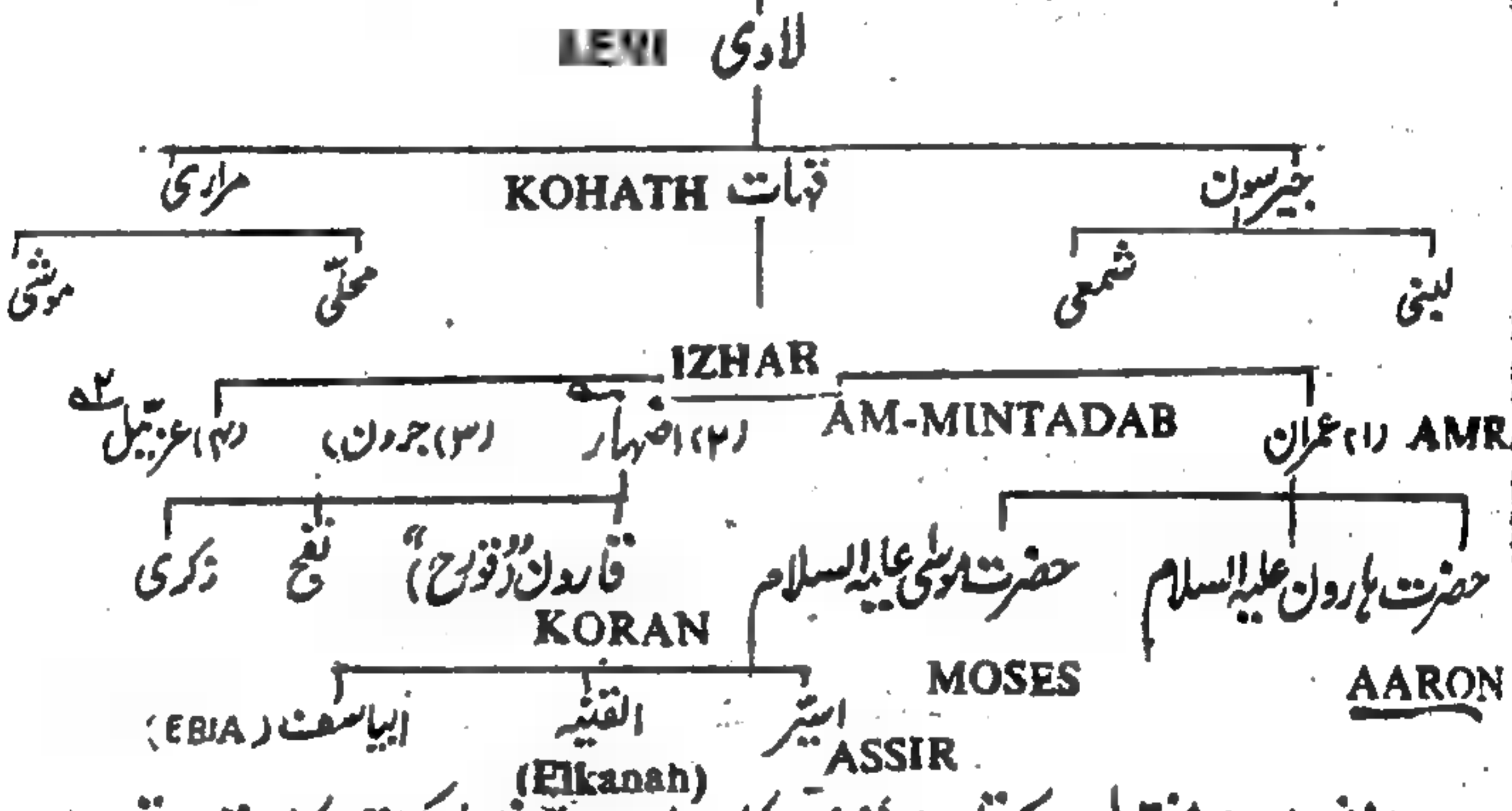
مفسرین سے منقول ہے کہ قارون فرعون کا مصاحب تھا۔ ظالم حکومتوں کا دستور ہوتا ہے کہ زیر دستوں پر مظالم ڈھانے اور ان کا خون چوسنے کے لیے ان ہی میں سے بعض منافق افراد کو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں، چنانچہ فرعون نے بھی اس مقصد کے لیے بنی اسرائیل میں سے قارون کو منتخب کر لیا تھا، قارون نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار سے کام لیکر بے شمار دولت جمع کر لی تھی اور اس کو اس

---

[1] گنتی باب ۱۶ ۱ + ۔ تواریخ اول باب ۶ کی آیات ۲۲ و ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضہار کا دوسرا نام عمیناداب تھا چونکہ یہاں عمیناداب کے بیٹے کا نام قورح اور قورح کے بیٹے کا نام اسیر بتایا گیا ہے۔ خروج باب ۶ ۱۴ تا ۱۷، گنتی باب ۳ ۱ تا ۴، اور ۱۷ تا ۲۰ اور گنتی باب ۲۶ ۶۰ و ۶۱ وغیرہ میں ہے کہ عمیناداب کی بیٹی الیسبع حضرت ہارونؑ کی زوجہ تھیں ان تمام بیانات کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے حضرت ہارونؑ قارون کے بہنوئی تھے [2] گنتی باب ۳، ۱۷ تا ۲۰ ۔

پر بڑا اغرور تھا، فرعون کی غرقابی کے بعد اس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے اور جاہ و منصب بھی جاتا رہا۔ اس بنا پر گو ظاہر میں وہ مومن بنا ہوا تھا مگر دل میں حضرت موسیٰؑ کے خلاف سخت بغض و عناد رکھتا تھا، اس کو ایک جلن یہ بھی تھی کہ خود اسی کے چچا زاد بھائی، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ تو پیغمبر اور پوری قوم کے سردار ہوں اور وہ کسی ممتاز اور مخصوص درجہ کا مالک نہ ہو، توراۃ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے توراۃ میں ہے کہ قورح (قارون) اور اس کے ساتھی

"موسیٰ کے مقابلہ کو اُٹھے اور وہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خلاف اکٹھے ہو کر ان سے کہنے لگے، تمہارے تو بڑے دعوے ہو چلے کیونکہ جماعت کا ایک ایک آدمی مقدس ہے اور خداوند ان کے بیچ رہتا ہے، سو تم اپنے آپ کو خداوند کی جماعت سے بڑا کیونکر ٹھہراتے ہو؟"[1]

توراۃ کے بیان کا خلاصہ

توراۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قورح (قارون) حضرت موسیٰؑ کا چچا زاد بھائی، ایک یا اثر اسرائیلی اور منافق تھا، اور حضرت موسیٰؑ سے سخت بغض و حسد رکھتا تھا گو توراۃ نے اس بغض و حسد کی وجہ واضح طور پر نہیں بتائی ہے۔

جب بنی اسرائیل قادس (Kadesh) کے بیابان میں مقیم تھے تو فلسطین میں داخلہ اور حکم جہاد کے انحراف کے بعد قورح نے الیاب کے دو بیٹوں داتن اور ابیرام کے ساتھ مل کر بنی اسرائیل کے ڈھائی سو آدمیوں کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے خلاف متحد کر لیا اور آپ کی عظمت اور سرداری کو چیلنج کیا، حضرت موسیٰؑ نے پہلے تو وعظ و نصیحت کر کے ان لوگوں کو سمجھانا چاہا مگر جب وہ نہ مانے

"موسیٰؑ نے قورح سے کہا کل تو اپنے سارے فریق کے لوگوں کو لے کر خداوند کے آگے حاضر ہو، تو بھی ہو اور وہ بھی ہوں اور ہارونؑ بھی ہو"[2]

اور آپ نے حکم دیا کہ حضرت ہارونؑ اور یہ سب لوگ اپنے اپنے بخوردان جلائیں اور پھر خدا کی نذر گذاریں قدرت الٰہی ظاہر ہو کر خود فیصلہ کر دے گی کہ اس کی بارگاہ میں کون مقبول ہے اور کون مردود، چنانچہ دوسرے دن ایسا ہی کیا گیا اور باقی بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ قورح اور اس کے

---

[1] گنتی باب ۱۶-۲ و ۳ [2] ایضاً باب ۱۶-۱۶

منافق گروہ سے علیحدہ ہٹ جائیں۔ اس کے بعد قورح، داتن اور ابیرام اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین میں دھنس گئے اور ان کے باقی ساتھی بجلی سے ہلاک ہو گئے، توراۃ میں ہے:

"زمین ان کے پاؤں تلے پھٹ گئی، اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور ان کو اور ان کے گھربار کو اور قورح کے یہاں کے سب آدمیوں کو اور ان کے سارے مال و اسباب کو نگل گئی، سو وہ اور ان کا سارا گھربار جیتے جی پاتال میں سما گئے اور زمین ان کے اوپر برابر ہو گئی اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے اور یہ سب اسرائیلی جو ان کے آس پاس تھے ان کا چلانا سن کر یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ کہیں زمین ہم کو بھی نہ نگل لے، اور خداوند کے حضور سے آگ نکلی اور ان ڈھائی سو آدمیوں کو جنھوں نے بخور گذرانا تھا بھسم کر ڈالا"[1]

مفسرین کے بیانات کا خلاصہ

قرآن کریم کی متعلقہ آیات پیش کرنے سے پہلے مفسرین کے بیانات کا خلاصہ بھی پیش کر دینا ضروری ہے مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"(قارون) ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا، توراۃ بہت پڑھتا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا مگر دل صاف نہ تھا، حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی خداداد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی ان کے ہی چچا کا بیٹا ہوں یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو دینی اور مذہبی سردار بن جائیں، مجھے کچھ بھی نہ ملے، کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ انھیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا، میرے پاس مال و دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں، حضرت موسیٰؑ نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم سب نے برداشت کیے مگر کیا تم یہ بھی برداشت کر لوگے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے، کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہا 'نہیں ہم برداشت نہیں کر سکتے'، آخر ملعون نے حضرت موسیٰؑ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی، کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ

---

[1] گنتی باب ۱۶: ۳۱ تا ۳۵ دوسرے مقام پر یہ تصریح ہے کہ قورح کے بیٹے ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ (گنتی باب ۲۶: ۱۱)

کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زناء کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ ان کو متہم کرنا چنانچہ عورت مجمع میں کہہ گذری، جب حضرت موسیٰ نے اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل ڈرا، تب اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا، اس وقت حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا"۔[1]

قرآن کا بیان سورۂ قصص میں ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۚ (قصص ۷۶)	قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، پھر ان پر شرارت کرنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی طاقت ور مردوں کو اٹھانا مشکل تھیں۔[2]

یہ سخت مغرور انسان تھا اور اپنے مال و دولت پر بہت نازاں تھا، حضرت موسیٰ کی تعلیمات حقہ کے پیش نظر قوم نے اس کو ٹوکا اور اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (قصص ۷۶، ۷۷)	جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت خدا اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور جو مال اللہ نے تجھ کو عطا کیا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور جیسی اللہ نے تجھ سے بھلائی کی ہے ویسی تو بھی (لوگوں سے) بھلائی کر اور ملک میں طالب فساد نہ ہو کیونکہ خدا فساد کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا

---

[1] قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند، فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی، فائدہ آیت ۷۶ سورہ قصص حاشیہ صفحہ ۵۱۰۔

[2] بعض مفسرین سلف نے "مفاتح" کی تفسیر "خزانے" کی ہے یعنی اس کے پاس اس قدر دولت تھی کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت کو بھی اس کا اٹھانا مشکل تھا لیکن بیشتر مفسرین نے اس کا مطلب "کنجیاں" لیا ہے یعنی دولت کے اتنے صندوق اس کے پاس تھے کہ ان کی کنجیاں کئی طاقتور مرد بھی بمشکل اٹھا سکتے تھے۔

قوم کی یہ آواز، دراصل حضرت موسیٰ ہی کی آواز کی بازگشت تھی، لیکن اس سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے قارون اور بھی غرور کرنے لگا، خدا کے نام پر خرچ کرنے کا ذکر سن کر بولا کہ یہ دولت خدا نے یوں ہی مجھے نہیں دیدی کہ اس کے نام پر خرچ کر ڈالوں یہ تو میری لیاقت اور ہنرمندی کا نتیجہ ہے جس کے ذریعہ سے میں نے اس کو کمایا ہے، بولا:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ط (قصص ۷۸)	بولا یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے۔

اور کم بخت نے اس امر پر نظر نہ کی کہ اسی قسم کی گمراہی کے نتیجہ میں بڑی بڑی متمول، پُرشوکت اور طاقتور قومیں، جو زبردست سلطنتوں اور خزانوں کی مالک تھیں اور جن کے پاس ساز و سامان کی کوئی کمی نہ تھی صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹائی جا چکی ہیں، فرعون اور اس کی قوم کی مثال تو کچھ دور بھی نہ تھی:

اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ط وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ (قصص ۷۸)	کیا اس نے یہ نہ جانا کہ خدا نے اس سے پہلے بہت سی جماعتیں جو اس سے قوت و طاقت اور زر و مال میں کہیں بڑھ کر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا؟

بالآخر ایک دن قارون بڑی شان و شوکت سے اپنے خدم و حشم اور اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر بنی اسرائیل کے سامنے سے گذرا:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ط (قصص ۷۹)	پھر (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا

لوگ اس کے عروج و اقبال اور جاہ و جلال کو دیکھ کر رشک کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کاش ہماری بھی ایسی قسمت ہوتی!

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے، کہنے لگے

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ لا اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (قصص ۷۹)

کہ جیسا (مال) قارون کو ملا ہے، کاش ایسا ہی ہمیں بھی ملے، وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔

نادان اس کی آسودگی اور دنیاوی تمول کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ بڑا ہی خوش نصیب انسان ہے لیکن ان میں جو لوگ صاحب علم و ایمان تھے وہ جانتے تھے کہ دنیا کا مال و دولت عند اللہ کسی شخص کے مقبول یا مردود ہونے کا معیار نہیں، یہ ضروری نہیں کہ جس شخص کو دنیاوی آسایش و عروج حاصل ہو وہ اللہ کے یہاں بھی صاحب عزت و وجاہت ہو، انھوں نے دوسروں سے کہا کہ افسوس تم پر، تم اس کے ظاہری مال و دولت کی حرص کرتے ہو جو مٹ جانے والی چیز ہے، اس دولت کی تمنا نہیں کرتے جو اللہ کے یہاں ملنے والی ہے جو ابدی و دائمی ہے اور جس کے سامنے ہر دنیاوی دولت و عظمت ہیچ ولایعنی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ج وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ○ (قصص ۸۰)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس، مومنوں اور نیکوکاروں کے لیے (جو) ثواب اللہ کے یہاں تیار ہے وہ کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملیگا۔

بہرحال مشیت ایزدی میں مکافات عمل کا جو وقت مقدر تھا جب وہ پورا ہوا تو قارون معہ اپنے مال و دولت کے زمین میں دھنسا دیا گیا اور کوئی جماعت اور کوئی ساز و سامان اس کو اس قہر الٰہی سے بچا نہ سکی۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○ (قصص ۸۱)

پھر ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو خدا کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلہ لے سکا

قرآن کریم کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ قارون پر یہ عذاب غالباً رات کے وقت نازل ہوا۔ چونکہ جو لوگ کل یہ کہہ کر يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ لا اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○

"اے کاش ہمیں بھی ایسا ہی ملے جیسا کہ قارون کو ملا ہے" "تو بڑا ہی خوش نصیب ہے" قارون پہ رشک اور اس جیسا بن جانے کی تمنائیں کر رہے تھے وہی دوسری صبح کو اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے نظر آتے ہیں کہ اس نے ان کی احمقانہ آرزو کے باوجود ان کو قارون جیسا نہیں بنایا ورنہ ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو قارون کا ہوا"

وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَہٗ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْکَاَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط وَیْکَاَنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ۝ (قصص ۸۲)

اور وہ لوگ جو کل اس کے رتبہ کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے۔ ہائے شامت اعمال! یہ تو خدا ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اگر خدا ہم پر احسان کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ہائے خرابی کافر فلاح نہیں پاتے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کا واقعہ قرآن کریم کی سورہ کہف (رکوع ۹ و ۱۰) اور صحیح احادیث میں بالتفصیل مذکور ہے۔

ملاقات و معیت

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات و معیت کی جو تفصیلات صحیح احادیث میں مذکور ہوئی ہیں وہ چونکہ متعلقہ آیات قرآنی کی تفسیر بھی ہیں اس لیے پہلے ان کا پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابن عباسؓ سے حضرت ابی بن کعبؓ کی جو طویل حدیث مروی ہے اس میں ہے

حدیث نبویؐ کی تشریحات

ابن عباسؓ نے فرمایا.....

"ہم سے ابی بن کعبؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا' ایک بار موسیٰؑ بنی اسرائیل کے سامنے خطبہ پڑھ رہے تھے' ایک شخص نے دریافت کیا سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ موسیٰؑ نے کہا' میں؟[1] خدا تعالیٰ نے اس قول کی بنا پر حضرت موسیٰؑ پہ عتاب کیا'

---

[1] مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں "یہ جواب واقع میں صحیح تھا کیونکہ موسیٰؑ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں' ظاہر ہے ان کے زمانہ میں اسرار شرعیہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا لیکن حق تعالیٰ کو ان کے الفاظ پسند نہ آئے تو

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۰)

کیونکہ موسیٰؑ نے عالم ہونے کی نسبت خدا کی طرف نہیں کی خدا تعالیٰ نے فرمایا تم سب سے زیادہ عالم نہیں ہو بلکہ میرا فلاں بندہ جو مجمع البحرین میں ہے تم سے زیادہ عالم ہے حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی میری اس سے کیسے ملاقات ہوگی، خدا تعالیٰ نے فرمایا تم ایک مچھلی لو اور ٹوکری میں رکھ لو جہاں مچھلی گم ہو جاوے وہیں وہ شخص ملے گا، حسب الحکم موسیٰؑ نے ایک مچھلی لیکر ٹوکری میں رکھی اور یوشعؑ بن نون کو ہمراہ لے کر چل دیئے، ایک پتھر کے پاس پہنچکر دونوں پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گئے، موسیٰؑ کو نیند آگئی اور مچھلی پھڑک کر ٹوکری سے نکل کر دریا میں جا پڑی[۱]، اور سمندر میں راستہ بنا کر چل دی، پانی میں جس راستہ سے مچھلی گئی تھی خدا تعالیٰ نے اس جگہ پر پانی کا بہاؤ روک دیا اور وہ ایک طاق کی طرح ہو گیا، حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ پھر چل دیے اور جتنا رات دن کا حصہ باقی رہ گیا تھا اس میں چلتے رہے، جب دوسرا دن ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، کھانا لاؤ، اب ہم سفر کی وجہ سے تھک گئے، موسیٰؑ کو تھکان اس وقت معلوم ہوئی جب مقام مقرر سے گذر گئے، ورنہ اس سے پہلے تھکان نہ معلوم ہوئی تھی، موسیٰؑ کے خادم نے کہا، دیکھیے جب ہم فلاں پتھر کے پاس ٹھہرے تھے، وہیں میں مچھلی کو بھول گیا[۲] اور یہ کام صرف شیطان کا ہے، مچھلی دریا کے اندر اپنے راستہ پر چلی گئی اور مجھے اس سے تعجب ہوا، حضورؐ فرماتے ہیں، مچھلی تو دریا میں اپنے راستہ پر چلی گئی اور موسیٰؑ اور یوشعؑ کو اس سے تعجب ہوا، آخر موسیٰؑ بولے اسی کی تو ہم کو تلاش تھی، چنانچہ دونوں صاحبان اُلٹے پاؤں لوٹ پڑے اور نشانات قدم کو تلاش کرتے ہوئے چلے آئے، پتھر کے پاس پہونچے تو ایک شخص کو کپڑا اوڑھے دیکھا، موسیٰؑ نے سلام علیک کی، اس نے سلام کا جواب

(بقیہ ص ۲۵۸) مراد صحیح تھی تاہم عنوان جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں، خدا کی یہ تھی کہ جواب کو اس کے علم محیط پر محول کرتے مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب و مقبول بندے بہت سے ہیں سب کی خبر اسی کو ہے بالکل یہی بات شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی نے موضح القرآن میں لکھی ہے۔ [۱] مفسرین کہتے ہیں کہ یہ مچھلی تلی ہوئی تھی جس پتھر کے قریب یہ زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی اس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا۔ [۲] روایات میں ہے حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ سے مچھلی کی خبر گیری کے لیے کہا تھا تو ان کی زبان سے نکلا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں، لہٰذا متنبہ کیا گیا کہ چھوٹے چھوٹے کام میں بھی آدمی کو محض اپنے اوپر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

دے کر کہا تمھارے ملک میں سلام کا رواج کہاں ہے؟ موسیٰؑ نے کہا میں موسیٰؑ ہوں، اس نے کہا بنی اسرائیل والے موسیٰ؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا، ہاں میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے تم کو ہدایت کی باتیں سکھلائی ہیں ان میں سے تم کچھ مجھے بھی بتاؤ، اس نے کہا موسیٰؑ جو علم خداوند تعالیٰ نے مجھ کو سکھایا ہے تم اس سے واقف نہیں اور جو علم تم کو عطا کیا ہے میں اس سے واقف نہیں، موسیٰؑ بولے، کیا میں تمھارے ساتھ چل سکتا ہوں؟ اس نے کہا تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے اور جس چیز کی تم کو اطلاع نہیں اس پر صبر بھی کیسے کر سکتے ہو، خلاصہ یہ کہ دونوں چل دیے اور پیادہ پا ساحل کے کنارے کنارے چلے جاتے تھے، اتفاقاً ادھر سے ایک کشتی نکلی، انھوں نے کشتی والوں سے سوار کرنے کے متعلق گفتگو کی، کشتی والوں نے خضر کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے بٹھا لیا، جب دونوں سوار ہو گئے تو ایک چڑیا نے آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر سمندر میں سے ایک یا دو چونچ پانی لیا، خضر نے موسیٰؑ سے کہا کہ ہمارے اور تمھارے علم نے خدا کے علم میں کوئی کمی نہیں کی جس طرح اس چڑیا کے پانی پینے سے سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کے بعد خضر نے بسولا نکال کر کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، موسیٰؑ دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ خضر تختہ اکھاڑ چکے تھے، موسیٰؑ نے کہا تم نے یہ کیا کیا، ان لوگوں نے تو بغیر کرایہ کے ہم کو سوار کر لیا اور تم نے ان کی کشتی توڑ کر سب کو ڈبونا چاہا، تم نے یہ عجیب بات کی۔ خضر بولے میں نے تم سے نہیں کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر صبر نہ کر سکو گے، موسیٰؑ نے کہا بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجیے[1] اور مجھ پر میرے کام میں دشواری نہ ڈالیے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ موسیٰؑ سے یہ سب سے پہلی حرکت بھول کر ہوئی، خیر دونوں حضرات کشتی سے نکل کر چل دیے، راستہ میں ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، خضر نے اس کا

---

[1] حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی موضح القرآن میں لکھتے ہیں "یہ پہلا پوچھنا موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر تھا، دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو"

سر پکڑ کر اپنے ہاتھ سے گردن اکھاڑ دی' موسیٰ بولے تم نے جو ایک معصوم جان کو بے قصور مار ڈالا' یہ تم نے بہت بُرا کام کیا۔ خضر بولے' کیا میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر ضبط نہ کر سکو گے' موسیٰ نے کہا " اچھا اب اس کے بعد اگر میں تم سے کچھ دریافت کروں تو تم مجھے ساتھ نہ رکھنا' تم نے میرا عذر بہت مان لیا۔ بالآخر پھر دونوں چل دیئے' چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے' گاؤں والوں سے کھانا مانگا انھوں نے مہمانی کرنے سے انکار کر دیا' ان کو وہاں ایک دیوار نظر آئی جو گرنے کے قریب تھی' حضرت خضرؑ نے ہاتھ کا اشارہ کر کے اس کو سیدھا کر دیا' حضرت موسیٰ نے کہا' ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انھوں نے ہم کو نہ کھانا دیا' نہ مہمانی کی لیکن تم نے ان کی دیوار ٹھیک کر دی' اگر تم چاہتے تو اس کی اُجرت لے سکتے تھے[1]، حضرت خضرؑ بولے بس یہی میرے تمھارے درمیان جدائی ہے' میں ان تمام باتوں کی تم کو اطلاع دے دیتا ہوں جن پر تم سے ضبط نہ ہو سکا تھا' حضور اقدس صلعم فرماتے ہیں' ہمارا دل چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ کا قصہ ہمارے لیے اور بیان فرماتے لیکن موسیٰ سے صبر نہ ہو سکا' اگر موسیٰ ضبط کر سکتے تو خدا تعالیٰ اور قصہ بیان فرماتا' اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا' خدا موسیٰؑ پر رحم فرمائے اگر وہ ضبط کر لیتے تو خدا تعالیٰ ہمارے سامنے ان کا واقعہ کچھ اور بیان فرماتا۔ ابن عباسؓ (تینوں باتوں کی تفصیل کے لیے یہ آیت) تلاوت فرماتے تھے کہ کشتی والوں سے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ثابت عمدہ کشتیاں چھین لیا کرتا تھا' اس لیے حضرت خضرؑ نے اس کشتی کو عیب دار کر دیا) اور وہ لڑکا کافر تھا' اس کے والدین نیک آدمی تھے (خوف ہوا کہ کہیں والدین اس کی وجہ سے تباہ نہ ہوں اس لیے حضرت خضرؑ نے اس کو بحکم خدا قتل کر دیا"[2]

---

[1] حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں " اب کے موسیٰ نے جان کر پوچھا رخصت ہونے کو' سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں۔ حضرت موسیٰ کا وہ علم تھا جس میں پیروی کرے خلق تو ان کا بھلا ہو' حضرت خضرؑ کا وہ علم کہ دوسرے کو اس کی پیروی بن نہ آئے" (موضح القرآن) حضرت موسیٰ کا بار بار ٹوکنا غالباً اس وجہ سے تھا کہ ہر نبی بلکہ ہر مومن بھی اس امر پر مامور ہے کہ کسی معصیت کا ارتکاب دیکھے جو خلاف شرع ہو تو اس کو ٹوکے اور اس کو روکنے کی کوشش کرے۔

[2] ترجمہ صحیح بخاری' سید عبدالدائم الجلالی الآنوی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی جلد ثانی صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵

قرآن کا بیان | یہ واقعہ سورہ کہف میں اس طرح بیان ہوا ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا
بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ
سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا
قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز لَقَدْ
لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ
اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ
نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا
الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ
فِى الْبَحْرِ صلے عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا
نَبْغِ صلے فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ لا
فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ
رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ
لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ
اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِىَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ
اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْئَلْنِىْ

اور جب موسیٰؑ نے اپنے جوان (شاگرد) سے کہا
کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ
جاؤں ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا رہوں، جب
ان کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے
پھر اس نے دریا میں سرنگ بنا کر اپنی راہ کر لی، جب
آگے چلے تو موسیٰؑ نے اپنے جوان (شاگرد) سے کہا
کہ ہمارے پاس ہمارا کھانا لاؤ، اس سفر سے ہم کو
بہت تکان ہو گئی ہے (اس نے) کہا کہ بھلا آپ نے
دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی
بھول گیا اور مجھے (آپ سے) اس کا ذکر کرنا شیطان نے
بھلا دیا اور اس نے عجب طرح سے دریا میں اپنا
راستہ کر لیا (موسیٰ نے) کہا یہی تو وہ مقام ہے
جسے ہم تلاش کرتے تھے تو وہ اپنے پاؤں کے نشان
دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے (وہاں) انھوں نے ہمارے
بندوں میں سے ایک بندہ دیکھا جس کو ہم نے اپنے
یہاں سے رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے علم بخشا
تھا، موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ جو علم آپ کو سکھایا گیا
ہے اگر آپ اس میں سے مجھے بھی کچھ بھلائی (کی باتیں)
سکھا دیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں، انھوں نے کہا
کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے اور جس بات

عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝
فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ
خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝
قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ
مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى
اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ
شَيْئًا نُّكْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ
سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ ۢ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ۝
فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ
اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا
فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ
فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ
اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ

کی تھیں خبر ہی نہیں اس پر صبر بھی کیونکر کر سکتے ہو موسیٰ
نے کہا انشاء اللہ[1] آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں
آپ کے کہنے کے خلاف نہیں کروں گا۔ انھوں نے
کہا، اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہو تو (شرط یہ ہے کہ)
مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا
ذکر تم سے نہ کروں، تو دونوں روانہ ہو گئے یہاں تک
کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو (اس شخص نے) کشتی
کو پھاڑ ڈالا (موسیٰ نے) کہا کیا آپ نے اس کو پھاڑ
ڈالا کہ اس کے لوگوں کو غرق کر دیں، یہ تو آپ نے
بڑی (عجیب) بات کی، انھوں نے کہا، کیا میں نے
نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے
(موسیٰ نے) کہا کہ جو بھول مجھ سے ہوئی اس پر مواخذہ نہ
کیجیے اور میرے معاملہ میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیے پھر دونوں
چلے یہاں تک کہ ایک لڑکا ملا تو (اس شخص نے)
اسے جان سے مار ڈالا، موسیٰ نے کہا آپ نے ایک
بے گناہ کو بغیر کسی جان کے عوض مار ڈالا (تو) آپ نے
(بہت ہی) بری بات کی، انھوں نے کہا، میں نے نہیں
کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے انھوں

[1] مولانا شبیر احمد عثمانی رح فرماتے ہیں "یہ وعدہ کرتے وقت غالباً موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب اور مقبول بندہ سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو اعلانیہ ان کی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے خلاف ہو، غنیمت ہوا کہ انھوں نے "اِنْ شَآءَ اللّٰہُ" کہہ لیا تھا ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔"

سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ
صَبْرًا ۝ أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ
لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ
أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ
يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝ وَأَمَّا
الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا
أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝ فَأَرَدْنَا
أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً
وَأَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ
لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَ
كَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا
صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّ
هُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً
مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي
ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ
صَبْرًا ۝

(الکہف ۷۸ تا ۸۲)

نے کہا کہ اگر میں اس کے بعد (پھر) کوئی بات پوچھوں
تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں کہ آپ میری طرف سے عذر
(قبول کرنے میں غایت) کو پہنچ گئے' پھر دونوں چلے
یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے اور
ان سے کھانا طلب کیا' انھوں نے انکی (ضیافت
اور) میزبانی کرنے سے انکار کر دیا' پھر انھوں نے
وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی (اس شخص نے)
اس کو سیدھا کر دیا' موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے
تو ان سے (اس کا) معاوضہ لے لیتے' انھوں نے
کہا' اب مجھ میں اور آپ میں جدائی ہے اب میں آپکو
ان باتوں کا بھید بتا دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ
کر سکے (وہ) کشتی تھی غریب لوگوں کی جو دریا میں
محنت (کر کے گذارہ) کرتے تھے اور ان کے پرے
ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا
تھا تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں (تاکہ وہ
اسے غصب نہ کرے) اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں
باپ دونوں مومن تھے ہم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ ان کو
سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے تو ہم نے چاہا کہ ان کا
پروردگار ان کو اسکی جگہ اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک
طینتی اور محبت میں اس سے بہتر ہو اور وہ جو دیوار
تھی وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی (جو) شہر میں رہتے تھے

(باقی ترجمہ صفحہ ۲۶۶ پر)

اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (مدفون) تھا اور ان کا باپ ایک نیک بخت آدمی تھا، تو تمھارے پروردگار نے چاہا کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور (پھر) اپنا خزانہ نکالیں، یہ تمھارے پروردگار کی مہربانی ہے اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیے، یہ ان باتوں کا راز ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے [۱]

حضرت خضر کون تھے؟

قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کی جس بزرگ عالم سے ملاقات کا ذکر ہے ان کا نام نہیں بتایا گیا ہے۔ صحیحین کی روایت سعید بن جبیرؓ اور ابی بن کعبؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خضرؑ تھے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر نبی تھے یا ولی یا عبد صالح، قرآن کریم نے ان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ (الکہف ۶۵)	ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ جس کو ہم نے اپنی رحمت بخشی تھی اور اپنے پاس سے علم عطا کیا تھا

قرآن کریم کا یہ انداز بیان مقام نبوت ہی پر دلالت کرتا معلوم ہوتا ہے، سورۂ انبیاء میں حضرت لوطؑ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء ۷۴)	اور لوطؑ کو ہم نے حکم اور علم عطا فرمایا۔

اور اس سے اگلی آیت میں آپ ہی کے لیے ہے:

وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ط (انبیا ۷۵)	اور انھیں اپنی رحمت میں داخل کیا،

اسی سورۂ انبیاء میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے تذکرہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے

وَكُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ز (انبیاء ۷۹)	اور ہم نے دونوں کو حکم اور علم بخشا تھا۔

سورۂ قصص میں خود حضرت موسیٰؑ کے لیے ہے:

اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ط (قصص ۱۴)	ہم نے ان کو حکم اور علم عطا کیا

---

[۱] علامہ اقبال نے ان تمام واقعات کو حضرت ایک شعر بلکہ ایک مصرعہ میں اس طرح پیش کیا ہے اپنی نظم "خضر راہ" میں کہتے ہیں ؎
کشتیِ مسکین و "جانِ پاک" و "دیوارِ یتیم" علمِ موسیٰؑ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

یہ ضرور ہے کہ حضرت خضر کے سلسلہ میں "رحمت و علم" کی عطا کا ذکر ہے اور یہاں "حکم و علم" کی بخشش کا، لیکن سورۂ یوسف میں حضرت یعقوبؑ کے سلسلہ میں "حکم" کی قید کے بغیر صرف "علم" کا ذکر بھی موجود ہے، ارشاد ہوا ہے:

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف ۶۸)	اور بیشک وہ صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اکثر علماء و محققین کا بھی رجحان حضرت خضرؑ کی نبوت کی طرف ہے مگر اس سلسلہ میں بہترین قول حضرت عباسؓ کا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے ان کی نبوت یا ولایت کے معاملہ کو مبہم رکھا ہے اسی طرح ہم کو خاموش رہنا چاہیے۔

حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا علم

حضرت خضر کے سلسلہ میں جس علم کی عطا کا ذکر ہوا ہے وہ تکوینیات کا علم ہے وہ مامور تھے کہ واقعات کونیہ کا علم حاصل کر کے اسی کے موافق عمل کریں اور حضرت موسیٰؑ جن علوم کے حامل تھے ان کا تعلق تشریعی قوانین و کلیات سے تھا چنانچہ جن جزئیات میں عوارض یا عام ضابطۂ شریعت کی خلاف ورزی نظر آئی حضرت موسیٰؑ نے روک ٹوک کی اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے، جو انبیاء جدید شریعت لیکر نہیں آئے ان کو بھی اتنا تصرف و اختیار عطا ہوتا ہے کہ مصالح خصوصیہ کی بنا پر شریعت مستقلہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا عام ضابطہ سے بعض جزئیات کا استثناء کر سکیں، اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضرؑ کو بھی حاصل تھے، واللہ اعلم"

"خضر" کی وجہ تسمیہ

"خضر" آپ کا نام نہیں لقب ہے، لغت میں اس کے معنی سبزے کے ہیں آپ کے نام کے متعلق مفسرین سے مختلف اقوال منقول ہیں مگر چونکہ آپ کا نام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں مذکور نہیں اس لیے حضرت عباسؓ کی نصیحت کے مطابق، ہم بھی اس باب

میں سکوت کو بہتر سمجھتے ہیں۔

''خضر'' کی وجہ تسمیہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ؛

''خضر کا نام اس وجہ سے خضر رکھا گیا تھا کہ (ایک بار) وہ صاف چٹیل زمین پر بیٹھے تھے اور ان کے بیٹھنے کی وجہ سے وہ زمین سرسبز ہو گئی تھی۔''

بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت خضر کو حیاتِ ابدی حاصل ہے اور وہ بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے ہیں، اولیائے کرام کے تذکروں میں حضرت خضرؑ کی ملاقات کے اکثر واقعات منقول ہیں۔

ملاقات کا مقام

قرآن کریم نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات کا مقام ''مجمع البحرین'' بتایا ہے اس کا مطلب ہے ''دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ'' لیکن اس سے کونسا مخصوص مقام مراد ہے اس کے تعیین میں اختلاف ہے بعض نے ان دو دریاؤں سے افریقہ کے دو دریا مراد لیے ہیں بعض کا خیال ہے یہ وہ مقام ہے جہاں دجلہ و فرات مل کر خلیج فارس میں گرتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ یہ مقام عقبہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ دو دریاؤں سے بحر قلزم اور بحر رُوم مراد ہیں اور پہلے ان دونوں کے درمیان خط اتصال موجود تھا اکثر علماء عصر حاضر نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

ان واقعات سے پیدا ہونے والے چند شکوک و شبہات اور ان کا جواب

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات کے ان عجیب و غریب واقعات سے اکثر ذہنوں میں الجھنیں اور مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر حضرت خضر کو یہ علم بھی ہو گیا تھا کہ بچہ بڑا ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گا اور اس کی وجہ سے اس کے صالح والدین کے ایمان کو بھی خطرہ ہے تب بھی ارتکاب جرم سے پہلے سزا کیسی ہے؟ اور پھر حضرت خضر کو یہ اختیار کیسے حاصل ہوا کہ یہ معلوم ہوتے ہی انھوں نے بچہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالا؟ اس کا جواب خود قرآن کریم نے حضرت خضر ہی کی زبان سے دے دیا ہے، حضرت موسیٰ سے آپ ان واقعات کی توجیہات بیان کرنے کے بعد واضح طور پر فرماتے ہیں :

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ط (کہف ۸۲) | اور یہ کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیے

یہ کام حکم الٰہی سے کیے گئے اور یہی وہ اختیار تھا جو آپ کو حاصل ہوا، نکتہ چینی اور گرفت کا امکان تو اس وقت ہو سکتا تھا جب یہ کام اپنی خواہش نفس سے کرتے حکم الٰہی سے نہ کرتے۔

اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتا یا کرتا تو اس قدر بگڑنے نہ دیتا، یا جو ساں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اس کے والدین کو بھی کافر بن جانے دیا ہوتا، یا پھر اس قسم کے سب بچوں کی فہرست پیغمبروں کو دے کر ان کو قتل کرا دیا جایا کرتا، ان کا مختصر و مجمل مگر شافی جواب مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس طرح دیا ہے:

"ان باتوں کا اجمالی جواب تو یہ ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْئَلُوْنَ [1] (انبیاء رکوع ۲) اور تفصیلی جواب کے لیے مسئلہ "خلق خیر و شر" پر مبسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان مختصر فوائد میں سما نہیں سکتا، ہاں اتنا یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو اللہ کو "خالق الکل" اور "علیم" و "حکیم" مانتا ہو، تکوینیات کے متعلق اسی قسم کے ہزاروں سوالات کیے جا سکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز اعترافِ عجز و قصور کے کچھ نہیں، یہاں خضرؑ کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح تکوینیہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں، خضرؑ نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا، حالانکہ انھوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اجرت دونوں کو سوار کر لیا، ایک کھیلتے ہوئے بچے کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی، دیوار سیدھی کر کے اس بستی والوں پر احسان کیا جو نہایت بے مروتی سے پیش آئے تھے، اگر خود خضر علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطۂ حیرت میں پڑی رہتی یا خضر کو ہدفِ طعن و تشنیع بنائے رکھتی، العیاذ باللہ! ان ہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال

---

[1] ترجمہ: جو کام اللہ کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی، ان سے پرسش ہوگی (انبیاء، ۲۳)

اور ان کی حکمتوں کا اندازہ کر لو" ؎۱

حیات موسوی کے آخری ایام

توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے آخری ایام میں ارض موعودہ شام کو دیکھنے کی خواہش کی تھی (استثناء باب ۳ ۲۲ تا ۲۵)

حکم ہوا

" تو کوہ پسگہ کی چوٹی پر چڑھ جا اور مغرب اور شمال اور جنوب اور مشرق کی طرف نظر دوڑا کر اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کیونکہ تو اس یردن کے پار نہیں جانے پائے گا" ؎۲

اور یہ اطلاع بھی آپ کو دیدی گئی کہ

" جب تو اُسے دیکھ لے گا تو تو بھی اپنے لوگوں میں اپنے بھائی ہارونؑ کی طرح جا ملے گا۔ ؎۳

توراۃ کی تصریح کے مطابق اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی ؎۴۔ توراۃ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے متعلق یہ امر بھی حضرت موسیٰ پر واضح فرما دیا گیا کہ :

" دیکھ تو اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائے گا اور یہ لوگ اٹھ کر اس ملک کے اجنبی دیوتاؤں کی پیروی میں جن کے بیچ میں وہ جا کر رہیں گے زناکار ہو جائیں گے اور مجھ کو چھوڑیں گے اور اس عہد کو جو میں نے ان کے ساتھ باندھا ہے توڑ ڈالیں گے" ؎۵

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے مخاطب فرمایا اور انھیں شریعت پر ثابت قدم رہنے اور احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہنے کی نہایت سختی سے تاکید فرمائی۔ بنی اسرائیل کی مستقل ہدایت کے لیے احکام شریعت کو کتابی صورت میں مرتب فرما دیا اور اس کو "خداوند کے عہد کے صندوق" (تابوت سکینہ) میں رکھوا دیا (استثناء باب ۳۱ ۲۴ تا ۲۹) اور قبیلہ بنی لاوی کے ان کاہنوں کو جو اس صندوق کے اٹھانے پر مامور تھے ہدایت فرمائی کہ ہر سات سال کے بعد عید خیام کے موقعہ پر یہ پوری شریعت تمام بنی اسرائیل کو پڑھ کر سنائی جایا کرے تاکہ

؎۱ قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانی فائدہ آیت ۸۰ سورہ کہف صفحہ ۳۹۱ (مطبوعہ مدینہ پریس بجنور)
؎۲ استثناء باب ۳ ۲۷، اس سلسلہ میں مزید دیکھیے استثناء باب ۳۲ ۴۸ تا ۵۲ ؎۳ گنتی باب ۲۷ ۱۳ ؎۴ استثناء باب ۳۱ ۲-
؎۵ ایضاً باب ۳۱ ۱۶-

"وہ سنیں اور سیکھیں اور خداوند تمھارے خدا کا خوف مانیں اور اس شریعت کی سب باتوں پر احتیاط رکھ کر عمل کریں" ؎۱

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

آخری ایام کے خطبات میں سے ایک خطبہ کے دوران میں آپ نے بنی اسرائیل کو مختلف ہدایات فرماتے ہوئے زمانہ مستقبل میں آنے والے ایک پیغمبر اعظم کی اطلاع اس طرح دی:

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا' تم اس کی سننا' یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو' تاکہ میں مر نہ جاؤں' اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں' میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا" ؎۲

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور آپ کی متابعت کا حکم تھا' ذیل کی تصریحات اس سلسلہ میں قابل غور ہیں اس نبی موعود کے متعلق بتایا گیا کہ "یہ تیرے بھائیوں میں سے ہوگا"۔ واضح رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسمٰعیل ؑ اور حضرت اسحٰق ؑ دونوں بھائی تھے۔ حضرت اسحٰق ؑ کی اولاد بنی اسرائیل ہیں اور حضرت اسمٰعیل ؑ کی نسل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مزید ارشاد ہوا "میری مانند" قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝	ہم نے تمھارے پاس (محمدؐ) رسول بھیجے ہیں جو تمھارے مقابلہ میں گواہ ہونگے جس طرح ہم نے فرعون کے پاس

؎۱ استثناء باب ۳۱: ۱۲ ؎۲ ایضاً باب ۱۸: ۱۵ تا ۱۹

(المزمل ۱۵) | (موسیٰ کو پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نامۂ گرامی مسیحی حکمرانوں کے نام ارسال فرمایا ہے اس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں :

من محمد رسول اللہ صاحب موسیٰ واخیہ والمصدق لما جاءبہ موسیٰ	"محمد رسول اللہ کی طرف سے جو موسیٰ کے ساتھی اور ان کے بھائی ہیں اور جو تصدیق کرنے والے ہیں اس کی جو موسیٰ لائے"

پھر ارشاد ہوا "اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم کروں گا وہی وہ ان سے کہے گا" سورہ النجم میں ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (والنجم ۳ و ۴)	اور یہ اپنی خواہش نفسی سے (کوئی بات) نہیں کہتے یہ تو حکم خدا ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

پھر اپنی وفات سے کچھ ہی قبل حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب فرما کر اپنا آخری خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بنی اسرائیل کے مختلف قبیلوں کے متعلق ہدایات اور پیشینگوئیاں تھیں۔ اس خطبہ کی ابتداء میں آپ نے ارشاد فرمایا:-

"خداوند سینا سے آیا
اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا
وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا
اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا
اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی" [1]

یہ الفاظ توراۃ کے اس اردو نسخہ کے ہیں جو "کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ" کے نام سے بائبل سوسائٹی ہندو لنکا (انار کلی لاہور) نے شائع کیا ہے اور جس سے موجودہ کتاب میں ہم نے توراۃ اور

---

[1] استثنا باب ۳۳ : ۲

انجیل کے اقتباسات پیش کیے ہیں' اقتباساتِ بالا کا چوتھا جملہ "اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا" ترجمہ کے اعتبار سے صحیح نہیں' اصل عبارت اور اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

وَانَامرِبیوث قودش — اور وہ آیا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ

"ربوث"، "ربث" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "دس ہزار" عبرانی انگریزی فرہنگ Hebrew English Dictionary میں ربوث کے معنی یہ دیے ہیں:

(Myriad, Ten Thousand) بہت سے' دس ہزار

اس لیے زیرِ نظر اردو ترجمہ میں اس کا ترجمہ جو "لاکھوں" کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ انگریزی نسخہ میں اس مقام کا ترجمہ اب بھی صحیح ہے' یہاں "ربوث" کا ترجمہ "دس ہزار" ہی کیا گیا ہے۔ چنانچہ انگریزی میں یہ آیات اس طرح ہیں۔

"The Lord came from Sinai"
And rose up from Seir unto them.
He shined forth Mount Paran
And he came with ten thousand of saints.
"From his right hand went a fiery law for them."

حضرت موسٰیؑ کے ان الفاظ کو سمجھنے کے لیے چند باتوں کا پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے' سینا تو ظاہر ہے وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسٰیؑ کو نبوت ملی اور پھر جہاں تجلی الٰہی نمودار ہوئی اور توراۃ عطا کی گئی۔ شعیر وہ پہاڑ ہے جس کے پہلو میں بیت لحم واقع ہے جہاں حضرت عیسٰیؑ کی ولادت ہوئی اور فاران مکہ کا پہاڑ ہے جہاں سرورِ کائنات صلعم نے نزولِ اجلال فرمایا ہے۔[1] خود توراۃ کی کتاب پیدائش میں حضرت اسمٰعیلؑ کی ہجرت کے ذکر کے بعد ہے "اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا" اور یہ محقق ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ ہجرت کر کے حجاز میں سرزمین مکہ میں تشریف لائے تھے۔ "آتشی شریعت" سے مراد حکمِ جہاد ہے

[1] سورہ تین میں بھی ان ہی تین مقامات کی قسم کھائی گئی ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۲ پر)

یہاں یہ بات بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ حضرت موسٰیؑ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں ہوا جو ازسرِنو جہاد کا حکم لے کر آیا ہو مزید برآں تاریخ کی یہ ناقابلِ فراموش حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ فتح مکہ کے وقت حضور اکرم صلعم کی جلو میں بسلسلۂ جہاد جو صحابہ کرام تھے ان کی تعداد بھی دس ہزار ہی تھی !

کاش یہود و نصاریٰ ان حقایق پر غور کرتے !

حضرت موسٰیؑ کی وفات

حضرت موسٰیؑ کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور آپ موآب کے میدانوں میں جو یریحو (اریحا) کے مقابل دریائے یردن کے کنارے واقع ہیں مقیم تھے کہ بحکمِ الٰہی آپ کوہ پسگہ کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور وہاں سے تمام ارضِ موعودۂ شام کا نظارہ کیا اور پھر وہیں وفات پائی، توراۃ میں ہے:

"اور موسٰیؑ موآب کے میدانوں سے کوہ نبوؔ کے اوپر پسگہ کی چوٹی پہ جو یریحو کے مقابل ہے چڑھ گیا اور خداوند نے جلعاد کا سارا ملک دان تک اور نفتالی کا سارا ملک اور افرائیم اور منسّی کا ملک اور یہوداہ کا سارا ملک پچھلے سمندر تک اور جنوب کا ملک اور وادیٔ یریحو جو خرموں کا شہر ہے اس کی وادی کے میدان ضُغر تک اس کو دکھایا اور خداوند نے اس سے کہا یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابرہامؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے میں تمہاری نسل کو دوں گا سو میں نے ایسا کیا کہ تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پر تو اس پار وہاں جانے نہ پائے گا پس خداوند کے بندہ موسٰیؑ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی" ؎۲

"موسٰیؑ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی" ؎۳

(بقیہ حاشیہ ۶۸۹) وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ (التین ۱ تا ۳)

قسم ہے (اس مقام کی جو مرکز ہے) انجیر و زیتون کا یعنی (حضرت عیسٰیؑ کا مقام پیدائش بیت لحم) اور قسم طورِ سینا کی اور قسم اس امن والے شہر (یعنی مکہ) کی

؎۱ توراۃ کے دوسرے مقام پر اس کو "عباریم کا پہاڑ" بھی کہا گیا ہے (دیکھو گنتی باب ۲۷-۱۲) ؎۲ استثناء باب ۳۴ آیات ۱ تا ۵ ؎۳ ایضاً باب ۳۴

کوہِ نبو (عباریم) جہاں حضرت موسیٰؑ کا وصال ہُوا (سفارت مملکت اردن، کراچی کے شکریہ کے ساتھ)
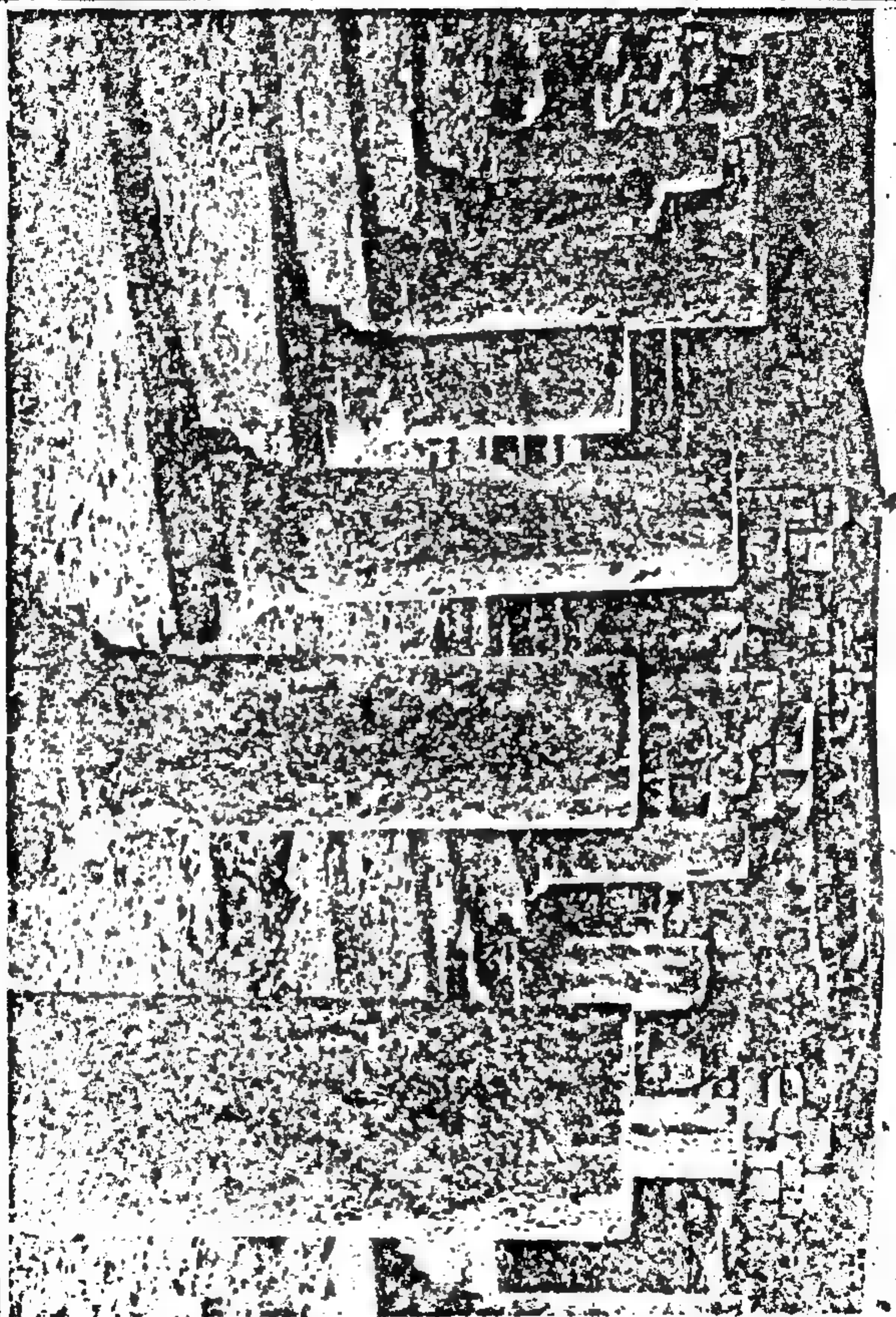
حوالہ صفحہ نمبر ۲۷۳

آپ سنہ ۱۵۲۰ ق م میں تولد ہوئے تھے سنہ ۱۴۰۰ ق م میں وفات پائی۔

صحیح احادیث میں حضرت موسیٰ کی وفات کا ایک عجیب و غریب واقعہ بیان ہوا ہے، ہمیں عجوبوں کا نہ تو اس قدر شائق ہونا چاہیئے کہ ہر بات میں اچنبھوں کی تلاش کرنے لگیں اور نہ ہر عجوبہ سے اس لیے انکار کرنا چاہیئے کہ ہماری محدود عقل کو اس کا تحمل مشکل ہے۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں یہ واقعہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں بیان ہوا ہے احتیاطاً یہاں یہ امر واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے (یعنی اس کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بجز آخری جملہ کے نہیں پہنچتا) روایت یہ ہے

"حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ملک الموت کو حضرت موسیٰ کے پاس بھیجا گیا، ملک الموت نے جا کر کہا "اپنے رب کے حکم کی تعمیل کر" موسیٰ نے ملک الموت کی آنکھ پر گھونسا مارا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی، فرشتہ موت خداوند تعالیٰ کے پاس واپس گیا اور عرض کیا الٰہی تو نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا، خداتعالیٰ نے ملک الموت کو دوبارہ آنکھ عطا فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ واپس جا کر اس سے کہو اگر تو زندگی چاہتا ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ جس قدر بال تیرے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے ہی سال کی تیری عمر ہوگی (ملک الموت نے موسیٰ کے پاس جا کر حکم خدا پہنچا دیا) موسیٰ نے کہا الٰہی اس کے بعد کیا ہوگا؟ خداتعالیٰ نے فرمایا "موت" حضرت موسیٰ نے عرض کیا تو پھر ابھی سہی، اس کے بعد حضرت موسیٰ نے خدا سے دعا کی کہ مجھے بیت المقدس سے ایک پتھر پھینکنے کی مسافت تک قریب کر دے (خداتعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بیت المقدس کے پاس پہنچا دیا) اور آپ نے وفات پائی"

حضرت موسیٰ کی قبر | توراۃ میں ہے:

"اور اس نے (خداوند نے) اسے (موسیٰ کو) مواب کی ایک وادی میں بیت فغور (Beth peor) کے مقابل دفن کیا پہ آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں"۔[1]

---

[1] استثنا باب ۳۴، ۶

لیکن مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی بھی خبر دی ہے، حضرت ابوہریرہؓ کی اسی مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں ہے:

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا، میں تم کو موسیٰ کی قبر بتلائے دیتا ہوں، سرخ ٹیلے کے نیچے، راستہ کے کنارہ پر"

ضیاء مقدسی کہتے ہیں کہ اریحا (یریحو) میں سرخ ٹیلے کے قریب ایک قبر ہے جس کو حضرت موسیٰ کی قبر بتایا جاتا ہے، یہ بیان توراۃ اور حدیث کے بیانات کے مطابق نظر آتا ہے۔

حضرت موسیٰ کا حلیہ

احادیث صحیحہ میں حضرت موسیٰ کا حلیہ بھی مذکور ہوا ہے اس سلسلہ میں صحیح بخاری کی حسب ذیل احادیث قابل مراجعت ہیں:

(۱) "حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا، جس رات مجھے (آسمان پر) لیجایا گیا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، موسیٰ ایک چھریرے بدن کے آدمی تھے بال سیدھے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ قوم شنورہ کے لوگوں میں سے ہیں" (کتاب الانبیاء)

(۲) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، حضور گرامیؐ نے .... شب معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ موسیٰ گندمی رنگ اور دراز قد کے آدمی تھے، معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شنورہ کے آدمیوں میں سے ہیں"۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء)

(۳) مجاہدؒ کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "موسیٰ کے بال گھونگر والے اور رنگ گندمی تھا، میری نظر میں وہ منظر ہے کہ حضرت موسیٰ سرخ اونٹ پر جس کی ناک میں پوست کھجور کی نکیل پڑی تھی سوار ہو کر تکبیر کہتے ہوئے وادی کے اندر اتر رہے ہیں"۔ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

(۴) حضرت ابن عمر کہتے ہیں، حضور انور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ (شب معراج) میں نے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، اور حضرت ابراہیم کو دیکھا .... موسیٰ کا رنگ گندمی، دراز قد اور بال سیدھے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ زط میں (صحیح بخاری کتاب الانبیاء)

اس حدیث میں لفظ "زط" آیا ہے، علامہ سید سلیمان ندوی اور دیگر علمائے تاریخ نے فیصلہ کیا ہے کہ "زط" ہندوؤں کی ایک قوم ہے جس کو ہندوستان میں "جاٹ" کہتے ہیں "جاٹ" ہی کا معرب "زط" ہے۔

شرم و حیا

حضرت موسیٰؑ بڑے باحیا اور باشرم انسان تھے، اس سلسلہ میں احادیث صحیحہ میں حسب ذیل واقعہ مذکور ہوا ہے:

"حضرت ابوہریرۃ رضؓ کہتے ہیں حضور والاؐ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰؑ نہایت باحیا اور ستر کو چھپانے والے تھے، چونکہ ان کے مزاج میں شرم تھی اس لیے کوئی اُن کے حصّۂ بدن کو نہ دیکھ سکتا تھا لیکن بعض موذی بنی اسرائیل نے ان کو ایذا پہنچائی اور کہنے لگے یہ اس قدر پردہ صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ہے، برص ہے یا بادخایہ ہے یا کوئی اور مرض، اس لیے خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی افتراء بندی سے بری کر دے چنانچہ ایک روز حضرت موسیٰؑ تنہائی میں غسل کرنے کھڑے ہوئے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھے اور خود غسل کرنے لگے، غسل سے فارغ ہو کر جب کپڑے لینے کے لیے بڑھے تو پتھر کپڑے لیکر بھاگا، موسیٰؑ لاٹھی لیکر (برہنہ) پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے چلے او پتھر میرے کپڑے، او پتھر میرے کپڑے، یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس تک پہنچ گئے، لوگوں نے ان کو برہنہ دیکھ لیا اور معاینہ کر لیا کہ بہت ہی عمدہ ساخت کے آدمی ہیں، خدا تعالیٰ نے اس ذریعہ سے بنی اسرائیل کی افترا بندی سے ان کو بری کر دیا، بالآخر پتھر بھی رُک گیا، موسیٰؑ نے اپنے کپڑے بھی لے لیے اور پھر لاٹھی سے پتھر کو مارنے لگے، حضورؐ فرماتے ہیں خدا کی قسم موسیٰؑ کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشان پڑ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا، خدا تعالیٰ کے مذکورۂ ذیل قول کا یہی مطلب ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰہِ وَجِیْھًا [1] یعنی اے مسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح

---

[1] سورۂ احزاب، آیت ۶۹ (رکوع ۹)

نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قول سے موسیٰ کو بری کر دیا تھا،
کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ باآبرو تھے" (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

شب معراج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ سے ملاقات

صحیح بخاری میں شب

معراج کے واقعہ کے متعلق حضرت مالک بن صعصعہؓ کی جو طویل حدیث ہے اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر حضور انور کی حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی[1] اس مقام پر حدیث کے الفاظ یہ ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

"وہاں حضرت موسیٰ کو دیکھا جبریلؑ نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کر دیں میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا، اچھے بھائی اور اچھے نبی خوش آمدید، وہاں سے جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ رونے لگے، دریافت کیا گیا، آپ کیوں روتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا اس لیے روتا ہوں ایک نوجوان لڑکا جو میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی اُمت کے آدمی میری اُمت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔"

اسی حدیث میں آگے چل کر مذکور ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلوت خاص میں شرف باریابی کے بعد پچاس نمازوں کی فرضیت کا حکم لے کر واپس لوٹے تو حضرت موسیٰ سے پھر ملاقات ہوئی اس مقام پر حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"جب میں وہاں سے لوٹا تو حضرت موسیٰ کی طرف سے گذر ہوا، موسیٰ نے پوچھا، آپکو کیا حکم ملا؟ میں نے جواب دیا کہ روزانہ پچاس نمازوں کا، موسیٰ بولے آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی خدا کی قسم میں لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں۔ آپ خدا تعالیٰ کے پاس پھر واپس جایئے اور اپنی اُمت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے میں لوٹ کر گیا تو خدا تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں لیکن حضرت موسیٰ کے پاس واپس آیا تو

---

[1] حضور انور کو حضرت موسیٰ سے ملاقات کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی اور فرما دیا گیا تھا کہ آپ اس کے متعلق کسی قسم کا شک نہ کریں سورۂ سجدہ میں فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ (السجدہ ۲۳) تم ان سے (حضرت موسیٰ سے) ملنے کے متعلق شک نہ کرنا چنانچہ یہ ملاقات شب معراج میں ہوئی۔

انھوں نے پھر وہی گفتگو کی، میں دوبارہ واپس گیا، خدا تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں، میں موسیٰ کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی گفتگو کی، میں لوٹ کر پھر گیا خدا تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں۔ میں موسیٰ کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی گفتگو کی اور میں واپس گیا اور روزانہ دس نمازوں کا حکم مجھے دے دیا گیا، میں موسیٰ کے پاس آیا، انھوں نے وہی گفتگو کی، میں واپس گیا اور بالآخر پانچ نمازوں کا حکم ہو گیا، میں موسیٰ کے پاس آیا۔ موسیٰ نے پوچھا اب آپ کو کیا حکم ملا؟ میں نے کہا پانچ نمازوں کا۔ موسیٰ بولے آپ کی امت روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی، میں لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل سے میرا اچھی طرح سابقہ پڑ چکا ہے آپ خدا تعالیٰ کے پاس واپس جایئے اور اس سے اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے، میں نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ سے میں (بہت) درخواستیں کر چکا، اب مجھے شرم آتی ہے میں حکم خدا پر راضی ہوں اور اس کو مانتا ہوں، جب میں موسیٰ کے پاس سے آگے بڑھا تو آواز آئی میں اپنا فرض جاری کر چکا اور اپنے بندوں کے لیے میں نے تخفیف کر دی"۔

ازواج واولاد

توراۃ میں حضرت موسیٰ کی متعدد ازواج کا ذکر ہے:

(۱) آپ کی سب سے پہلی شادی جناب صفورہ Zipparah, سے ہوئی جو حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی تھیں، ان سے آپ کے دو فرزند تولد ہوئے (۱) جیرسوم Gershom اور (۲) الیعزر یا الیسرز (Eleasar) یہ دونوں مدین ہی میں تولد ہوئے تھے جب آپ مصر سے بھاگ کر مدین میں مقیم ہوئے تھے اور شادی کے بعد آپ حضرت شعیبؑ کے پاس مدت موعودہ گذار رہے تھے" (خروج باب ۲، ۲۱ و ۲۲، اور خروج باب ۱۸، ۲۰)

(۲) ایک کوشی عورت (گنتی باب ۱۲، ۱) جس کا نام مذکور نہیں ہے انگریزی میں اس کو Ethiopian. بتایا گیا ہے یعنی حبشی النسل

(۳) ایک اور بیوی، ان کا بھی نام مذکور نہیں ہے البتہ ان کے باپ کا نام قینی بتایا گیا ہے۔ (قاضیون باب ۱، ۱۶)

(۴) ایک اور بیوی ان کا بھی نام نہیں بتایا گیا ہے، البتہ ان کے والد کا نام رویائیل مذکور ہوا ہے ان سے ایک فرزند تولد ہوئے جن کا نام "حوباب" Hobab. تھا۔

فضائل حضرت موسیٰ نہایت عظیم المرتبت، بغایت اولوالعزم اور بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے، توراۃ میں ہے:

"اور اس وقت سے (یعنی حضرت موسیٰ کی وفات سے) اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خدا نے روبرو باتیں کیں، نہیں اٹھا"۔[1]

قرآن کریم میں آپ کے بہت فضایل مذکور ہوئے ہیں، سورۂ نسا میں شرف تکلّم کا ذکر ہے جو آپ کا بہت بڑا شرف ہے:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ (نساء ۴ ۱۶۴)	اور موسیٰ سے خدا تعالیٰ نے باتیں کیں۔

سورۂ انعام میں عطائے توراۃ کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ (انعام ۶ ۱۵۴)	پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تاکہ ان لوگوں پر جو نیکوکار ہیں نعمت پوری کردیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان (ہے) اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ لوگ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کریں

سورہ اعراف میں آپ کی برگزیدگی اور فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے:

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۡ ۖ (اعراف ۷ ۱۴۴)	(اللہ تعالیٰ نے ارشاد) فرمایا، موسیٰ! میں نے لوگوں میں تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے ممتاز کیا۔

سورۂ ھود میں ہے:

كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ (ھود ۱۷)	موسیٰ کی کتاب جو پیشوا اور رحمت ہے

سورہ مریم میں ہے:

---

[1] استثناء باب ۳۴ ۱۰

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (مریم ۵۱)

اور کتاب میں موسیٰ کا ذکر کرو بیشک وہ (ہمارے) برگزیدہ (بندے) اور پیغمبر مرسل تھے۔

سورہ طٰہٰ میں خود حضرت موسیٰ سے اس طرح خطاب ہوتا ہے:

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝

پھر اے موسیٰ تم (قابلیت رسالت کے) اندازہ پر آپہنچے اور میں نے تم کو (خاص) اپنے لیے بنایا ہے

سورہ انبیاء میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

(انبیاء ۴۸)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارونؑ کو (حق و باطل میں) فرق کردینے والی اور (سرتاسر) روشنی اور نصیحت (کی کتاب) عطا کی پرہیزگاروں کے لیے

سورہ قصص میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(قصص ۴۳)

اور ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰؑ کو کتاب دی جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے۔ تاکہ نصیحت پکڑیں

سورہ صافات میں ہے:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي

اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر بھی احسان کیے اور ان کو اور ان کی قوم کو مصیبت عظیمہ سے نجات بخشی اور ان کی مدد کی تو وہ غالب ہوگئے اور ان دونوں کو کتاب واضح (المطالب) عنایت کی اور ان کو سیدھا راستہ دکھایا۔ اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر (خیر) باقی

الْاٰخِرِیْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (قصص ۱۱۴ تا ۱۲۲)

چھوڑ دیا، موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام ہو بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

سورۂ احزاب میں ہے

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ۝ (احزاب ۶۹)

اور وہ (موسیٰؑ) خدا کے نزدیک ابرو والے یا آبرو والے تھے۔

سورۂ دخان میں ہے۔

وَجَاءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِیْمٌ ۝ (دخان ۱۷)

اور ان کے (یعنی قوم فرعون کے) پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے۔

سورۂ احقاف میں ہے،

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّرَحْمَةً ط (احقاف ۱۲)

اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب (لوگوں کے لیے) رہنما اور رحمت تھی۔

احادیث صحیحہ میں بھی حضرت موسیٰؑ کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں آپ کے صبر وضبط کی تعریف اس طرح آئی ہے۔

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رجنگ حنین کے دن) رسول اللہ صلعم نے کچھ مال تقسیم کیا، ایک شخص بولا کہ یہ تقسیم رضائے خدا کی جستجو کے لیے نہیں ہوئی ہے۔ میں نے حضورؐ سے جا کر یہ خبر کہہ دی۔ آپ سن کر غضبناک ہوئے کہ چہرۂ مبارک پر غصّہ کے آثار معلوم ہونے لگے، پھر فرمایا خدا موسیٰؑ پر رحم کرے اس کو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی اور اس نے صبر کیا تھا۔

صحیح بخاری ہی میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں حضرت موسیٰؑ کی فضیلت اس طرح

بیان ہوئی ہے۔

"حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن صور کی آواز سے لوگ بیہوش ہو جائیں گے سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا اُٹھ کر دیکھوں گا تو حضرت موسیٰؑ عرش کا پایہ پکڑے نظر آئیں گے معلوم نہیں وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے ہوں گے یا طور کی بیہوشی ان کو مجرا ہو جائے گی اور وہ بیہوش ہی نہ ہوں گے۔"

صحیح بخاری ہی میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے بھی مذکور ہے اس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "مجھے موسیٰؑ پر فوقیت نہ دو" حضورؐ کا یہ ارشاد تواضع و انکسار کی وجہ سے ہے چونکہ دوسری جگہ خود آپ کا یہ واضح ارشاد موجود ہے۔

انا سید ولد آدم ولا فخر	بغیر فخر و مباہات کے کہتا ہوں کہ میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔

هرُوتِ نبیا (مریم ۵۳)
ہارونؑ پیغمبر

AARON
حضرت ہارُون علیہ السلام
(۱۵۲۳ ق م تا ۱۴۰۰ ق م)

حضرت ہارون کا تذکرہ توراۃ اور قرآن میں

توراۃ اور قرآن میں حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ہوا ہے، اس لیے توراۃ اور قرآن کے وہ تمام مقامات جن کی طرف ہم موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے سلسلہ میں اوپر اشارہ کر چکے ہیں حضرت ہارون علیہ السلام کے سلسلہ میں بھی قابل مراجعت ہیں، پھر بھی قرآن کریم کے وہ مقامات جہاں حضرت ہارون کا نام یا فضیلت مذکور ہوئی ہے یا آپ کا ذکر خصوصی طور پر ہوا ہے حسب ذیل ہیں:

(۱) سورۂ نساء (آیت ۱۶۳)، (۲) سورہ انعام آیت ۸۴ (۳) سورہ یونس آیات ۷۵ و ۸۶۔ (۴) سورۂ اعراف آیات ۱۱۱ و ۱۱۲، ۱۲۲، و ۱۵۰، ۱۵۱، (۵) سورۂ مریم آیت ۵۳ (۶) سورہ طٰہٰ آیات ۲۹ تا ۳۶، ۴۲، ۷۰، ۹۰، ۹۲ تا ۹۴ (۷) سورہ انبیاء آیت ۴۸؛ (۸) سورہ مومنون آیت ۴۵ (۹) سورہ فرقان آیات ۳۵، ۳۶، (۱۰) سورۂ شعراء آیات ۱۳ و ۴۸ اور (۱۱) سورۂ قصص آیات ۳۴ و ۳۵۔

حضرت ہارونؑ کا مقام توراۃ اور قرآن میں

توراۃ نے آپ کی نبوت کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ آپ کو ”کاہن“ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

یہودیوں میں "کاہن" کا مقام اور حیثیت وہی ہے جو مسلمانوں میں "امام" کی مشہور جرمن فاضل ہینریخ بوالڈ (Heinrich Buald) لکھتا ہے۔

"جس طرح یہودیوں کے یہاں "کاہن" اور مسلمانوں کے یہاں "امام" کا لفظ ہے"[1]

توراۃ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارونؑ کے متعلق عبادت خانہ کا انتظام اور شریعت اور قربانی وغیرہ کی رسوم کی انجام دہی تھی اور بنی اسرائیل کی جماعت کے آپ ہی امام تھے مگر قرآن کریم نے آپ کے صحیح مقام کو واضح کیا ہے اور بالتصریح بتایا ہے کہ آپ صرف "امام" ہی نہیں بلکہ ایک جلیل القدر نبی اور پیغمبر تھے، سورۂ مریم میں ہے:

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ (مریم ۵۳)	اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو (یعنی موسیٰؑ) کو ان کا بھائی ہارونؑ پیغمبر عطا کیا،

قرآن کریم نے حضرت ہارونؑ کو منصب نبوت میں حضرت موسیٰؑ کا شریک کار، مددگار اور "وزیر" فرمایا ہے، سورۂ فرقان میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝ (فرقان ۳۵)	اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی اور ان کے بھائی ہارون کو (ان کا) وزیر (یعنی مددگار) بنا کر ان کے ساتھ کیا۔

چنانچہ فرعون کے پاس جانے کا دونوں کو حکم دیا گیا، سورۂ طٰہٰ میں ہے:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ (طٰہٰ ۴۲، ۴۳)	تم (اے موسیٰؑ) اور تمہارا بھائی ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہو رہا ہے

بنی اسرائیل کے دوران قیام مصر میں جب نماز کا حکم نازل ہوا تو اس کی وحی بھی حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں کی طرف بھیجی گئی۔ سورۂ یونس میں ہے:

---

[1] تاریخ بنی اسرائیل ترجمہ انگریزی جلد اول صفحہ ۲۵ حاشیہ

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (یونس ۸۷)

اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ (یعنی مسجد) ٹھہراؤ، اور نماز قائم کرو اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو

یہاں تک کہ عطائے توراۃ کی نسبت بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں سے کی گئی ہے، سورۂ انبیاء میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ (انبیاء ۴۸)

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون ؑ کو (ہدایت و گمراہی میں) فرق کر دینے والی اور (سراپا) روشنی اور نصیحت (کی کتاب) عطا کی پرہیزگاروں کے لیے۔

حضرت ہارونؑ کی تاریخ پیدائش و وفات

حضرت ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت موسیٰ کے تذکرہ میں ہم یہ تحقیق پیش کر چکے ہیں کہ آپ کا سن پیدائش ۱۵۲۰ ق م ہے توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون عمر میں حضرت موسیٰ سے تین سال بڑے تھے۔ کتاب خروج میں ایک موقع پر یہ تصریح ملتی ہے:

"اور موسیٰ اسی برس اور ہارون تراسی برس کا تھا جب وہ فرعون سے ہم کلام ہوئے"[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ سے تین سال پہلے پیدا ہوئے چنانچہ آپ کا سن پیدائش ۱۵۲۳ ق م برآمد ہوتا ہے، حضرت موسیٰ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی، توراۃ میں ہے:

"اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا"[2]

---

[1] خروج باب ۷
[2] استثناء باب ۳۴

چنانچہ آپ کا سن وفات ۱۴۰۰ق م ہے

حضرت ہارونؑ ایک سو تیئیس سال حیات رہے، توراۃ میں ہے:

"اور جب ہارونؑ نے کوہ ہور پر وفات پائی تو وہ ایک سو تیئیس برس کا تھا"[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کا سن وفات ایک ہی ہے یعنی ۱۴۰۰ق م

جن لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت ہارونؑ کا انتقال حضرت موسیٰؑ سے دو سال پیشتر ہوا[2] ان

ان کا قول غیر مستند اور ناقابل قبول ہے، غالباً ان کی نظر توراۃ کی ان تصریحات پر نہیں پڑی، معلوم

ہوتا ہے کہ یہ خیال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت ہارونؑ کی وفات سے حضرت موسیٰؑ کی وفات تک

بہت سے واقعات اور جنگوں کا ذکر توراۃ میں ہوا ہے، غالباً یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ ان واقعات کے رونما

ہونے میں کم و بیش دو سال کا عرصہ لگا ہوگا، مگر واقعہ یہ نہیں ہے، دراصل یہ واقعات کم و بیش ایک

سال کے اندر ہی رونما ہوئے۔

پیدائش اور ابتدائی زندگی

آپ کے والد کا نام عمرام (عمران) اور والدہ ماجدہ کا نام یوکبد تھا۔ آپ کی ولادت مصر ہی میں حضرت موسیٰؑ سے تین سال پہلے ہوئی

اور وہیں آپ نے پرورش پائی۔ آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات توراۃ میں مذکور نہیں ہیں۔

فصاحت

البتہ توراۃ اور قرآن کریم دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت خوش کلام اور فصیح البیان تھے، توراۃ میں ہے کہ خداوند نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا:

"کیا لاویوں میں سے ہارونؑ تیرا بھائی نہیں ہے؟ میں جانتا ہوں کہ وہ

فصیح ہے .... اور وہ تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ تیرا منہ بنے گا"[3]

اور قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کی زبانی ارشاد ہے:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا (قصص ۳۴)	اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے بہت، زیادہ فصیح البیان ہے۔

---

[1] گنتی باب ۳۳ ۳۹۔ [2] ملاحظہ ہو رحمۃ للعالمین جلد دوم۔ (مصنفہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری)

[3] خروج باب ۴ ۱۴ (۱۶)

منصبِ نبوّت

حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے، کوہ طور پر جب حضرت موسیٰؑ کو منصب نبوت عطا ہوا اور فرعون اور اس کی قوم کی طرف جانے کا حکم ملا تو حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۙ هٰرُوْنَ اَخِي ۙ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۙ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۙ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۙ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۭ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا (طٰہٰ ۲۹ تا ۳۵)	اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اسے میری قوت بازو بنا اور میرے کام میں شریک کر تا کہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، بے شک تو ہم کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

جواب ملا:

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (طٰہٰ ۳۶)	فرمایا موسیٰؑ! تیری دعا قبول کی گئی

اور فی الفور حضرت ہارونؑ کو بھی منصب نبوت پر فائز فرما دیا گیا اور آپ کو حضرت موسیٰؑ کا "وزیر" بنایا گیا اور اس طرح آپ حضرت موسیٰؑ کے مددگار اور شریک کار، ان کی تصدیق کرنے والے اور ان کی قوتِ بازو بن گئے اور اب بارگاہِ الٰہی سے دونوں کو ایک ساتھ حکم ہوا:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ (طٰہٰ ۴۲)	تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

اور اسی وجہ سے سورہ فرقان میں ارشاد ہوا ہے:

وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا (فرقان ۳۵)	اور ان کے بھائی ہارونؑ کو (ان کا) وزیر بنا کر ان کے ساتھ کیا۔

اس وقت سے آخری لمحہ تک حضرت ہارونؑ کی ساری زندگی حضرت موسیٰؑ کی معیت و رفاقت اور حمایت و نصرت میں بسر ہوئی۔

مذکورہ بالا واقعہ کے وقت حضرت موسیٰؑ مدین میں اور حضرت ہارونؑ مصر میں تھے اب مراجعت مصر کا حکم پاکر حضرت موسیٰؑ مع اہل وعیال کے مدین سے روانہ ہو گئے اور ادھر مصر میں،

"خداوند نے ہارونؑ سے کہا کہ بیابان میں جاکر موسیٰؑ سے ملاقات کر" [1]

چنانچہ حضرت ہارونؑ فوراً حضرت موسیٰؑ کے استقبال اور ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے اور کوہِ سینا پر آکر ان سے ملے، حضرت موسیٰؑ کو بوسہ دیا، حضرت موسیٰؑ نے وہ تمام باتیں آپ کو بتائیں جو اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر آپ سے فرمائی تھیں اور ان تمام معجزات کا بھی ذکر کیا جو آپ کو عطا کیے گئے تھے۔ اب یہ دونوں یہاں سے روانہ ہو کر مصر پہنچے اور وہاں بنی اسرائیل کے بزرگوں کو جمع کر کے ان سے حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف سے خطاب فرمایا اور یہ معلوم کر کے کہ فرعون کے مظالم سے اب ان کی نجات کا وقت قریب آگیا ہے بنی اسرائیل کے یہ بزرگ سجدہ میں گر پڑے۔ (خروج باب ۲۸ تا ۳۱)

فریضۂ نبوت کی انجام دہی میں حضرت ہارونؑ ہر وقت اور ہر جگہ حضرت موسیٰؑ کے دوش بدوش رہے، فرعون کے دربار میں دونوں پہنچے، ساحرینِ فرعون سے مقابلہ کے وقت بھی وہ دو مردانِ حق تھے جو باطل کی قوتوں اور صف آرائیوں کے مقابلہ میں تنہا جمع ہوئے تھے، اور جب

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (اعراف ۱۱۸)	حق ظاہر ہو گیا اور جو انھوں نے کیا تھا باطل ہو گیا۔

اور ساحرینِ فرعون بے ساختہ اور بے اختیار سجدہ میں گر پڑے تو ان کے منہ سے یہی صدائے حق آرہی تھی:

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ○ (اعراف ۱۲۱، ۱۲۲ شعراء ۴۷، ۴۸)	ہم پروردگارِ عالم پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارونؑ کے پروردگار (پر ایمان لائے)

فرعون کے تمرّد و تکبر پر مصریوں پر مختلف آزمائشیں اور سختیاں نازل ہوئیں، تورات کا بیان ہے کہ

---

[1] خروج باب ۲۷

حضرت موسیٰ کے حکم سے حضرت ہارون نے آپ کا عصا اٹھا کر دریائے نیل پر مارا تو تمام پانی خون بن گیا (خروج باب ۷ ، ۱۴ تا ۲۵) پھر حضرت ہارونؑ نے وہ لاٹھی اٹھا کر دریا پر ماری تو سارے ملک میں مینڈک بھر گئے (خروج باب ۸ ، ۱ تا ۸) اور پھر آپ نے حضرت موسیٰ کا عصا، زمین کی گرد پر مارا تو تمام مصر میں جوئیں بھر گئیں (خروج باب ۸ ، ۱۶ تا ۱۹)

بالآخر آپ حضرت موسیٰ کی معیت میں بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے روانہ ہوئے اور بیابان سینا میں آ گئے۔

نیابت موسوی جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر چالیس روزہ اعتکاف کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا اور رشد و ہدایت اور نفاذ احکام شریعت و ریاست کے وہ اختیارات جو خود حضرت موسیٰ کی ذات سے مخصوص تھے وہ آپ نے حضرت ہارونؑ کو تفویض فرما کر بنی اسرائیل کی ہدایت کا کام آپ کے سپرد فرما دیا اور آپ کو اس سلسلہ میں ضروری ہدایات دیں کہ بنی اسرائیل تلون مزاج لوگ ہیں، اگر میری غیبت میں یہ کسی گمراہی کی طرف بڑھیں تو ان کو روکنے کی کوشش کرنا اور میرے طریق کار پر عمل پیرا رہنا، نیز اس کا بھی خیال رکھنا کہ میرے پیچھے بنی اسرائیل میں افتراق و انتشار پیدا نہ ہو، سورہ اعراف میں ہے:

وَقَالَ مُوسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (اعراف ۱۴۲)	اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ میرے (کوہ طور پر جانے کے) بعد تم میری قوم میں میرے خلیفہ ہو (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کے راستہ پر نہ چلنا۔

لیکن حضرت موسیٰ کے فراز طور پر تشریف لے جاتے ہی کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ حضرت موسیٰ نے جن احتمالات کی بناء پر حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کی اصلاح کرتے رہنے کی ہدایت فرمائی تھی وہ بالآخر صحیح ثابت ہوئے، بنی اسرائیل مصر سے چلتے وقت مصریوں کے جو

زیورات اپنے ساتھ لائے تھے' حضرت موسیٰ کے تشریف لے جانے کے بعد سامری نے ان کو گلا کر سونے کا ایک بچھڑا بنایا' مصری بتوں کی پوشیدہ کاریگریوں کا اس کو علم تھا اس نے ایک کل بنا کر بچھڑے میں لگادی اور اس میں سے ایک قسم کی آواز نکلنے لگی' سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت موسیٰ نہ معلوم کہاں اور کس خدا کو تلاش کرتے گئے ہیں' تمھارا خدا تو یہ ہے اور بنی اسرائیل اس بچھڑے کے گرد معتکف ہو گئے اور اس کو پوجنا شروع کر دیا۔

حضرت ہارونؑ نے یہ کیفیت دیکھی تو سخت مضطرب ہوئے اور بنی اسرائیل کی ہدایت و اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی' آپ نے وصیت موسوی پر پوری طرح عمل کیا اور بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے صاف طور پر فرما دیا:

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ج وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ٥ (طٰہٰ ۹۰)	لوگو' اس سے صرف تمھاری آزمایش کی گئی ہے اور تمھارا پروردگار تو خدا ہے' تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو'

لیکن قوم اپنی گمراہی پر جمی رہی اور اس نے نہایت گستاخی سے جواب دیا:

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ٥ (طٰہٰ ۹۱)	وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس (کی پوجا) پر قائم رہیں گے

اور صرف یہی نہیں بلکہ جب ہارونؑ نے بنی اسرائیل کو اس شرک سے باز رکھنے اور ان کی اصلاح و ہدایت کی مزید کوشش کی تو بنی اسرائیل بگڑ اٹھے اور حضرت ہارونؑ کے قتل کے درپے ہو گئے' سورۂ اعراف میں خود حضرت ہارونؑ کی زبانی ارشاد ہے:

وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۡ صلے (اعراف ۱۵۰)	اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ہارونؑ کی مساعی اصلاح کس درجہ شدید ہو گئی' لیکن بالآخر اس خیال سے کہ کہیں بنی اسرائیل میں افتراق و انتشار بھی پیدا نہ ہو جائے' آپ حضرت موسیٰؑ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے'

حضرت موسیٰؑ کی واپسی اور حضرت ہارونؑ سے باز پرس

ادھر کوہ طور پر وحی الٰہی نے حضرت موسیٰؑ کو قوم کی گمراہی کی اطلاع دی تو آپ انتہائی رنج وملال اور غیض وغضب کے عالم میں بعجلت تمام واپس تشریف لائے، توراۃ کا بیان ہے کہ جب آپ بنی اسرائیل کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو آپ نے بنی اسرائیل کی آواز سُنی یہ اسی بچھڑے کی پوجا کے گانوں کی آواز تھی، اُس وقت حضرت موسیٰؑ کے خادم خاص، حضرت یوشعؑ بن نون آپ کے ہمراہ تھے، انھیں گمان ہوا کہ غالباً یہ جنگ کی آواز ہے توراۃ میں ہے:

"اور جب یشوع نے لوگوں کی للکار کی آواز سُنی تو موسیٰ سے کہا کہ لشکرگاہ میں لڑائی کا شور ہو رہا ہے، موسیٰ نے کہا یہ آواز نہ تو فتحمندوں کا نعرہ ہے نہ مغلوبوں کی فریاد مجھے تو گانے والوں کی آواز سُنائی دیتی ہے اور لشکرگاہ کے نزدیک آکر اس نے وہ بچھڑا اور ان کا ناچنا دیکھا" [۱]

اس واقعہ نے حضرت موسیٰؑ کے غیض وجلال کو اور بھی زیادہ شدید کر دیا، اور غالباً اس خیال سے آپ کو سخت اذیت ہوئی ہوگی کہ گمراہی اس حد تک بڑھ چکی ہے اور حضرت ہارونؑ ان میں موجود ہیں، قوم کے لوگوں میں جب آپ پہنچے تو سب سے پہلے آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ڈھونگ رچایا ہے اور یہ کیا حرکت ہے؟ قوم آپ کے جلال اور جوش ایمانی کو دیکھ کر لرزہ براندام ہوگئی اور کہنے لگی، ہم بے قصور ہیں، یہ غلطی ہم نے اپنے اختیار سے نہیں کی، سامری نے ہمارے زیورات کو گلا کر یہ بچھڑا ڈھالا اور کہا کہ موسیٰؑ بھول گئے ہیں تمھارا معبود تو یہ ہے، چنانچہ ہم اس کی پرستش کرنے لگے۔ (طٰہٰ ۸۷ تا ۸۹) قوم کے اس جواب سے بھی حضرت موسیٰؑ کو یہ اطلاع نہ مل سکی کہ حضرت ہارونؑ نے ان کو اس گمراہی سے باز رکھنے کے لیے کیا کیا اور ان کی اصلاح وہدایت کی کس قدر کوشش کی، چنانچہ اب شدت غضب اور بغض فی اللہ سے معمور ہو کر احکام شریعت کی تختیاں جواب تک

---

[۱] خروج باب ۳۲، ۱۷ تا ۱۹)

آپ کے ہاتھ میں تھیں ایک طرف ڈال دیں اور حضرت ہارونؑ کی طرف بڑھ کر ان کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ لیے اور کھینچنے لگے!

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ (اعراف ۱۵۰)	اور شدت غضب سے موسیٰؑ نے وہ تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔

اور فرمایا کہ یہ لوگ اگر شرک و گمراہی میں مبتلا ہوئے تو یہ تو اندھے اور بہرے، بے عقل اور جاہل تھے، بہک گئے، مگر تم تو محرم اسرار حقیقت تھے، تم تو علم و عرفان اور یقین و ایمان کی آخری منزلوں پر کھڑے تھے، تم کس طرح باطل کے اس تماشہ کو دیکھتے رہے اور خاموش رہے، تم نے یہ کیوں نہ کیا کہ فوراً ان کو روک دیتے یا اسی وقت میرے پیچھے چلے آتے اور اس کی اطلاع کر دیتے، آخر تم نے میرے حکم سے سرتابی کیسے کی؟

قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ (طٰہٰ ۹۲، ۹۳)	کہا کہ ہارونؑ، جب تم نے ان کو دیکھا تھا کہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم کو اس امر سے کس چیز نے روکا کہ تم میرے پیچھے چلے آؤ، کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟

قاعدہ ہے کہ اگر کسی شخص سے ایک کوتاہی یا غلطی اس کی کم عقلی، ناسمجھی، بے علمی یا نااہلی کی بنا پر صادر ہو تو اس پر اتنا غصہ نہیں آتا جتنا اس شخص پر جو پورے علم و عقل اور اہلیت کا مالک ہو، پھر نفسیات کا یہ ایک دقیق نکتہ ہے کہ جس سے جتنی زیادہ محبت اور قلبی لگاؤ ہو اس کی غیر متوقع تقصیر اور کوتاہی پر اتنا ہی زیادہ غصہ آتا ہے، یہی حال حضرت موسیٰؑ کے جلال کا اس وقت تھا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی اور تساہل کا گمان کر کے اس قدر برافروختہ اور دینی حمیت و غیرت کے جوش

سے اس قدر بے قابو ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف لپکے اور حرارتِ ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لیے' معاذ اللہ' ہارونؑ کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ ہارونؑ خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے' پھر ایک اولوالعزم پیغمبر سے یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کی جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو ذرہ بھر توہین کا ارادہ کرے؟ نہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جب کہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بناء پر لبغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے' حضرت ہارونؑ کی نسبت یہ خیال گذر رہا تھا کہ شاید انھوں نے اصلاحِ حال کی پوری کوشش نہیں کی حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کر گئے تھے' بے شک ہارونؑ نبی اور عمر میں بڑے تھے مگر رتبہ میں موسیٰؑ ان سے بڑے تھے اور سیاسی و انتظامی حیثیت سے ہارونؑ کو ان کا وزیر اور تابع بنایا گیا تھا، اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیادت و حکومت کا ظہور ہوا، گویا ان کی طرف سے یہ دار و گیر اور سخت باز پرس حضرت ہارونؑ کی تقصیر مظنون پر ایک قسم کی فعلی ملامت تھی جس سے قوم کو بھی پوری طرح متنبہ کر دیا گیا کہ پیغمبر کا قلب لنشۂ توحید سے کس قدر سرشار اور سینۂ شرک و کفر سے کس قدر نفور و بیزار ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ادنیٰ ترین تساہل یا خاموشی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ایک نبی کی نسبت اگر ایسا وہم ہو جائے کہ اس نے شرک کے مقابلہ پر آواز بلند کرنے میں ذرا سی کوتاہی کی ہے تو اس کی بزرگی اور وجاہت عند اللہ بھی ایسی سخت باز پرس سے ان کو نہیں روک سکتی۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے" [۱]

اب حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰ کو اپنی مساعی اصلاح سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا:

قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي	کہا' اے میرے ماں جائے' لوگ تو مجھے کمزور

---

[۱] قرآن مجید مترجمہ شیخ الہندؒ فوائد از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فائدہ آیت ۱۵۰ سورۂ اعراف (مطبوعہ مدینہ پریس بجنور صفحہ ۲۱۸)

وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۫ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (اعراف ۱۵۰)

سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں، تو ایسا کام نہ کیجئے کہ لوگ مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے۔

مزید براں آپ نے فرمایا کہ اس ڈر سے کہ کہیں بنی اسرائیل میں افتراق و انتشار پیدا نہ ہو جائے میں نے مناسب سمجھا کہ اور شدید عملی اقدام کرنے سے پہلے آپ کی واپسی کا انتظار کر لیا جائے

قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ ۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ○ (طٰہٰ ۹۴)

بولے، اے میری ماں کے بیٹے، میری داڑھی اور سر کے بالوں کو نہ پکڑیے، میں تو اس سے ڈرا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کو ملحوظ نہ رکھا۔

حضرت موسیٰ کو جب حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ کا غیض و غضب فرو ہو گیا اور آپ نے فوراً بارگاہِ الٰہی میں اپنے اور حضرت ہارونؑ کے لیے دعا فرمائی:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۫ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○ (اعراف ۱۵۱)

کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر، تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

یعنی لاعلمی کی وجہ سے مجھ سے اس باز پرس میں کوئی زیادتی یا بنی اسرائیل کی اصلاح حال کی کوشش اور اجتہاد ذاتی میں حضرت ہارونؑ سے کوئی کمی یا کوتاہی واقع ہو گئی ہو تو اپنی رحمت سے اس کو معاف فرما کہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے!

محرفین توراۃ کا حضرت ہارونؑ پر اتہام اور قرآن کا اعلانِ براءت

کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ محرفین توراۃ نے حضرت ہارونؑ جیسے جلیل القدر اور معصوم نبی کے دامن پاک کو بھی شرک کی آلودگی سے داغدار کیے بغیر نہیں چھوڑا! موجودہ توراۃ میں ہے کہ العیاذ باللہ سونے کا

بچھڑا خود حضرت ہارونؑ نے ڈھالا تھا، کتاب خروج میں ہے:

"اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰؑ نے پہاڑ سے اُترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارونؑ کے پاس جمع ہوکر اس سے کہنے لگے کہ اُٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰؑ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہوگیا ہارونؑ نے ان سے کہا کہ تمھاری بیویوں اور لڑکیوں اور لڑکوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارونؑ کے پاس لے آئے اور اس نے ان کو اُن کے ہاتھوں سے لیکر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی، تب وہ کہنے لگے 'اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا' یہ دیکھ کر ہارونؑ نے اس کے آگے ایک قربانگاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہوگی اور دوسرے دن صبح سویرے اُٹھ کر انھوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گذرانیں، پھر اُن لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اُٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔" [1]

اور یہ بے حیا اتہام اور شرمناک دروغ کتاب خروج کے اسی باب کی آیات ۲۲ تا ۲۴، اور پھر آیات ۳۵ میں بالارادہ اور زبردستی دہرایا گیا ہے:

اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ یہ بھی کہنے کی ضرورت سمجھی گئی کہ

"جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے کیونکہ ہارونؑ نے ان کو بے لگام چھوڑ کر ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا، تو موسیٰؑ نے لشکر گاہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا جو خدا کی طرف ہے وہ میرے پاس آ جائے۔" [2]

لیکن قرآن کریم کا یہ کتنا عظیم احسان اور کتنا زبردست معجزہ ہے کہ اس نے ہر پیغمبر کی عصمت کو

---

[1] خروج باب ۳۲ آیت ۱ تا ۶   [2] ایضاً باب ۳۲ آیت ۲۵، ۲۶

ہر الزام و اتہام سے پاک اور بری کر کے عصمت پیغمبری کو از سر نو قائم کیا، حضرت ہارونؑ کے سلسلہ میں بھی قرآن نے جھوٹ و دروغ کی اس ساری عمارت کو اصلی مجرم کا نام بتا کر صرف ایک لفظ "سامری" سے ہمیشہ کے لیے منہدم اور مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر معتکف تھے کہ وحی الٰہی نے حقیقت حال وہیں ان پر منکشف کر دی۔

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ○ (طٰہٰ ۸۵)	فرمایا، ہم نے تیری قوم کو تیرے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے ان کو بہکا دیا ہے

پھر حضرت موسیٰؑ کی باز پرس پر خود بنی اسرائیل کی زبانی قرآن کریم نے یہ شہادت پیش کی ہے کہ

فَكَذَٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ ○ (طٰہٰ ۸۷)	پھر اس طرح سامری نے (اس کو) ڈھالا۔

اور پھر خود سامری کی زبانی (اور اس سے زیادہ اس سلسلہ میں اور کس کی آواز زیادہ وزنی ہو سکتی ہے) قرآن کریم نے یہ شہادت پیش کی ہے، حضرت موسیٰؑ کی جواب طلبی پر سامری اپنے جرم کا اقبال کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ○ (طٰہٰ ۹۶)	اور مجھے میرے جی نے (اسی کام کو) اچھا بتایا۔

اور توراۃ کے اس اتہام کے جواب میں کہ "ہارونؑ نے ان کو بے لگام چھوڑ کر ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا" خود خداوند کریم نے یہ شہادت دے کر حضرت ہارونؑ کی براءت کا اعلان کیا ہے کہ

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَا قَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ ۖ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَٰنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ○ (طٰہٰ ۹۰)	اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لوگو، اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو خدا ہے، تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو۔

ابن کثیرؒ نے محرفین توراۃ کی اس دریدہ دہنی پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک بڑی خوبصورت توجیہ اور تاویل کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ کتب اسرائیلیہ میں "سامری" کا نام "ہارون" ہے۔

حضرت ہارونؑ کا مخصوص منصب توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر جا کر معتکف ہوئے اور آپ کو الواح شریعت عطا کی گئیں اور مختلف احکام شریعت دیے گئے تو اس میں ایک حکم حضرت ہارونؑ کی عہدۂ کہانت پر تقرری کا بھی تھا، یہ حکم کتاب خروج کے اٹھائیسویں باب میں اس طرح مذکور ہے:

"اور تو بنی اسرائیل میں سے ہارونؑ کو جو تیرا بھائی ہے اور اس کے ساتھ اس کے بیٹے ندب اور ابیہو اور الیعزر اور اتمر کہانت کے عہدہ پر ہو کر میری خدمت کریں" [1]

آپ کا لباس منصبی اس عہدہ کے لیے آپ کا ایک مخصوص لباس مقرر فرمایا گیا اور حکم ہوا:

"اور تو اپنے بھائی ہارونؑ کے لیے عزت و زینت کے واسطے مقدس لباس بنا دینا اور تو ان سب روشن ضمیروں سے جن کو میں نے حکمت کی روح سے بھرا ہے کہہ کہ وہ ہارونؑ کے لیے لباس بنائیں تاکہ وہ مقدس ہو کر میرے لیے کاہن کی خدمت انجام دے اور جو لباس وہ بنائیں گے یہ ہیں یعنی سینہ بند اور افود اور جُبّہ اور چارخانے کا کرتہ اور عمامہ اور کمربند، وہ تیرے بھائی ہارونؑ اور اس کے بیٹوں کے واسطے یہ پاک لباس بنائیں تاکہ وہ میرے لیے کاہن کی خدمت انجام دے" [2]

یہ زردوز دگلکار لباس سونے کے تاروں، آسمانی، ارغوانی اور سرخ کپڑوں اور باریک کتان سے تیار کیا گیا تھا اور جواہرات سے مزیّن تھا، جبہ صرف آسمانی رنگ کا تھا اور اس میں گوٹا اور جھالر لگی تھی، عمامہ کے اوپر لگانے کے لیے ایک زرّیں تاج تھا جس پر یہ الفاظ کندہ تھے:

"خداوند کے لیے مقدّس" (خروج باب ۲۸: ۳۶)

یہ لباس مراسم عبادت کی ادائیگی کے لیے مخصوص تھا، توراۃ میں ہے:

"اس جبّہ کو ہارونؑ خدمت کے وقت پہنا کرے" (خروج باب ۲۸: ۳۵)

فرائض منصبی حضرت ہارون اور ان کے بیٹوں کے سپرد عبادت خانہ اور قربانگاہ کی

---

[1] خروج باب ۲۸
[2] خروج باب ۲۸: ۲ تا ۴

نگرانی اور اہتمام کا کام تھا، احکام شریعت کی ادائیگی اور تمام رسوم عبادت کی انجام دہی آپ ہی فرماتے تھے، مقدس کے اندر صرف آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو جانے کی اجازت تھی (گنتی باب ۴ ا ۲۰) جماعت کی طرف سے قربانی اور نذر کی ادائیگی کی رسم بھی آپ ہی ادا فرماتے تھے۔

توراۃ میں اس سلسلہ میں حسب ذیل حکم مذکور ہے:

"اور خداوند نے موسیٰ سے کہا، لاوی کے قبیلہ کو نزدیک لا کر ہارونؑ کاہن کے آگے حاضر کر تاکہ وہ اس کی خدمت کریں اور جو کچھ ان کی طرف سے اور جماعت کی طرف سے ان کو سونپا جائے وہ سب کی خیمہ اجتماع کے آگے نگہبانی کریں تاکہ مسکن کی خدمت بجا لائیں اور وہ خیمہ اجتماع کے سب سامان کی اور بنی اسرائیل کی ساری امانت کی حفاظت کریں تاکہ مسکن کی خدمت بجا لائیں، اور تو لاویوں کو ہارونؑ اور اس کے بیٹوں کے ہاتھ میں سپرد کر، بنی اسرائیل کی طرف سے وہ بالکل اسے دے دیئے گئے ہیں اور ہارونؑ اور اس کے بیٹوں کو مقرر کر اور وہ اپنی کہانت کو محفوظ رکھیں" [۱]

اس منصب پر تقرری کی رسم

اس منصب خاص پر تقرری کے موقعہ پر حسب الحکم ایک خاص رسم ادا کی گئی جس کی تفصیل کتاب خروج کے باب ۲۹، اور کتاب احبار کے باب ۹ اور ۱۰ میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارونؑ اور ان کے بیٹوں نے غسل کیا اور ان کو مخصوص لباس پہنایا گیا اور اس موقعہ پر تین قسم کی قربانیاں گذرانی گئیں پہلے ایک بچھڑا لایا گیا، اس کے سر پر حضرت ہارونؑ اور آپ کے بیٹوں نے ہاتھ رکھا، پھر اس کو ذبح کیا گیا، اس کا خون قربانگاہ پر ڈالا گیا اور اس کو خیمہ گاہ کے باہر آگ میں جلا دیا گیا، توراۃ نے اس کا ذکر "خطا کی قربانی" [۲] کے نام سے کیا ہے، پھر ایک مینڈھا اسی طرح ذبح کیا گیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قربانگاہ پر جلا دیا گیا توراۃ نے اس کو "سوختنی قربانی" [۳] کہا ہے اس کے بعد پھر ایک مینڈھا اسی طرح ذبح کیا گیا اور اس کا خون حضرت ہارونؑ اور آپ کے بیٹوں کے لباس پر چھڑکا گیا

---

[۱] گنتی باب ۳ ۵ تا ۱۰۔ [۲] خروج باب ۲۹ ۱۴ احبار باب ۹ ۹ [۳] خروج باب ۲۹ ۱۸ احبار باب ۹ ۱۳

اس کی ایک ران اور بغیر خمیر کی کچھ روٹی حضرت ہارونؑ نے اپنے ہاتھوں میں لے کر ہلائی اور پھر سوختنی قربانی کے اوپر رکھ کر جلادی۔ توراۃ میں اس کو "ہلانے کا ہدیہ" کہا گیا ہے۔[۱]

توراۃ کا بیان ہے کہ اس رسم کے ختم ہونے کے بعد "خیمہ اجتماع پر ابر چھا گیا اور مسکن خداوند کے جلال سے معمور ہو گیا"[۲] اور "خدا کے حضور سے آگ نکلی اور سوختنی قربانی اور چربی کو مذبح کے اوپر بھسم کر دیا"۔[۳]

حضرت ہارونؑ کے دو بیٹوں کی وفات

توراۃ کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضرت ہارونؑ کے دو بیٹوں ندب NADAB اور ابیہو (Abihu) کی اچانک وفات ہو گئی، صورت یہ ہوئی کہ

"ندب اور ابیہو نے جو ہارونؑ کے بیٹے تھے اپنے اپنے بخوردان کو لیکر ان میں آگ بھری اور اس پر اوپری آگ جس کا حکم خداوند نے ان کو نہیں دیا تھا۔ خداوند کے حضور گذرانی اور خداوند کے حضور سے آگ نکلی اور ان دونوں کو کھا گئی اور وہ خداوند کے حضور مر گئے"۔[۴]

حضرت موسیٰؑ نے ان دونوں کی لاشوں کو اٹھوا کر خیمہ گاہ کے باہر بھیج دیا اور حضرت ہارونؑ اور ان کے بیٹوں کو ہدایت فرمائی کہ سوگ نہ منائیں اور نوحہ کریں۔ غالباً اس وقت تک حضرت ہارونؑ کے یہ دونوں فرزند نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے، توراۃ میں اس سلسلہ میں یہ تصریح ملتی ہے:

"اور ندب اور ابیہو تو جب انھوں نے دشت سینا میں خداوند کے حضور اوپری آگ گذرانی تب ہی خداوند کے سامنے مر گئے اور وہ بے اولاد بھی تھے اور الیعزر (Eleasar) اور اتمر Ithamar. اپنے باپ ہارونؑ کے سامنے کہانت کی خدمت کو انجام دیتے تھے"[۵]

حضرت ہارونؑ کی زندگی کے بقیہ حالات

اس وقت سے آخر حیات تک آپ "وادی تیہ" میں بنی اسرائیل کے ساتھ رہے اور حضرت موسیٰؑ

---

۱ خروج باب ۲۹ ۲ احبار باب ۹ ۳ خروج باب ۴۰ ۴ احبار باب ۹ ۵ احبار باب ۱۰ ۶ گنتی باب ۳

کے دوش بدوش کام کرتے رہے، وادی سینا سے آپ بنی اسرائیل کے ہمراہ رفیدیم پہنچے جہاں ضرب کلیمی نے ٹھوس چٹان سے پانی کے بارہ چشمے بہا دیے تھے یہاں سے پھر آپ قادس برنیع پہنچے جہاں من وسلویٰ نازل ہوا یہاں جب بنی اسرائیل نے حکم جہاد کی تعمیل اور ملک شام میں داخلہ سے انکار کیا اور گستاخی پر اتر آئے تو آپ خشیت الٰہی سے حضرت موسیٰ کے ساتھ سربسجدہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ کی متابعت میں آپ کی سرگرمی اور حضرت موسیٰ کا آپ پر اعتماد صرف اس سے ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر حضرت موسیٰ نے بارگاہِ الٰہی میں جو عرضداشت کی ہے اس کے الفاظ یہ تھے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ (مائدہ ۲۵)	کہا کہ پروردگار، میں اپنے اور اپنے بھائی کے علاوہ اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔

اس حرکت پر جب بحکم الٰہی بنی اسرائیل پر ملک شام کا داخلہ چالیس سال کی مدت کے لیے حرام کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ موجودہ نسل کا کوئی شخص سوائے یوشعؑ اور کالبؑ کے اس میں داخل نہ ہو سکے گا تو آپ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک طویل مدت تک قادس ہی میں قیام پذیر رہے پھر جب بنی اسرائیل قادس سے چلے تو آپ بھی ان کے ہمراہ ملک ادوم کی سرحد پر کوہ شعیر کے دامن میں ہوتے ہوئے گذرے، یہ آپ کا آخری سفر تھا۔

حضرت ہارونؑ کی وفات توراۃ میں آپ کی وفات کا تفصیلی ذکر کتاب گنتی میں اس طرح ہوا ہے

"اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت قادس سے روانہ ہو کر کوہ ہور (Mt. Hor) پہنچی اور خداوند نے کوہ ہور پر جو ادوم کی سرحد سے ملا ہوا تھا موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہا ہارونؑ اپنے لوگوں میں جا ملے گا کیونکہ وہ اس ملک میں جو میں نے بنی اسرائیل کو دیا ہے جانے نہیں پائے گا اس لیے کہ مریبہ کے چشمے پر تم نے میرے کلام کے خلاف عمل کیا۔ سو تو ہارون اور اس کے بیٹے الیعزر کو اپنے ساتھ لے کر کوہ ہور کے اوپر آجا اور ہارونؑ کے لباس کو اتار کر اس کے بیٹے الیعزر کو پہنا دینا کیونکہ ہارونؑ وہیں وفات پا کر اپنے لوگوں میں جا ملے گا، اور موسیٰؑ نے خداوند کے حکم کے مطابق عمل کیا اور وہ ساری جماعت کی آنکھوں کے سامنے

کوہ ہور پر چڑھ گئے اور موسیٰ نے ہارون ع کے لباس کو اُتار کر اس کے بیٹے الیعزر کو پہنا دیا اور ہارون ع نے وہیں پہاڑ کی چوٹی پر رحلت کی، تب موسیٰ اور الیعزر پہاڑ پر سے اُتر آئے جب جماعت نے دیکھا کہ ہارون ع نے وفات پائی تو اسرائیل کے سارے گھرانے کے لوگ ہارون ع پر تیس دن تک ماتم کرتے رہے"۔[1]

کوہ ہور کے خاص اس مقام کا نام جہاں آپ نے وفات پائی "موسیرہ تھا" اور یہیں آپ دفن ہوئے۔ کتاب استثنا میں ہے:-

"پھر بنی اسرائیل بیروت بنی یعقان سے روانہ ہو کر موسیرہ میں آئے، وہیں ہارون ع نے رحلت کی اور دفن بھی ہوا اور اس کا بیٹا الیعزر کہانت کے منصب پر مقرر ہو کر اس کی جگہ خدمت کرنے لگا"۔[2]

اس وقت حضرت ہارون ع کی عمر ۱۲۳ سال کی تھی، خروج مصر کے وقت آپ ۸۳ سال کے تھے تورات نے تصریح کی ہے کہ مصر سے روانہ ہونے کے وقت سے لے کر حضرت ہارون ع کی وفات تک انتالیس سال اور چار مہینہ کی مدت گذر چکی تھی، کتاب گنتی میں ہے:

"اور قادس سے چل کر کوہ ہور کے پاس جو ملک ادوم کی سرحد ہے خیمہ زن ہوئے یہاں ہارون ع کاہن خداوند کے حکم کے مطابق کوہ ہور پر چڑھ گیا اور اس نے بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینہ کی پہلی تاریخ کو وہیں وفات پائی، اور جب ہارون ع نے کوہ ہور پر وفات پائی تو وہ ایک سو تیئیس برس کا تھا"۔[3]

ازواج و اولاد

تورات میں آپ کی ایک زوجہ اور چار بیٹوں کا تذکرہ ہے، آپ کی زوجہ کا نام الیسبع تھا جو عمینداب (Am-mina-dab.) کی بیٹی اور نحسون کی بہن تھیں، یہ شادی مصر کے دوران قیام ہی میں ہوئی، الیسبع سے آپ کے چار فرزند تولد ہوئے

---

[1] گنتی باب ۲۰ ۲۲ تا ۲۹ [2] استثنا باب ۱۰ ۶ [3] گنتی باب ۳۳ ۳۷ تا ۳۹

(۱) ندب (Nadab) (۲) ابیہو (Abihu) (۳) الیعزر (Eleasar) اور (۴) اتمر (Ithamar.) - جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ندب اور ابیہو کی وفات بیابانِ سینا میں "خطا کی قربانی اور سوختنی قربانی" گذرانتے وقت واقع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد آپ کے دو فرزند الیعزر اور اتمر حیات رہے اور آپ کی وفات کے بعد الیعزر آپ کی جگہ منصب کہانت پر فائض ہوئے۔ یہ چاروں فرزند مصر ہی میں تولد ہو چکے تھے۔

الیعزر کی شادی فوطیئیل کی ایک دختر سے ہوئی اور ان سے فینحاس تولد ہوئے [۱]

شب معراج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات

صحیح بخاری میں حضرت مالکؓ بن صعصعہ کی حدیث میں ہے کہ شب معراج میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں آسمان پر پہنچے تو حضرت ہارونؑ سے آپ کی ملاقات ہوئی، حدیث میں ہے:

"میں اوپر پہنچا، وہاں حضرت ہارونؑ کو دیکھا، جبریلؑ نے کہا یہ ہارونؑ ہیں، ان کو سلام کرو، میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا، اچھے بھائی اور اچھے نبی خوش آمدید"

---

[۱] دیکھو خروج باب ۴ تا ۲۷، گنتی باب ۱ تا ۴۔ اور ۱۷ تا ۲۰، گنتی باب ۲۶: ۶۰، ۶۱ وغیرہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ (کہف ۶۰)
اور جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا

JOSHUA

حضرت یوشع علیہ السّلام

(زمانہ ۱۳۰۰ ق م)

حضرت یوشعؑ کا تذکرہ توراۃ و قرآن میں

توراۃ میں حضرت یوشعؑ بن نون کا ذکر جگہ جگہ موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے سلسلہ میں ہوا ہے' اس سلسلہ میں خروج باب ۱۷ (۹-۱۴) اور باب ۲۴ (۱۳)، گنتی باب ۱۴ (۶-۷ و ۳۸)، گنتی باب ۲۶ (۶۵)۔ گنتی باب ۲۷ (۱۸ تا ۲۳)، استثناء باب ۳۱ (۱ تا ۸، ۱۴ تا ۱۵، ۲۲ و ۲۳) اور باب ۳۲ (۴۴) خصوصیت سے قابل مراجعت ہیں۔ ان کے علاوہ توراۃ میں ایک پوری کتاب "یشوع" آپ کے نام سے موسوم ہے جس میں حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد آپ کی زندگی کے واقعات اور کارنامے مذکور ہیں۔ قرآن کریم میں آپ کا نام مذکور نہیں ہے البتہ آپ کا تذکرہ دو جگہ ہوا ہے' سورہ مائدہ کی آیت ۲۳' میں جن "رجلان" (دو مردوں) کا ذکر ہے جنھوں نے فلسطین میں داخلہ اور عمالقہ سے جہاد کے لیے بنی اسرائیل کو ترغیب دی تھی وہ حضرت یوشعؑ بن نون اور حضرت کالبؒ بن یفنّہ ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات کے تذکرہ میں سورہ کہف کی آیات ۶۰ تا ۶۳ میں حضرت موسیٰ کے ایک جوان خادم (فتاہ) کا ذکر ہوا ہے' ایک صحیح حدیث میں جو حضرت ابی بن کعبؓ سے منقول ہے ان رفیق سفر کا نام "یوشعؑ بن نون" بتایا گیا ہے' صحیح بخاری' کتاب

الانبیاء میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات کے متعلق جو طویل حدیث حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے اس میں بھی حضرت موسیٰ کے ان رفیق سفر کا نام "یوشع بن نون" آیا ہے علاوہ ازیں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کے ذکر کے سلسلہ میں سورۂ بقرہ آیات ۵۸، ۵۹ اور سورہ اعراف آیات ۱۶۱ و ۱۶۲ میں ایک بستی میں داخل ہونے کے متعلق مخصوص احکام اور بنی اسرائیل کی نافرمانی کا جو ذکر آیا ہے مفسرین نے بتایا ہے کہ اس کا تعلق بھی حضرت یوشعؑ بن نون کے زمانہ سے ہے۔

آپ کا نام

توراۃ میں آپ کا نام تین طرح سے آیا ہے، بیشتر مقامات پر آپ کا ذکر "یشوع" (JOSHUA) کے نام سے ہوا ہے (ملاحظہ ہو خروج باب ۱۷ اور باب ۲۴، گنتی باب ۱۳ اور باب ۲۷، استثناء باب ۳۱ اور باب ۳۲ وغیرہ اور کتاب یشوع) کتاب استثناء باب ۳۲ کی آیت ۴۴ میں آپ کا نام "ہوسیع" HOSKEA مذکور ہوا ہے اور تواریخ اول کے باب ۷ کی آیت ۲۷ میں آپ کا نام "یہوسوع" بتایا گیا ہے، یہی نام خفیف اختلاف کے بعد عربی میں "یوشع" بن گئے ہیں۔

سلسلہ نسب

آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں تواریخ اول باب ۷ کی آیات ۲۲ تا ۲۷ میں آپ کا سلسلہ نسب بیان ہوا ہے جو ذیل کے نقشہ سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام (JOSEPH)

EPHRAIM افرائیم — MANASSEH منسّی

REPSHEPH

- (TELAH) تلاح
  - (TEHAN) تحن
  - LAADAN) لعدان
  - (AMMIHUD) عمیہود
  - (ELISHANA) الیسمع
  - (NON نون
  - حضرت یشوع (یہوسوع) (JOSHUA)
- رسف (RASAPH)
- رفسح
- بریعہ (BERIAH)
- سوتلح SUTHELAH
  - بِرِد (BERED
  - تاحت (TAHATH)
  - علادہ (ELADAH)
  - تاحت (TAHATH)
  - زبد (ZABAIE.S.)
  - سوتلح SUTHELAH
  - ایزر EZER
  - الید ELAD
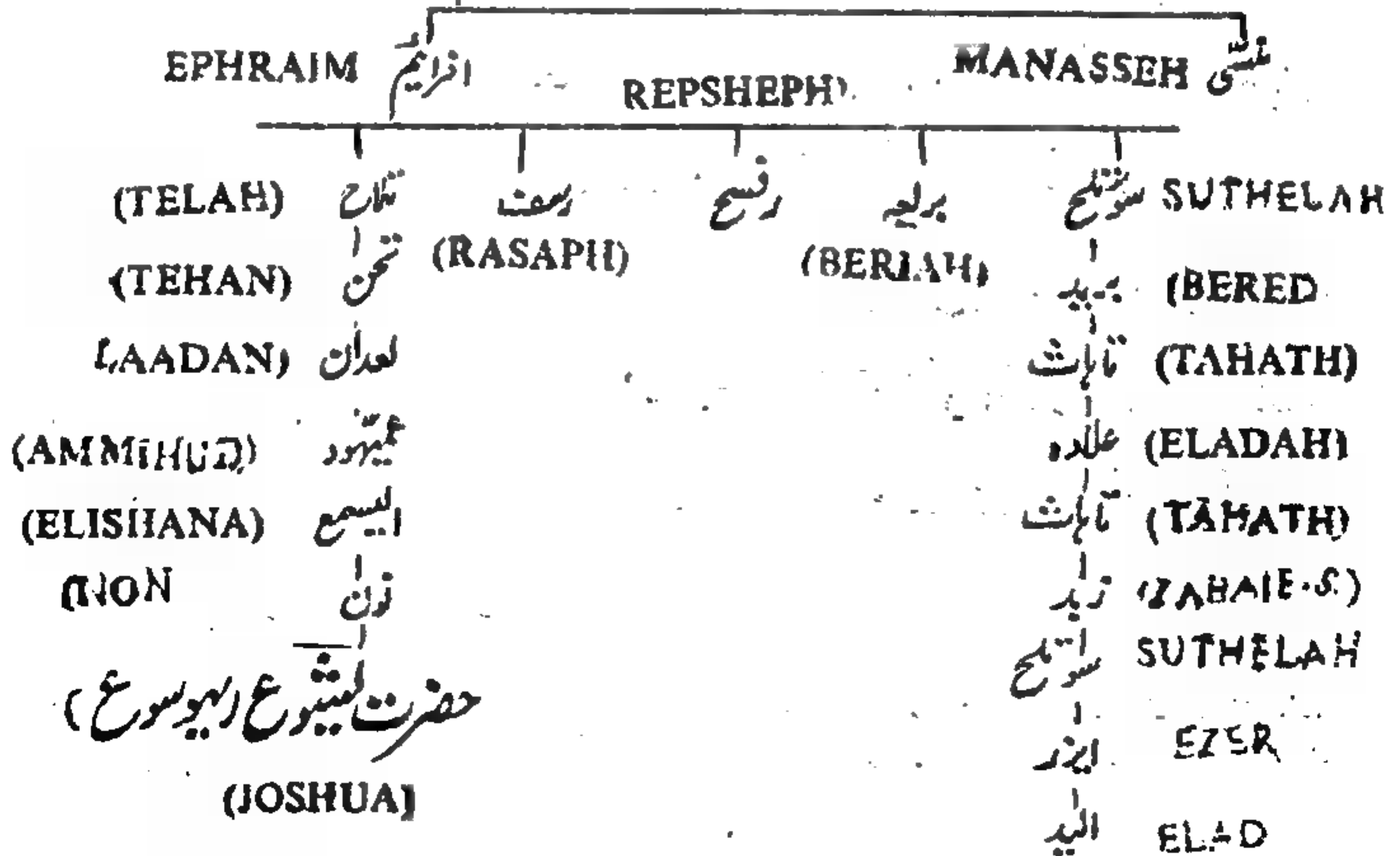
منصبِ نبوت سے پیشتر کے چند واقعات

حضرت یوشعؑ حضرت موسیٰؑ کے خادمِ خاص تھے توراۃ میں ہے:

"اور موسیٰ اور اس کا خادم یشوع اٹھے" [۱]

اور حضرت موسیٰؑ کے بعد آپ ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے جیسا کہ تصریحات ذیل سے واضح ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ کو آپ پر بڑا اعتماد تھا اور شروع ہی سے اہم خدمات آپ کے سپرد کی جاتی رہیں۔ جب بنی اسرائیل بیابانِ صین میں رفیدیم میں مقیم تھے اور عمالقہ کے جبار اور طاقتور لوگوں سے پہلی دفعہ مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے آپ ہی کو بنی اسرائیل کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما کر روانہ کیا تھا اور خود حضرت ہارونؑ کو ساتھ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر اپنا عصا ہاتھ میں اٹھا کر کھڑے ہوگئے تھے، اس جنگ میں حضرت یوشعؑ نے عمالقہ کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ (خروج باب ۱۷: ۸ تا ۱۶)

حضرت یوشع اپنے قبیلہ کے سردار تھے، قادس برنیع سے جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سرداروں پر مشتمل ایک وفد فلسطین کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا تو آپ بھی اس کے ایک رکن تھے اور حضرت کالبؒ بھی آپ کے رفیقِ سفر تھے، واپسی پر جب اس وفد کے باقی اراکین نے وہاں کے لوگوں کی طاقت و قوت کا تذکرہ بنی اسرائیل سے کیا تو حضرت یوشعؑ اور حضرت کالبؒ نے ان کو روکنا چاہا مگر وہ نہ مانے اور نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل نے خوف زدہ ہو کر جنگ سے انکار کر دیا، اس موقع پر حضرت یوشع اور حضرت کالبؒ نے ان کو جہاد پر آمادہ کرنے کی حتی الامکان کوشش کی، انھوں نے بنی اسرائیل کو مشورہ دیا کہ بڑھ کر شہر کے دروازہ پر حملہ کر دو۔ جب تم دروازہ میں داخل ہو گئے تو سمجھ لو کہ فتح تمھاری ہے۔ سورۂ مائدہ میں ہے:

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ	جو لوگ (خدا سے) ڈرتے تھے ان میں سے

---

[۱] خروج باب ۲۴: ۱۳

أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَإِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(مائدہ ۲۳)

دو شخص جن پر خدا کی عنایت تھی کہنے لگے کہ ان لوگوں پر دروازے کے راستے سے حملہ کر دو، جب تم دروازہ میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہے اور خدا ہی پر بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ اس وقت بھی حضرت یوشعؑ ان کے ساتھ تھے (خروج باب ۲۴، ۱۳) اور وہاں سے جب واپس تشریف لائے اس وقت بھی آپ ان کے ہمراہ تھے (خروج باب ۳۲، ۱۷) قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضرؑ کی ملاقات کے لیے حضرت موسیٰ جب مجمع البحرین کو تشریف لے گئے ہیں اس وقت بھی حضرت یوشعؑ آپ کے رفیق سفر تھے سورۂ کہف میں ہے

وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ أَبْرَحُ حَتّٰى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ○ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ○ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ز لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ○ قَالَ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَآ أَنْسٰنِيْهُ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُ ج وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ ق عَجَبًا ○ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ق صلے

(کہف ۶۰ تا ۶۴)

اور جب موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا نہیں خواہ برسوں چلتا رہوں جب ان کے ملنے کے مقام پر پہنچے تو اپنی مچھلی بھول گئے تو اس نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا، جب آگے چلے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارے لیے کھانا لاؤ، اس سفر سے ہم کو بہت تکان ہو گئی ہے (اس نے) کہا کہ بھلا آپ نے دیکھا کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی بھول گیا اور مجھے اس کا ذکر کرنا شیطان نے بھلا دیا اور اس نے عجیب طرح سے دریا میں اپنا راستہ بنا لیا (موسیٰ نے) کہا یہی تو (وہ مقام) ہے جسے ہم تلاش کرتے تھے۔

اور بالآخر حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشعؑ اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے اس پتھر کے پاس واپس آئے اور
اور وہاں حضرت موسیٰؑ کی حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت یوشعؑ کے ہاتھوں فلسطین کی فتح کی بشارت

توراۃ کا بیان ہے کہ جب حضرت یوشعؑ اور حضرت کالبؑ نے بنی اسرائیل کو فلسطین میں داخل ہونے اور عمالقہ سے جہاد کرنے کی ترغیب دی تھی تو ان کا عمل بارگاہِ الٰہی میں اس قدر مقبول ہوا کہ عام بنی اسرائیل کی سزا سے ان کو مستثنیٰ قرار دیا گیا اور ارشاد ہوا:-

"ان لوگوں میں سے جو مصر سے نکل کر آئے ہیں بیس برس اور اس سے اوپر کی عمر کا کوئی شخص اس ملک کو نہیں دیکھنے پائے گا جس کے دینے کی قسم میں نے ابرہامؑ اور اضحاقؑ اور یعقوبؑ سے کھائی کیونکہ انھوں نے میری پوری پیروی نہیں کی مگر یفنہ قنزی کا بیٹا کالبؑ اور نون کا بیٹا یشوعؑ اسے دیکھیں گے کیونکہ انھوں نے خداوند کی پوری پیروی کی ہے۔" [۱]

آخر عمر میں حضرت موسیٰؑ نے تمام بنی اسرائیل کو مخاطب کرکے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ فلسطین اور بیت المقدس کی فتح حضرت یوشعؑ کے ہاتھوں ہوگی اور وہی بنی اسرائیل کو لے کر اس ارض موعود میں داخل ہوں گے۔ (استثناء باب ۳) اور اس کے بعد:

"موسیٰؑ نے یشوعؑ کو بلا کر سب اسرائیلیوں کے سامنے اس سے کہا کہ تو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو اس قوم کے ساتھ اس ملک میں جائے گا جس کو خداوند نے ان کے باپ دادا سے قسم کھا کر دینے کو کہا تھا اور تو ان کو اس کا وارث بنائے گا اور خداوند ہی تیرے آگے آگے چلیگا۔ وہ تیرے ساتھ رہے گا وہ تجھ سے دستبردار ہوگا نہ تجھے چھوڑے گا۔ سو تو خوف نہ کر اور بے دل نہ ہو۔" [۲]

اور پھر حضرت موسیٰؑ کی وفات سے کچھ پیشتر بنی اسرائیل کے مستقبل کی پیشین گوئیوں اور آخری ہدایات کے لیے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ حضرت یوشعؑ کو ہمراہ لے کر خیمۂ اجتماع میں آجائیں۔ اس وقت تجلی الٰہی ابر کے

---

[۱] گنتی باب ۳۲: ۱۱ و ۱۲ [۲] استثناء باب ۳۱: ۷، ۸

ستون میں ہو کر خیمہ میں نمودار ہوئی اور حضرت موسیٰ سے خطاب ہوتا رہا۔ توراۃ کا بیان ہے کہ اس خطاب کے آخر میں خود خداوند تعالیٰ نے

"نون کے بیٹے یشوع کو ہدایت کی اور کہا' تو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو بنی اسرائیل کو اس ملک میں لے جائے گا جس کی قسم میں نے ان سے کھائی تھی اور میں تیرے ساتھ رہوں گا" [1]

نبوّت کی بشارت

توراۃ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی حیات ہی میں آپ کے بعد حضرت یوشع ؑ کی نبوت کی بشارت دیدی گئی تھی بلکہ اس منصب پر آپ کو نامزد بھی کر دیا گیا تھا' کتاب گنتی میں ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ کو یہ اطلاع دی گئی کہ اب آپ کے وصال کا وقت قریب آگیا ہے اسی وقت یہ حکم بھی ہوا

"خداوند نے موسیٰ سے کہا' تو نون کے بیٹے یشوع ؑ کو لیکر اس پر اپنا ہاتھ رکھ کیونکہ اس شخص میں روح ہے اور اسے الیعزر [2] کاہن اور ساری جماعت کے آگے کھڑا کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے اسے وصیت کر اور اپنے رعب و داب سے اسے بہرہ ور کر دے تاکہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی فرماں برداری کرے' وہ الیعزر کاہن کے آگے کھڑا ہوا کرے جو اس کی جانب سے خداوند کے حضور اوریم کا حکم دریافت کیا کرے گا' اسی کے کہنے سے وہ اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت کے لوگ نکلا کریں اور اسی کے کہنے سے لوٹا بھی کریں سو موسیٰ نے خداوند کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور اس نے یشوع کو لے کر الیعزر کاہن اور ساری جماعت کے سامنے کھڑا کیا' اور اس نے اپنے ہاتھ اس پر رکھے اور جیسا خداوند نے اس کو حکم دیا تھا اسے وصیت کی" [3]

منصب نبوت اور اس کے بعد کے واقعات

حضرت موسیٰ کی وفات کے فوراً ہی بعد حضرت یوشع ؑ کو منصب نبوت عطا ہوا' اب بنی اسرائیل

---

[1] استثناء باب ۳۱ : ۲۳ [2] حضرت ہارون علیہ السلام کے فرزند [3] گنتی باب ۲۷ : ۱۸ تا ۲۳

کی سزا کی مدت گذر چکی تھی اور اب وہ وقت آ گیا تھا جو مشیت الٰہی میں ان کے ارض مقدس میں داخلہ کے لیے مقدر تھا' چنانچہ حضرت یوشعؑ پر وحی نازل ہوئی اور ارشاد ہوا۔

"میرا بندہ موسیٰؑ مر گیا ہے' سو اب تو اٹھ اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر اس یردن کے پار اس ملک میں جا جسے میں ان کو یعنی بنی اسرائیل کو دیتا ہوں' جس جس جگہ تمھارے پاؤں کا تلوا ٹکے' رکھو' جیسا میں نے موسیٰؑ سے کہا میں نے تم کو دیا ہے' بیابان اور اس لبنان سے لیکر بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک حتّیوں کا سارا ملک اور مغرب کی طرف بڑے سمندر[1] تک تمھاری حد ہوگی' تیری زندگی بھر کوئی شخص تیرے سامنے کھڑا نہ رہ سکے گا' جیسے میں موسیٰؑ کے ساتھ تھا ویسے ہی تیرے ساتھ رہوں گا' میں نہ تجھ سے دست بردار ہوں گا نہ تجھے چھوڑوں گا' سو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو اس قوم کو اس ملک کا وارث کرائے گا جسے میں نے ان کو دینے کی قسم ان کے باپ دادا سے کھائی' تو فقط مضبوط اور نہایت دلیر ہو جا کہ احتیاط رکھ کر اس ساری شریعت پر عمل کرے جس کا حکم میرے بندہ موسیٰؑ نے تجھ کو دیا' اس سے نہ دہنے ہاتھ مڑنا' نہ بائیں' تاکہ جہاں کہیں تو جائے تجھے خوب کامیابی حاصل ہو" [2]

اریحا کی فتح اور ارض مقدس میں داخلہ

اب حضرت یوشعؑ نے دو آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بغرض جاسوسی شطیم (Shittim) سے اریحا "یریحُو" (JERICHO) روانہ فرمایا۔ یہ لوگ فصیل شہر سے متصل راحب RAHAB نامی ایک طوائف کے یہاں مقیم ہوئے کسی طرح یریحو کے حکمران کو ان کی آمد کی اطلاع ہو گئی اور اس نے فوراً کچھ سپاہی ان لوگوں کی گرفتاری کے لیے راحب کے مکان پر روانہ کیے' اب رات ہو چکی تھی' راحب نے ان دونوں آدمیوں کو اپنی چھت پر لیجا کر سن کی لکڑیوں کے نیچے چھپا دیا اور سپاہیوں سے کہا کہ دو شخص آئے تو ضرور تھے مگر رات کو پھاٹک بند ہوتے وقت وہ واپس چلے گئے اور اگر تم ان کا فوراً تعاقب کرو

---

[1] بڑا سمندر یعنی بحر روم (Mediterranean sea)

[2] کتاب یشوع باب ۱ تا ۷
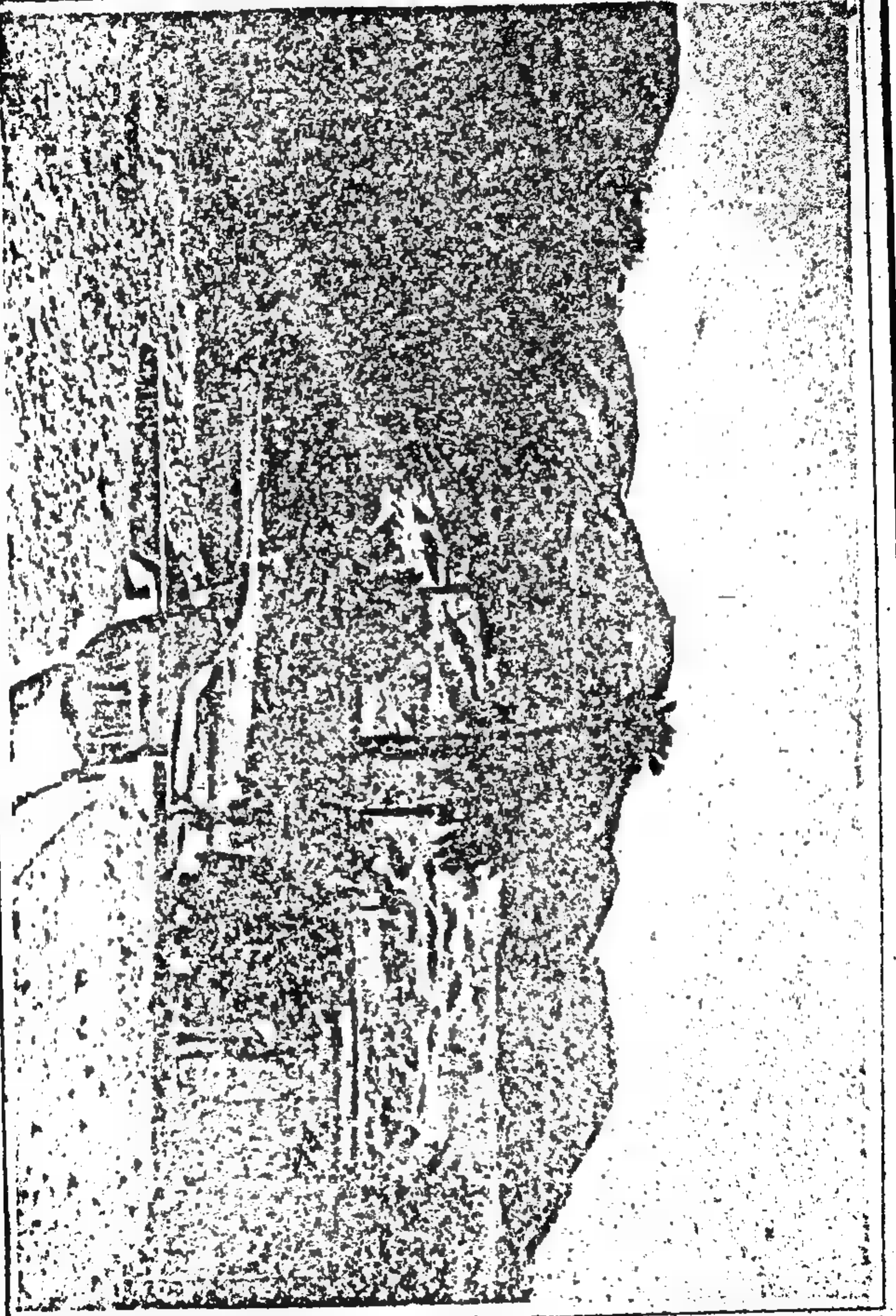
اریحا کا ایک منظر۔ اریحا "ارضِ موعودہ" کا وہ پہلا شہر تھا جس کو بنی اسرائیل نے چہل سالہ دشت نوردی کے بعد حضرت یوشع کی سرکردگی میں فتح کیا۔
(سفارت مملکتِ اردن، کراچی کے شکریہ کے ساتھ)
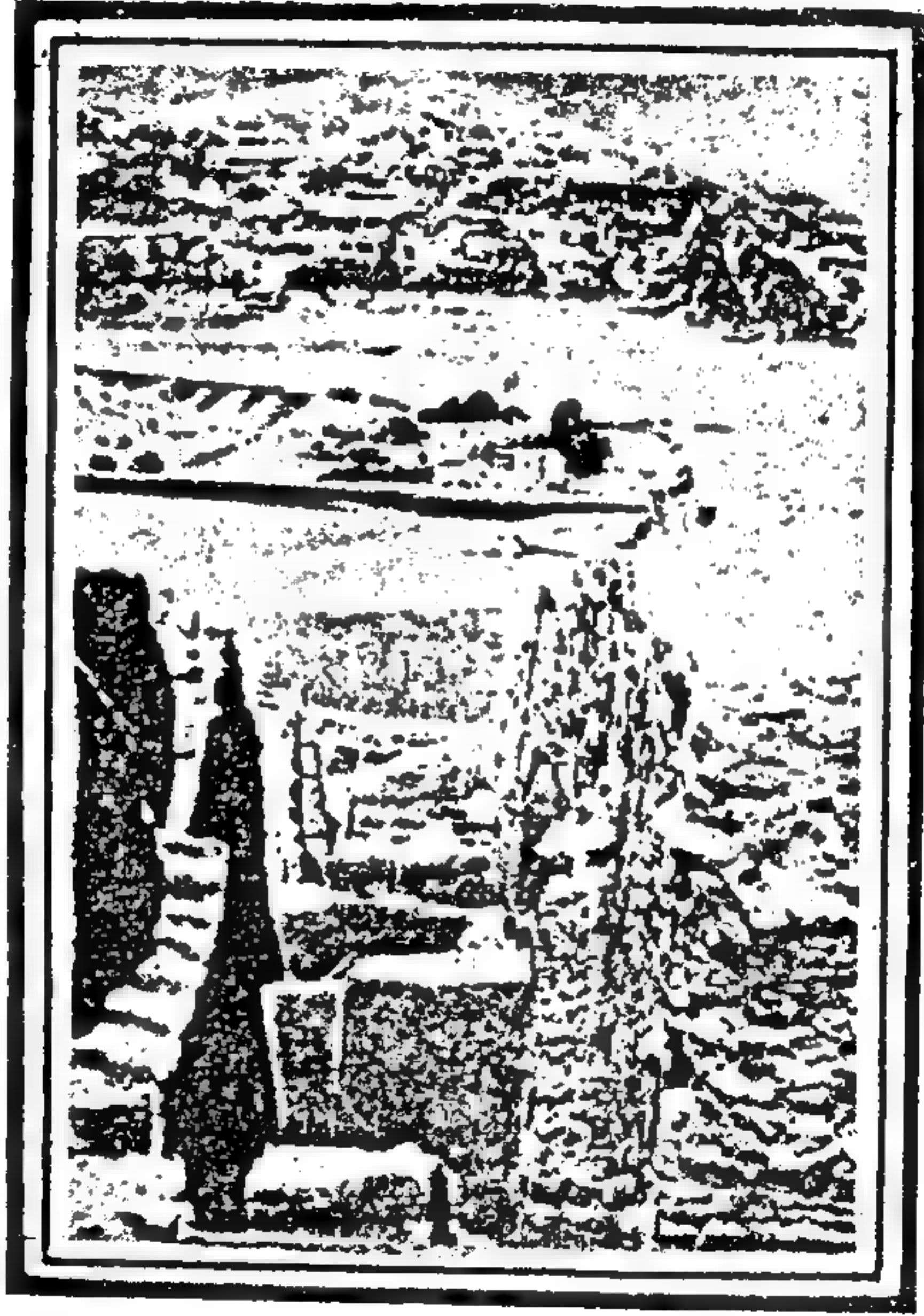
اریحا کے قدیم شہر کی دیواریں

"جو موجودہ صدی کے اوائل میں اریحا کے اثری اکتشافات میں برآمد ہوئیں۔ برطانوی اثری مہم کی ۱۹۳۶ء کی تحقیقات نے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ یقیناً یہ دیواریں کسی سخت دھماکہ سے گری تھیں۔"

حوالہ صفحہ نمبر ۳۱۴

تو امید ہے وہ مل جائیں گے چنانچہ سپاہی دریائے یردن کے راستہ پر ان کو تلاش کرتے ہوئے چل دیے۔

اب راحب نے آکر ان دونوں کو خطرہ سے آگاہ کیا اور کہا کہ میں جانتی ہوں کہ خدا تعالیٰ کی تائید تم لوگوں کے شامل حال ہے اور یقیناً ایک دن تم اس ملک کے مالک ہو گے ہم لوگ سن چکے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم کو تمہارے لیے خشک کر دیا تھا، ہمیں یہ خبر بھی مل چکی ہے کہ سیحون اور عوج کے حکمران جب تمہارے مقابلہ کے لیے نکلے تو ان کا کیا حشر ہوا۔ اس لیے میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اس جان بچانے کے عوض تم مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ جب تم لوگ اس شہر میں بطور فاتح داخل ہو گے تو میری اور میرے خاندان کی جان اور مال محفوظ رہے گا، ان دونوں نے اس بات کا وعدہ کیا اور راحب سے کہا کہ تو نشانی کے طور پر ایک سرخ رنگ کی ڈوری اپنی کھڑکی میں باندھ دے اور اپنے خاندان کے لوگوں کو اپنے گھر میں بلائے راحب کا مکان چونکہ شہر پناہ پر واقع تھا اس لیے وہ اس کی کھڑکی سے ایک رسی کے ذریعہ اتر کر فصیل شہر کے باہر پہنچ گئے اور تین دن پہاڑوں میں چھپے رہے تاکہ اس دوران میں ان کی تلاش ختم ہو جائے اور پھر انھوں نے واپس لوٹ کر حضرت یشوع کو تمام حالات سے مطلع کیا اور بتایا کہ ان لوگوں پر ہمارا کس قدر رعب چھایا ہوا ہے'

دوسرے دن صبح کو حضرت یوشع نے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر شطیم کوچ کیا اور دریائے یردن کے ساحل پر تین دن قیام کیا، اس وقت "عہد کا صندوق" آپ کے ساتھ تھا (کتاب یشوع باب ۲)

تابوتِ سکینہ اور کرشمہ الٰہی

یہ "عہد کا صندوق" کیا تھا؟ اس کے لیے ہمیں توراۃ کے اوراق پیچھے کی طرف لوٹنا چاہئیں۔ کتاب خروج باب ۲۵ کی آیات ۱۰ تا ۲۲ میں اس کی تفصیل موجود ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ صندوق حکم الٰہی کے بموجب کیکر کی لکڑی سے بنایا گیا تھا اس کی لمبائی ڈھائی ہاتھ، چوڑائی ڈیڑھ ہاتھ اور اونچائی ڈیڑھ ہاتھ تھی اس کے اندر اور باہر خالص سونا منڈھا ہوا تھا اور اٹھانے کے لیے اس میں سونے کے چار کنڈے لگے تھے، اس میں توراۃ رکھی گئی تھی اور اس کے اوپر زریں سرپوش پڑے رہتے تھے اسی صندوق کے پاس اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے مخاطب فرماتا تھا، کتاب خروج باب ۱۶ کی آیات ۳۳ و ۳۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر

جب من وسلویٰ نازل ہوا تو حضرت موسیٰ نے یادگار کے لیے ایک مرتبان میں من بھروا کر اسی صندوق میں رکھوا دیا تھا، حضرت ہارونؑ کی وفات کے بعد آپ کا پیراہن اور حضرت موسیٰ کے وصال کے بعد آپ کا عصا، اور چند دیگر تبرکات بھی اسی صندوق میں رکھے گئے تھے۔ اسی کو "تابوت سکینہ" بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

تَابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ (بقرہ ۲۴۸)	ایک صندوق کہ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی خاطر ہے اور ان میں سے کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جو موسیٰ اور ہارون کی اولاد چھوڑ گئی تھی۔

غرضیکہ یہ وہ متبرک صندوق تھا جو اس وقت بنی اسرائیل کے لشکر کے ہمراہ تھا اب حکم الٰہی کے مطابق حضرت یوشعؑ نے ان کاہنوں کو جو اس کے اٹھانے پر مامور تھے حکم دیا کہ عہد کے صندوق کو اٹھا کر آگے آگے چلیں اور بنی اسرائیل اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوں جب یہ کاہن دریائے یردن پر پہنچے اور ان کے پیر پانی سے مس ہوئے تو دریا کا پانی دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ حضرت یوشعؑ نے اب کاہنوں کو ٹھہرنے اور بنی اسرائیل کو گذر جانے کا حکم دیا، جب سب بنی اسرائیل دریا سے پار ہو گئے تو کاہن بھی وہ صندوق لے کر وہاں سے نکل آئے اور دریا کا پانی پھر مل گیا۔

اس طرح یردن کو عبور کرنے کے بعد حضرت یوشعؑ نے جلجال (Gilgol) میں قیام کیا، اب اریحا کی فصیل سامنے تھی مگر شہر نہایت محفوظ تھا اور شہر پناہ کی دیواریں ناقابل عبور تھیں اب حضرت یوشعؑ کو حکم ہوا کہ چھ دن تک عہد کے صندوق کو ساتھ لیکر روزانہ ایک مرتبہ شہر کا گشت کریں اور مینڈھوں کے سینگوں کے سات نرسنگھے اس گشت کے دوران میں بجائے جائیں۔ ساتویں روز اسی طرح سات مرتبہ شہر کا گشت کیا جائے اور نرسنگوں کو زور سے پھونکیں اور سب مل کر نعرہ لگائیں تو سامنے سے فصیل کی دیوار گر پڑے گی اور بنی اسرائیل بغیر دقت کے شہر میں داخل ہو سکیں گے، اس حکم کی تعمیل کی گئی (کتاب یشوع باب ۱ تا ۶) اور ساتویں دن جب بنی اسرائیل شہر کے سات گشت لگا چکے

"جب لوگوں نے نرسنگے کی آواز سنی تو انھوں نے بلند آواز سے للکارا اور دیوار

بالکل گر پڑی اور لوگوں میں سے ہر ایک آدمی اپنے سامنے سے چڑھ کر شہر میں گھسا اور انھوں نے اُس کو لے لیا" [1]

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کے سلسلہ میں سورہ بقرہ (آیات ۵۸ و ۵۹) اور سورہ اعراف (آیات ۱۶۱ و ۱۶۲) میں ایک واقعہ یہ بیان ہوا ہے کہ ایک خاص بستی میں داخل ہوتے وقت انھیں حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے پھاٹک میں سجدے کرتے اور "حِطَّةٌ" کہتے ہوئے داخل ہوں مگر انھوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی، سجدے کرنے کی بجائے سُرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور جس لفظ کے کہنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس کو بھی ازراہ شرارت بدل دیا اس کی سزا میں ان پر آسمان سے عذاب نازل ہوا۔ سورہ اعراف میں ہے:

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝

(اعراف ۱۶۱ و ۱۶۲)

اور جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کر لو اور اس میں جہاں سے جی چاہے کھانا (پینا) اور (شہر میں جانا تو) حِطَّةٌ کہنا اور دروازہ میں داخل ہونا تو سجدہ کرنا، ہم تمھارے گناہ معاف کر دیں گے، اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے مگر ان میں جو ظالم تھے انھوں نے اس لفظ کو جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا بدل کر اس کی جگہ دوسرا لفظ کہنا شروع کیا تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس لیے کہ وہ ظلم کرتے تھے

اس سلسلہ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے حسب ذیل حدیث مروی ہے:

"حضرت ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازہ میں داخل ہو اور حِطَّةٌ کہنا (یعنی ہم گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں) انھوں نے اس حکم کو بدل ڈالا، سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل

---

[1] کتاب یشوع باب ۲۰

ہوئے اور بجائے حِطَّۃٌ کے حَبَّۃٌ فِی شُعْبُلَۃٍ کہنے لگے یعنی خوشہ کے اندر دانہ بہتر ہے۔[۱]

اس امر میں اختلاف ہے کہ یہاں "قریہ" (بستی) سے مراد شہر اریحا ہے یا بیت المقدس، لیکن اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ اس سے مراد "اریحا" (توراۃ کی زبان میں "یریحو" یا Gericho) ہی ہے اور یہ حکم اسی شہر میں داخلہ کے لیے ہوا تھا اور جب بنی اسرائیل نے اس کی خلاف ورزی کی تو سزا آسمان سے بجلی کا عذاب نازل ہوا۔[۵] اگر مفسرین کا یہ خیال صحیح ہے تو توراۃ میں یہ واقعہ مذکور نہیں ہے۔

اریحا کی تاراجی و تباہی

حضرت یوشع نے ان دو شخصوں کو جو پہلے جاسوس بن کر اریحا آئے تھے طوائف راحب کے گھر روانہ کیا کہ اس کو مع اہل و عیال اور مال و اسباب کے بحفاظت اس کے گھر سے نکال لائیں اور اسے بنی اسرائیل کے ساتھ رہنے کی اجازت دی اور شہر کے باقی تمام باشندوں کو تہ تیغ کر دیا گیا، توراۃ میں ہے:

"اور انھوں نے ان سب کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت، کیا جوان، کیا بڈھے، کیا بیل، کیا بھیڑ، کیا گدھے سب کو تلوار کی دھار سے نیست کر دیا"[۲]

اور اس کے بعد

---

[۳] پچھلی صدی کے اواخر میں جرمنی اور اسٹریا کے ماہرین آثار قدیمہ کی ایک مہم یریحو Gericho کے قدیم شہر کی کھدائی کے لیے گئی تھی اور ۱۹۳۶ء تک اس سلسلہ میں بہت سے اہم اکتشافات منظر عام پر آ چکے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں برطانوی ماہرین کی ایک مہم نے قدیم اریحا کی شہر پناہ کے برآمد شدہ کھنڈرات کا معائنہ کرنے کے بعد اس امر کی تصدیق کی تھی کہ فی الواقعی یہ دیواریں سخت دھماکے سے ساتھ گری تھیں۔ اس مہم کا لیڈر جان گارسٹنگ (John Garstang) کہتا ہے:

اس دو نوں دیواروں کا درمیانی حصہ شکستہ ٹکڑوں اور ملبہ سے پڑا ہے۔ ایک زبردست آتش زدگی کے (بھی) واضح نشانات موجود ہیں۔

The Space between the two walls is filled with fragments and rabble. There are clear traces of tremendous fire.

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے توراۃ میں ہے کہ کاہنوں کے نرسنگوں کی آواز سے دیوار گر پڑی اور پھر بنی اسرائیل نے تمام شہر میں آگ لگا کر اس کو تباہ کر دیا۔

[۱] صحیح بخاری کتاب الانبیاء [۲] کتاب یشوع باب ۶-۲۱

"انھوں نے اس شہر کو اور جو کچھ اس میں تھا سب کو آگ سے پھونک دیا"[۱]

صرف چاندی، سونا اور لوہے اور پیتل کے ظروف بچا لیے گئے اور بیت المال میں داخل کر دیے گئے، صرف ایک شخص نے جو یہوداہ کے قبیلہ سے تھا اور جس کا نام عکن بن کرمی بن زبدی بن زارح تھا، مال غنیمت میں سے کچھ سونا اور چاندی چرا لیا، اس پر

"خداوند کا قہر بنی اسرائیل پر بھڑکا"[۲]

اور عی کے باشندوں نے ان کو شکست دے کر بڑی طرح مارا، بالآخر حضرت یشوع نے تفتیش کی اور عکن کو اقبال و اثبات جرم کے بعد سنگسار کر دیا گیا، اس کے بعد بنی اسرائیل نے عی (AI) کے باشندوں کو شکست فاش دی اور عی کے تمام باشندے جو تعداد میں بارہ ہزار تھے تہ تیغ کر دیے گئے، ان فتوحات سے قرب جوار کی ریاستوں میں بنی اسرائیل کی دھاک بیٹھ گئی اور دلوں پر ان کی دہشت طاری ہو گئی (کتاب یشوع باب ۸)

اہل جبعون کی حیلہ سازی اور انجام

قرب و جوار کی ریاستوں میں ایک ریاست جبعون (GiBEON) تھی، توراۃ کا بیان ہے کہ

"جبعون ایک بڑا شہر بلکہ بادشاہی شہروں میں سے ایک کی مانند اور عی سے بڑا تھا اور اس کے سب مرد بہت بہادر تھے"[۳]

یہ ریاست چار شہروں پر مشتمل تھی:

"جبعون اور کفیرہ اور بیروت اور قریت یعریم ان کے شہر تھے"[۴]

اور یہ ریاست جلجال (Gilgol) سے جہاں بنی اسرائیل مقیم تھے تین دن کی مسافت پر واقع تھی ان لوگوں نے بنی اسرائیل سے خوف زدہ ہو کر ایک چال چلی، کچھ اہل جبعون نے سفیروں کا بھیس بدلا پھٹے پرانے کپڑے اور پیوند لگے ہوئے جوتے پہنے، مرمت کیے ہوئے شراب کے مشکیزے گدھوں پر لادے اور سوکھی پھپھوندی لگی ہوئی روٹیاں ساتھ لیں اور اس ہیئت کذائی سے جلجال میں حضرت

---

[۱] کتاب یشوع باب ۶: ۲۴ [۲] کتاب یشوع باب ۷: ۱ [۳] ایضاً باب ۱۰: ۲ [۴] ایضاً باب ۹: ۱۷

یشوع کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ہم ایک دور دراز علاقہ کے باشندے ہیں جیسا کہ ہماری حالت سے ظاہر ہے ہم نے آپ کے کارناموں کی شہرت سُنی اور اس سے متاثر ہوئے اور اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہم سے صلح کا عہد کر لیں، چنانچہ ان سے صلح کا عہد کر لیا گیا مگر اس کے تیسرے دن یہ بات معلوم ہو گئی کہ انھوں نے مکر و فریب سے کام لیا ہے اور در اصل وہ ان کے قریبی پڑوسی ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کوچ کر کے ان کے شہروں پر پہنچے اور ان پر قبضہ کر لیا، مگر صلح کے اس عہد کی بناء پر وہاں کے باشندوں کا قتل عام نہیں کیا گیا بلکہ ان سب کو باندی اور غلام بنا لیا گیا (کتاب یشوع باب ۹) تورات میں ہے

"تب یشوعؑ نے ان کو بلوا کر ان سے کہا، جس حال کہ تم ہمارے درمیان رہتے ہو تم نے یہ کہہ کر ہم کو کیوں فریب دیا کہ ہم تم سے بہت دُور رہتے ہیں، اس لیے اب تم لعنتی ٹھہرے اور تم میں سے کوئی ایسا نہ رہیگا جو غلام یعنی میرے خدا کے گھر کے لیے لکڑہارا اور پانی بھرنے والا نہ ہو [1]

چنانچہ

"اور یشوعؑ نے اسی دن ان کو جماعت کے لیے اور اس مقام پر جسے خداوند خود چنے اس کے مذبح کے لیے لکڑہارے اور پانی بھرنے والے مقرر کیا جیسا آج تک ہے" [2]

ایک روزہ جنگ

بنی اسرائیل کی اس بڑھتی ہوئی طاقت اور شہرت سے دُوسرے حکمرانوں کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا چنانچہ یروشلم کے حکمران ادونی صدق نے حبرون کے حکمران ہوہام یرموت کے حکمران پیرام لکیس کے حکمران یافیع اور عجلون کے حکمران دبیر کو اپنے ساتھ شامل کیا اور ان پانچ اموری حکمرانوں کی متحدہ فوجوں نے بڑھ کر جبعون کا محاصرہ کر لیا، حضرت یوشعؑ کو اطلاع ہوئی تو آپ راتوں رات جلجال سے روانہ ہوئے اور ناگہاں ان پر ٹوٹ پڑے۔ شدید خون ریزی کے بعد غنیم کی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں تو راستہ میں آسمان سے ان پر بڑے بڑے پتھروں اور اولوں کی بارش ہوئی، بنی اسرائیل کی تلوار سے دشمن کی فوج کے جتنے آدمی کام آئے تھے اس سے کہیں زیادہ ان اولوں سے ہلاک ہو گئے، تورات میں ہے کہ اس وقت حضرت یوشعؑ نے فرمایا:

---

[1] کتاب یشوع باب ۹ ۲۲ و ۲۳ [2] کتاب یشوع باب ۹ ۲۷

"اے سورج' تو جبعون پر
اور اے چاند' تو وادی ایالون میں ٹھہرا رہ
اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا
جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا" [1]

پانچوں اموری حکمران بھاگ کر مقیدہ (Makkedah) کے ایک غار میں چھپ گئے تھے حضرت یوشع کے حکم سے اس غار کے منہ پر بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر اس کا منہ بند کر دیا گیا اور چند لوگوں کو وہاں ان کی نگرانی کے لیے چھوڑ کر باقی بنی اسرائیل کو غنیم کے تعاقب میں روانہ کیا گیا جنھوں نے ان کا صفایا کر دیا' اس کے بعد بنی اسرائیل مقیدہ میں حضرت یشوع کے پاس لوٹ کر آئے' اب آپ نے غار سے ان پانچوں اموری حکمرانوں کو نکلوایا اور ان کو ذلت کے ساتھ قتل کر کے درختوں پر ٹانگ دیا گیا اور سورج ڈوبتے وقت حضرت یوشع کے حکم سے ان کی لاشوں کو درختوں سے اتار کر اسی غار میں دفن کر دیا گیا (کتاب یشوع باب ۱۰)

اس کے بعد بہت سے دوسرے حکمرانوں کو آپ نے شکست دی' فلسطین کے جن حکمرانوں سے آپ کا مقابلہ ہوا اور جن کو شکست دے کر حضرت یوشع نے ان کی ریاستوں پر بنی اسرائیل کا تسلط قائم کیا ان کی فہرست کتاب یشوع کے باب ۱۲ کی آیات ۷ تا ۲۴ میں موجود ہے' یہ حکمران تعداد میں سب ملا کر اکتیس [2] تھے۔

بنی اسرائیل کے قبیلوں میں فلسطین کی علاقائی تقسیم

اب حضرت یشوع ضعیف اور عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور فلسطین کا کافی علاقہ ابھی غیر مفتوحہ باقی تھا' مگر بذریعہ وحی آپ کو حکم ہوا کہ فلسطین کا سارا ملک بنی اسرائیل کے قبیلوں میں اپنی زندگی ہی میں تقسیم کر دیں' حضرت موسیٰ نے اپنی زندگی میں یردن کے مشرق میں مفتوحہ ممالک کو بنی روبن' بنی جد اور منسی کے نصف قبیلہ میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا۔

۱۔ **بنی روبن کی میراث** حبشون' بیت فغور اور ان کے جنوب کا علاقہ جس کے مغرب میں بحر میت یا

---

[1] کتاب یشوع باب ۱۰ ۱۲ و ۱۳ [2] کتاب یشوع باب ۱۲ ۷ ۲۴

بحر شور (Salt Sea) واقع تھا۔ اس میں جلعاد کے علاقہ کا بھی آدھا جنوبی حصہ شامل تھا (استثناء باب ۳ ۱۲ اور ۱۶ و ۱۷، اور کتاب یشوع باب ۱۳ ۱۵ تا ۲۳) اس علاقہ میں بصری کے شہر کی فصیل تعمیر کی گئی (کتاب یشوع باب ۲۰ ۸)

۲۔ بنی جد کی میراث شطیم اور اس کے شمال میں کوہ جلعاد اور رامہ وغیرہ کے قرب وجوار کا علاقہ دیا گیا (استثناء باب ۳ ۱۲ اور ۱۶ و ۱۷ اور کتاب یشوع باب ۱۳ ۲۴ تا ۲۸) اس میں پناہ کا شہر رامہ تھا (کتاب یشوع باب ۲۰ ۸)

۳۔ بنی منسّی کی میراث (نصف قبیلہ) بسن کا علاقہ اور جلعاد کا باقی شمالی حصہ (استثناء باب ۳ ۱۳ اور کتاب یشوع باب ۱۳ ۲۹ تا ۳۱) اس علاقہ میں پناہ کا شہر جولان تھا (کتاب یشوع باب ۲۰ ۸)

مفتوحہ فلسطین کی تقسیم

فلسطین کا جس قدر حصہ اس وقت تک فتح ہو چکا تھا، اب حضرت یشوع اور حضرت ہارونؑ کے فرزند الیعزر کاہن نے بذریعہ قرعہ اندازی اس کو تقسیم کیا، اس میں بنی یہوداہ، بنی منسّی (دوسرا نصف قبیلہ) اور بنی افرائیم کی میراث یہ قرار پائی۔

۴۔ بنی یہوداہ کی میراث حبرون اور اس کے قرب وجوار کا وسیع علاقہ جو کم وبیش ۱۱۴ شہروں اور قصبوں پر مشتمل تھا، اس وقت بنی یہوداہ کے سردار حضرت کالبؒ بن یفنہؒ تھے، جس وقت قادس برنیع سے حضرت موسیٰؑ کے حکم سے آپ بنی اسرائیل کے وفد کے ساتھ فلسطین کے حالات معلوم کرنے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال کی تھی اور اس وقت آپ ۸۵ برس کے ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے بڑھ کر قریت اربع یعنی حبرون سے بنی عناق کو جو وہاں برسر اقتدار تھے نکال دیا اور پھر قریت سفر (دبیر) پر حملہ کر کے اس پر بھی پورا تسلط قائم کر لیا (کتاب یشوع باب ۱۴ و ۱۵) اس علاقہ میں پناہ کا شہر حبرون تھا (کتاب یشوع باب ۲۰ ۷)

۵۔ بنی یوسف (الف) بنی منسّی (دوسرا نصف قبیلہ) سکم اور اس کے قرب وجوار کا علاقہ (کتاب

یشوع باب ۱۶ و ۱۷) سکم اس علاقہ میں پناہ کا شہر تھا (کتاب یشوع باب ۲۰ ، ۷)

(ب) بنی افرائیم ۔ بنی منسی سے ملحق جنوبی علاقہ (کتاب یشوع باب ۱۶ و ۱۷)

غیر مفتوحہ فلسطین کی پیشگی تقسیم

اب بنی اسرائیل کے سات قبیلے باقی رہ گئے تھے حضرت یوشع ؑ نے ان میں سے فی قبیلہ تین آدمی منتخب کیے اور ان کو حالات معلوم کرنے کے لیے باقی علاقوں میں روانہ کیا ان لوگوں نے لوٹ کر ان علاقوں کی تحریری کیفیت پیش کی۔ اس وقت آپ سیلا کی خیمہ گاہ میں مقیم تھے اب آپ نے بذریعہ قرعہ اندازی بقیہ علاقوں کو بھی ان سات قبیلوں میں تقسیم کر دیا (کتاب یشوع باب ۱۸ ا تا ۱۰)

۶۔ **بنی بن یمین کی میراث** اریحا اور جبعون کے اردگرد کا علاقہ جو بنی یہوداہ اور بنی یوسف کے علاقوں کے درمیان میں واقع تھا اس میں ۲۶ شہر تھے (کتاب یشوع باب ۱۸)

۷۔ **بنی شمعون کی میراث** بیر سبع اور اس کے جنوب کا علاقہ جو بنی یہوداہ کے علاقے کے جنوب میں واقع تھا یہ ۱۷ شہروں پر مشتمل تھا (کتاب یشوع باب ۱۹ ا تا ۹)

۸۔ **بنی زبلون کی میراث** شرقاً غرباً سارید سے رمون تک اور شمال میں افتاح ایل تک کا علاقہ اس میں بارہ شہر تھے (کتاب یشوع باب ۱۹ ۱۰ تا ۱۶)

۹۔ **بنی اشکار کی میراث** بنی جد کے علاقہ کے بالمقابل دریائے یردن کے مغربی جانب کا علاقہ جو سولہ شہروں پر مشتمل تھا (کتاب یشوع باب ۱۹ ۱۷ تا ۲۳)

۱۰۔ **بنی آشر کی میراث** فلسطین کے شمال مغربی علاقہ جو بحر روم کے ساحل پر بنی زبلون کے متصل واقع تھا، اس میں ۲۲ شہر تھے۔ (کتاب یشوع باب ۱۹ ۲۴ تا ۳۱)

۱۱۔ **بنی نفتالی کی میراث** حلف سے دریائے یردن تک کا علاقہ جو ۱۹ شہروں پر مشتمل تھا (کتاب یشوع باب ۱۹ ۳۲ تا ۳۹) اس میں جلیل کا قادس پناہ کا شہر تھا (کتاب یشوع باب ۲۰ ، ۷)

۱۲۔ **بنی دان کی میراث** بنی یہوداہ کے علاقہ کے شمال مغرب کی جانب کا علاقہ جس کے مغرب میں بحر روم اور مشرق میں بنی بن یمین کا علاقہ واقع تھا (کتاب یشوع باب ۱۹ ، ۴۰ تا ۴۸)

حضرت یوشع کا شہر

اس تقسیم کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت یوشع ؑ سے درخواست کی کہ وہ جہاں اور جس علاقہ میں چاہیں اپنے لیے ایک شہر منتخب فرمالیں اور

وہ خاص ان کا ہو جائے گا۔ آپ نے افرائیم کے کوہستانی ملک میں تمنت سرح کو پسند فرمایا اور وہ آپ کو دے دیا گیا، اس کو تعمیر کر کے آپ اسی میں مقیم ہو گئے۔[1]

بنی لاوی کو میراث سے نذرانہ | بنی لاوی کو جن سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا تعلق تھا، میراث کی اس تقسیم میں شامل نہیں کیا گیا تھا، چونکہ حضرت موسیٰ کی زندگی ہی سے کہانت کا منصب اس قبیلہ کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا اس لیے انھیں میراث نہیں دی گئی۔ تقسیم میراث کے وقت حضرت یوشعؑ نے فرمایا تھا:

"تمہارے درمیان لاویوں کا کوئی حصہ نہیں اس لیے کہ خداوند کی کہانت ان کی میراث ہے۔"[2]

مگر بنی اسرائیل نے تقسیم کے بعد اپنی خوشی سے اپنے حصوں میں سے کچھ شہر بطور نذرانہ ان کو دے دیے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

لاویوں میں تین خاندان تھے۔ بنی قہات، بنی جیرسون، اور بنی مراری۔ بنی قہات میں بنی ہارون کو یہوداہ، شمعون اور بن یمین کے علاقوں میں سے ۱۳ شہر دیے گئے (کتاب یشوع باب ۲۱: ۴) باقی بنی قہات کو افرائیم، دان اور منسی کے قبیلوں میں سے دس شہر ملے (کتاب یشوع باب ۲۱: ۵)۔ بنی جیرسون کو اشکار، آشر، نفتالی اور منسی کے قبیلہ کے اس حصہ سے جو بسن میں تھا ۱۳ شہر ملے (کتاب یشوع باب ۲۱: ۶) اور بنی مراری کو روبن جد اور زبلون کے قبیلوں نے ۱۲ شہر دیے (کتاب یشوع باب ۲۱: ۷)

سرداروں منصبداروں اور قاضیوں کا تقرر | حضرت یوشع نے بنی اسرائیل کے انتظامی امور کے لیے ہزار ہزار، سو سو اور دس دس پر ایک ایک سردار اور منصب دار مقرر کیا اور بنی اسرائیل کے قضیوں کے تصفیہ اور شرعی اختلافات کے فیصلہ کے لیے قاضیوں کا تقرر فرمایا۔

تبلیغ وارشاد | لیکن ان تمام جنگی مصروفیتوں اور سیاسی الجھنوں کے باوجود حضرت یوشعؑ کا تبلیغ و

---

[1] کتاب یشوع باب ۱۹۔ (Timnath Serah)

ارشاد کا کام برابر جاری رہا۔ چنانچہ بنی روبن، بنی جد اور بنی منسّی کے ان لوگوں کو جنھیں دریائے یردن کے مشرقی جانب میراث ملی تھی۔ رخصت کرتے وقت آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے دوران میں آپ نے کہا:

"سو تم اپنے اپنے ڈیرے کو اپنی میراثی سرزمین میں جو خداوند کے بندہ موسیٰ نے یردن کے اس پار تم کو دی ہے چلے جاؤ، فقط اس فرمان اور شرع پر عمل کرنے کی نہایت احتیاط رکھنا جس کا حکم خداوند کے بندہ موسیٰ نے تم کو دیا کہ تم خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو اور اس کی سب راہوں پر چلو اور اس کے حکموں کو مانو اور اس سے لپٹے رہو اور اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے اس کی بندگی کرو، اور یشوع نے برکت دیکر ان کو رخصت کیا اور وہ اپنے اپنے ڈیرے کو چلے گئے۔"[1]

پھر کچھ عرصہ بعد جب دشمنوں سے سکون و اطمینان نصیب ہوا اور حضرت یوشع کافی ضعیف اور عمر رسیدہ ہو گئے آپ نے سب بنی اسرائیل اور ان کے سرداروں، قاضیوں اور منصب داروں کو جمع کر کے ایک نہایت موثر تقریر فرمائی اور ان کو تاکید کی کہ

"سو تم خوب ہمت باندھ کر جو کچھ موسیٰ کی شریعت کی کتاب میں لکھا ہے اس پر چلنا اور عمل کرنا تاکہ تم اس سے دہنے یا بائیں ہاتھ کو نہ مڑو، اور ان قوموں میں سے جو تمھارے درمیان ہنوز باقی ہیں نہ جاؤ اور نہ ان کے دیوتاؤں کے نام کا ذکر کرو اور نہ ان کی قسم کھلاؤ اور نہ ان کی پرستش کرو اور نہ ان کو سجدہ کرو بلکہ خداوند اپنے خدا سے لپٹے رہو جیسا تم نے آج تک کیا ہے، کیونکہ خداوند نے بڑی بڑی زور آور قوموں کو تمھارے سامنے سے دفع کیا۔ بلکہ تمھارا یہ حال رہا کہ آج تک کوئی آدمی تمھارے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ تمھارا ایک ایک مرد ایک ایک ہزار کو رگیدے گا۔ کیونکہ خداوند تمھارا خدا ہی تمھارے لیے لڑتا ہے جیسا اس نے تم سے کہا، پس تم خوب چوکسی کرو کہ خداوند اپنے خدا سے محبت رکھو، ورنہ اگر تم کسی طرح برگشتہ

---

[1] کتاب یشوع باب ۲۲: ۴ تا ۶

پھر کہ ان قوموں کے بقیہ سے یعنی ان سے جو تمہارے درمیان باقی ہیں قنیسر و نسکہ ہو جاؤ اور
ان کے ساتھ بیاہ شادی کرو اور ان سے ملو اور وہ تم سے ملیں تو یقین جانو کہ خداوند تمہارا
خدا پھر ان قوموں کو تمہارے سامنے سے دفع نہیں کرے گا بلکہ یہ تمہارے لیے جال اور پھندا
اور تمہارے پہلوؤں کے لیے کوڑے اور تمہاری آنکھوں میں کانٹوں کی طرح ہوں گی یہاں
تک کہ تم اس اچھے ملک سے جسے خداوند تمہارے خدا نے تم کو دیا ہے نابود ہو جاؤ گے؛
اور دیکھو میں آج اسی راستے جانے والا ہوں جو سارے جہان کا ہے اور تم خوب جانتے
ہو کہ ان سب اچھی باتوں میں سے جو خداوند تمہارے خدا نے تمہارے حق میں کہیں ایک بات
بھی نہ چھوٹی، سب تمہارے حق میں پوری ہوئیں اور ایک بھی ان میں سے رہ نہ گئی۔ سو
ایسا ہوگا کہ جس طرح وہ سب بھلائیاں جن کا خداوند تمہارے خدا نے تم سے ذکر کیا تھا اور
تمہارے آگے آئیں اسی طرح خداوند سب برائیاں تم پر لائے گا جب تک کہ اس اچھے ملک
سے جو خداوند تمہارے خدا نے تم کو دیا ہے وہ تم کو نیست و نابود نہ کر ڈالے جب تم خداوند
اپنے خدا کے اس عہد کو جس کا حکم اس نے تم کو دیا توڑ ڈالو اور جا کر اور معبودوں کی پرستش
کرنے اور ان کو سجدہ کرنے لگو تو خداوند کا قہر تم پر بھڑکے گا اور تم اس اچھے ملک سے
جو اس نے تم کو دیا ہے جلد ہلاک ہو جاؤ گے" [1]

اس کے بعد آپ نے سکم SHECHEM کے مقام پر سب اسرائیلیوں اور ان کے سرداروں اور قاضیوں اور
منصب داروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے آپ نے ایک نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے
ان کو مخاطب کر کے کہا کہ قدیم ایام میں تمہارے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نحور اور
تارح دریائے فرات کے پار کسدیوں کے دور دراز ملک میں رہتے تھے جہاں شرک اور بت پرستی
عام تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی رہبری کی اور ان کو کنعان کے ملک میں لایا اور ان کی نسل
پھولی پھلی، پھر جب بنی اسرائیل مصر میں غلامی کی ذلت آمیز زندگی بسر کر رہے تھے تو حضرت موسیٰ

---

[1] کتاب یشوع باب ۲۳، ۶ تا ۱۶

اور حضرت ہارونؑ مبعوث فرمائے گئے اور ان کو اس غلامی کے بندھن سے نجات نصیب ہوئی، پھر فلسطین کے مختلف حکمرانوں سے تمہارا مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر فتح عنایت فرما کر ان کے ملک کو تمہارے قبضہ میں کر دیا اور

"وہ ملک جس پر تم نے محنت نہ کی اور وہ شہر جن کو تم نے بنایا نہ تھا عنایت کیے اور تم ان میں بسے ہو اور تم ایسے تاکستانوں اور زیتونوں کے باغوں کے پھل کھاتے ہو جن کو تم نے نہیں لگایا' پس اب تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت سے اس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں کو دور کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور اگر خداوند کی پرستش تم کو بری معلوم ہوتی ہو تو آج ہی تم اسے جس کی پرستش کرو گے چن لو' خواہ وہ وہی دیوتا ہوں جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے اس پار کرتے تھے یا اموریوں کے دیوتا ہوں جن کے ملک میں تم بسے ہو اب رہی میری اور میرے گھرانے کی بات' سو ہم تو خداوند کی پرستش کریں گے' تب لوگوں نے جواب دیا کہ خداوند نہ کرے کہ ہم خداوند کو چھوڑ کر اور معبودوں کی پرستش کریں .... ہم بھی خداوند کی پرستش کریں گے کیونکہ وہ ہمارا خدا ہے' یشوعؑ نے لوگوں سے کہا' تم خداوند کی پرستش نہیں کر سکتے کیونکہ وہ پاک خدا ہے' وہ غیور خدا ہے' وہ تمہاری خطائیں اور تمہارے گناہ نہیں بخشے گا اگر تم خداوند کو چھوڑ کر اجنبی معبودوں کی پرستش کرو تو اگرچہ وہ تم سے نیکی کرتا رہا ہے تو بھی وہ پھر کر تم سے برائی کرے گا اور تم کو فنا کر ڈالے گا' لوگوں نے یشوعؑ سے کہا' نہیں بلکہ ہم خداوند ہی کی پرستش کریں گے' یشوعؑ نے لوگوں سے کہا' تم آپ ہی اپنے گواہ ہو کہ تم نے خداوند کو چنا ہے کہ اس کی پرستش کرو' انھوں نے کہا' ہم گواہ ہیں تب اُس نے کہا پس اب تم اجنبی معبودوں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کر دو اور اپنے دلوں کو خداوند اسرائیل کے خدا کی طرف مائل کرو' لوگوں نے یشوعؑ سے کہا ہم خداوند اپنے خدا کی پرستش کریں گے اور اسی کی بات مانیں گے' سو یشوعؑ

نے اسی روز لوگوں کے ساتھ عہد باندھا اور ان کے لیے سکم میں آئین اور قانون ٹھہرایا"۔[1]

وفات | حضرت یوشع بن نون نے ایک سو دس برس کی عمر میں رحلت کی اور آپ کو آپ ہی کی میراث کے شہر تمنت سرح میں جو افرائیم کے کوہستانی علاقہ میں واقع تھا، دفن کیا گیا۔

حضرت یوسفؑ کی نعش کو جو بنی اسرائیل مصر سے اپنے ہمراہ لائے تھے سکم کے شہر میں جو حضرت یعقوبؑ نے حمور کے بیٹوں سے خریدا تھا سپرد خاک کیا گیا، اسی زمانہ میں حضرت ہارونؑ کے فرزند الیعزر کا وصال ہوا جو کاہن کے منصب پر فائز تھے آپ کو بھی افرائیم کے ملک میں آپ کے بیٹے فیخاس کی پہاڑی پر دفن کیا گیا، الیعزر کے بعد ان کے بیٹے فیخاس کہانت کے منصب پر فائز ہوئے۔
(کتاب یشوع باب ۲۴ ۲۹ تا ۳۳)

———:(پ):———

[1] کتاب یشوع باب ۲۴ ۱۳ تا ۱۶ اور ۱۸ تا ۲۵

انساب الانبیاء

انبیاے قرآن جلد دوم

(حوالہ: توراۃ کتاب پیدائش باب ۲۵ و ۲۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ABRAHAM
(۲۱۶۰ء ق م تا ۱۹۸۵ء ق م)

ازواج: حضرت سارہؓ (SERAH) — حضرت ہاجرہؓ HAGAR — حضرت قطورہؓ KETURAH

حضرت اسحٰق (ISAAC)
(۲۰۶۰ء ق م تا ۱۸۸۰ء ق م)

حضرت اسمٰعیلؑ (ISMAEL)
(۲۰۷۴ء ق م تا ۱۹۳۷ء ق م)

عیسو ادوم (ESAU) — حضرت یعقوبؑ (JACOB)

(ولادت ۲۰۰۰ء ق م شمالی عرب میں ادومی قبائل کا جدِ اعلیٰ)

BASHAMET
بشامہ یا محلاۃ
(زوجہ عیسو ادوم)

ازواج: عدہ ابنت حتی ایلون ADAH — اہلیبامہ (ابنت عنہ بن حوی صبعون) AHOLIBAMAH — بشامہ یا محلاۃ (ابنت حضرت اسمٰعیلؑ) BASHEMATH

یعوش JEUSH — یعلام JASLAM — قورح KORAH

اولاد: الیفز ELIPHAZ — رعوائل REUEL

تیمان TEMAN — اومر OMAR — صفو ZEPHO — جعتام GATAM — قنز KENAS — عمالیق AMALEK

نحت NEHATH — زارح ZERAH — سمہ SHAMMAH — مزہ MIZZAH

حضرت ایوب علیہ السلام
(JOB)

(حوالہ: توراۃ۔ کتاب پیدائش باب ۲۵)

ABRAHAM

حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۲۱۶۰ سنہ ق م تا ۱۹۸۵ سنہ ق م)

ازدواج: حضرت سارہؓ SERAH — حضرت ہاجرہؓ HAGAR — حضرت قطورہؓ KETURAH

اولاد: زمران ZIMRAN — یقسان JOKSHAN — مدان MEDAN — مدیان MIDIAN — اسباق ISHBAK — سوخ SHUAK

یقسان (JOKSHAN) کی اولاد: سبا SHABA — ددان DEDAN

اصحاب الایکہ (ددان)

مدیان (MIDIAN) کی اولاد: عیفاہ EPAH — عفر EPHAR — حنوک HANOCH — ابیداع ABIDAH — الدعا

رعوائل REGUEL

حضرت شعیب علیہ السلام

صفورہ ZIPPORAH

(زوجہ حضرت موسیٰ)

ABRAHAM

بحوالہ توراۃ کتاب پیدائش باب ۲۵ باب ۲۵ اور خروج باب ۱۶ تا ۲۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۲۱۶۰ قم تا ۱۹۸۵ قم عمر ۱۷۵ سال پیدائش باب ۲۵)

ازواج :-

حضرت سارہؓ — SERAH

حضرت ہاجرہؓ — HAGAR

حضرت قطورہؓ — KETURAH

حضرت اسحٰقؑ (ISAAC)

(۲۰۶۰ قم تا ۱۸۸۰ قم عمر ۱۸۰ سال پیدائش باب ۳۵ ، ۲۹)

REBEKAH (زوجہ ربقہ)

عیسو ادوم ESAUEDOM (ولادت ۲۰۰۰ قم)

حضرت یعقوبؑ (JACOB) (۲۰۰۰ قم تا ۱۸۵۳ قم عمر ۱۴۷ سال پیدائش باب ۴۷ ، ۲۸)

ازواج

لیاہ LEAH — روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اشکار، زبلون

بلہاہ BILHAH — دان، نفتالی

زلفہ ZILPAH — جد، آشر

راخل (RAKHEL) — حضرت یوسفؑ، بن یمین

حضرت یوسفؑ (۱۹۱۰ قم تا ۱۸۰۰ قم عمر ۱۱۰ سال پیدائش باب ۲۲)

(عمر ۱۳۷ سال)
(خروج باب ۱۶)

قاہت (KOHATH)
(عمر ۱۳۳ سال خروج باب ۱۸)

AMRAN عمران

JOCHEBED - (عمر ۱۳۷ سال خروج باب ۲۰ - زوجہ یوکبد

MOSES حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۵۲۰ قم تا ۱۴۰۰ قم عمر ۱۲۰ سال استثناء باب ۳۴ ، ۷)

مریم

AARON حضرت ہارون علیہ السلام (۱۵۲۳ قم تا ۱۴۰۰ قم عمر ۱۲۳ سال گنتی باب ۳۳ ، ۳۹)

(حوالہ: تورات، تواریخ اول باب ۲۰ تا ۲۷)

ABRAHAM حضرت ابراہیم علیہ السلام
(۲۱۶۰ قم تا ۱۹۸۵ قم)

ازواج:

حضرت قطورا KETURRAH — حضرت ہاجرہ HAGAR — حضرت سارہ SERAH

ISAAC حضرت اسحق
(۲۰۶۰ قم تا ۱۸۸۰ قم)

JACOB حضرت یعقوب
(۲۰۰۰ قم تا ۱۸۵۳ قم)

JOSEPH حضرت یوسف
(۱۹۲۷ قم تا ۱۸۱۷ قم)

افرائیم EPHRAIM — MANASSEN منسی

رفسح RAPSHEPH — رسف RASHAP — برلیعہ BERIAH — سوتلح SUTELAH

TELAH تلاح
TEHAN تحن
LAA-DAN لعدان
AMMIHUD عمیہود
ELISHAMA الیسمع
NON نون
حضرت یوشع علیہ السلام JOSHUA
(عمر ۱۱۰ سال)

انبیاء علیہم السّلام کے متعلّق توراۃ اور قرآن کے حوالے

انبیاء علیہم السلام کے متعلق توراۃ اور قرآن کے حوالے

حضرت ایوب علیہ السلام

توراۃ: سفر ایوب (۴۲-ابواب)

قرآن: سورہ نساء ۱۶۳، سورہ انعام ۸۵، سورہ انبیاء ۸۳، ۸۴، سورہ ص ۴۱ تا ۴۴

حضرت شعیب علیہ السلام

توراۃ: کتاب خروج باب ۲، ۱۵ تا ۲۲، ایضاً باب ۱۸، ۲ تا ۲۷، گنتی باب ۱۰، ۲۹، قضاۃ باب ۴، ۱۱

قرآن: سورۂ اعراف ۸۵ تا ۹۳، سورہ ہود ۸۴ تا ۱۰۱، سورہ حجر ۷۸، ۷۹، سورۂ شعراء ۱۷۶ تا ۱۹۱، سورہ عنکبوت ۳۶، ۳۷۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام

توراۃ: کتاب خروج (۴۰-ابواب) ۲-کتاب احبار (۲۷-ابواب) ۳- کتاب گنتی (۳۶ ابواب) کتاب استثناء (۳۴-ابواب) ۵- تواریخ اول باب ۶، ۳۔

قرآن: (۱) سورۂ بقرہ ۴۷ تا ۴۶-۶۷ تا ۷۴، ۸۰، ۸۲ تا ۹۶، ۱۰۵، ۱۲۲، ۱۳۶، ۲۴۸-(۲) سورۂ آل عمران ۸۴، (۳) سورہ نساء ۱۵۳، ۱۶۳، ۱۶۴-(۴) سورۂ مائدہ ۲۰ تا ۲۶ (۵) سورۂ انعام ۸۴، ۹۱، ۱۵۴- (۶) سورۂ اعراف ۱۰۳ تا ۱۵۹، ۱۶۰ تا ۱۷۱ (۷) سورہ انفال ۵۲، ۵۴ (۸) سورۂ یونس ۷۵ تا ۹۳- (۹) سورۂ ہود ۹۶، ۱۷، ۹۹ تا ۱۱۰ (۱۰) سورۂ ابراہیم ۵ تا ۸ (۱۱) سورہ بنی اسرائیل ۱۰۱ تا ۱۰۴ (۱۲) سورہ کہف ۶۰ تا ۸۲ (۱۳) سورۂ مریم ۵۱ تا ۵۳ (۱۴) سورہ طٰہٰ ۹ تا ۱۰۳ (۱۵) سورہ انبیاء ۴۸، ۴۹ (۱۶) سورۂ مومنون ۴۵ تا ۴۹ (۱۷) سورہ فرقان ۳۵، ۳۶ (۱۸) سورۂ شعراء ۱۰ تا ۶۸ (۱۹) سورہ نمل ۷ تا ۱۴ (۲۰) سورۂ قصص ۳ تا ۴۶، ۴۸ (۲۱) سورہ عنکبوت ۳۹، ۴۰ (۲۲) سورہ سجدہ ۲۳، ۲۴ (۲۳) سورہ احزاب ۶۹ (۲۵) سورہ ص ۱۲ (۲۶) سورہ مومن ۲۳ تا ۴۶، ۵۳، ۵۴ (۲۷) سورہ حم سجدہ ۴۵ (۲۸)

سورۂ زخرف ۴۶ تا ۵۶ (۲۹) سورہ دخان ۱۷ تا ۳۲ (۳۰) سورۂ جاثیہ ۱۶، ۱۷ (۳۱) سورۂ احقاف ۱۲ - (۳۲) سورۂ ذاریات ۳۸ تا ۴۰ (۳۳) سورۂ قمر ۴۱، ۴۲ (۳۴) سورۂ صف ۵ (۳۵) سورہ حاقہ ۹، ۱۰ (۳۶) سورۂ مزمل ۱۵، ۱۶ (۳۷) سورۂ نازعات ۱۵ تا ۲۶ (۳۸) سورۂ بروج ۱۷، ۱۸ (۳۹) سورۂ اعلیٰ ۱۸، ۱۹ (۴۰) سورۂ فجر ۱۱ تا ۱۳

نوٹ: قرآن کریم کی وہ آیات جن میں حضرت ہارون علیہ السلام کا نام یا فضیلت مذکور ہوئی ہے یا آپ کا ذکر خصوصی طور پر ہوا ہے حسب ذیل ہیں:

(۱) سورہ نساء ۱۶۳، (۲) سورہ انعام ۸۴ (۳) سورۂ یونس ۷۵، ۸۷ (۴) سورۂ اعراف ۱۱۱، ۱۲۲، ۱۴۲، ۱۵۰، ۱۵۱ (۵) سورۂ مریم ۵۳، (۶) سورہ طٰہٰ، ۲۹ تا ۳۶، ۴۲، ۷۰، ۹۰، ۹۲ تا ۹۴ (۷) سورہ انبیاء ۴۸ (۸) سورہ مومنون ۴۵ - (۹) سورۂ فرقان ۳۵، ۳۶ (۱۰) سورہ شعراء ۱۳، ۴۸ (۱۱) سورۂ قصص ۳۴ و ۳۵ -

حضرت یوشع علیہ السلام

توراۃ: (۱) کتاب خروج باب ۱۷/۹، ایضاً باب ۲۴/۱۳

(۲) کتاب گنتی باب ۱۴/۶، ۳۰، ۳۸، ایضاً باب ۲۶/۶۵، ایضاً باب ۲۷/۱۸ تا ۲۳

(۳) کتاب استثناء باب ۳۱/۱ تا ۸، ۱۱ تا ۱۵، ۲۲، ۲۳، ایضاً باب ۳۲/۴۴

(۴) کتاب یشوع (۲۴ ابواب)

(۵) کتاب تواریخ اول باب ۲۳ تا ۲۷

قرآن: (۱) سورۂ مائدہ، ۲۳

(۲) سورۂ کہف ۶۰ تا ۶۳

چند اہم تاریخیں

(جدید تحقیقات کی روشنی میں)

سن	کیفیت
سولھویں صدی قبل مسیح	زمانہ حضرت ایوب علیہ السلام
"	زمانہ حضرت شعیب علیہ السلام
سنہ ۱۵۲۳ ق م	ولادت حضرت ہارون علیہ السلام
سنہ ۱۵۲۰ ق م	ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام
سنہ ۱۸۷۰ ق م تا سنہ ۱۴۴۰ ق م	مصر میں بنی اسرائیل کے قیام اور غلامی کا زمانہ (۴۳۰ سال)
سنہ ۱۴۴۰ ق م	خروج مصر
سنہ ۱۴۴۰ ق م تا سنہ ۱۴۰۰ ق م	بیابان سینا میں بنی اسرائیل کی چہل سالہ دشت نوردی
سنہ ۱۴۰۰ ق م	کوہ ہور پر حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات
سنہ ۱۴۰۰ ق م	کوہ بنبو (کوہ عباریم) پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات
سنہ ۱۴۰۰ ق م	حضرت یوشع ؑ کی قیادت میں بنی اسرائیل کا ارض مقدس کے شہر اریحا میں داخلہ
چودھویں صدی قبل مسیح	حضرت یوشع بن نون کا زمانہ

حیاتِ امیر خسرو

از خان بہادر نقی محمد خاں خورجوی

یہ کتاب زبان اُردو کے باوا آدم اور کلاسکی موسیقی کے موجد و مخترع امیر خسرو کے ادبی اور فنی کارناموں نیز ان کے ظاہری و باطنی کمالات کا ایک نادر اور جامع مجموعہ ہے جس میں فاضل مؤلف نے نہایت محنت اور کمال عمدگی سے امیر موصوف کے بارے میں تمام تر مواد فراہم کرکے گویا چھپا ہوا خزانہ اہلِ ذوق کی نذر کر دیا ہے۔

امیر خسرو برِ صغیر پاک و ہند کے نہایت ذی کمال شاعر تھے۔ ان کے فصیح، رواں اور سوز و گداز سے بھرپور کلام میں تصوف کی چاشنی اپنا جواب نہیں رکھتی۔ فاضل مؤلف نے اس ضمن میں بھی خاصی تلاش اور کاوش کے بعد امیر خسرو کا گراں بہا، اور نایاب شعری ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ بغرض آٹھ ابواب کی اس مختصر کتاب میں امیر خسرو کے تمام متنوع کمالات کو ایسے دلکش اور جامع انداز سے سمیٹ لیا ہے کہ قاری اس موضوع پر مختلف تذکروں کے مطالعے اور واقعات کی چھان بین کی زحمت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

سائز ——— ۲۰ × ۳۰ / ۸

ضخامت ——— ۲۴۸ صفحات

عمدہ طباعت ——— خوبصورت ڈسٹ کور

قیمت ——— ۳ روپے ۵۰ پیسہ

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز بکسیلرز کشمیری بازار لاہور

برانچیں:۔ لاہور ۔ کراچی ۔ پشاور ۔ حیدر آباد

نشانِ حیدری تاریخ ٹیپو سُلطانؒ

تصنیف ——— سید میر حسن کرمانی

مترجمہ ——— محمود احمد فاروقی

شیر دکن سلطان ٹیپوؒ کی عظمت اُن اعلیٰ مقاصد کی وجہ سے ہے جنکی خاطر اس نے اپنی جان لڑادی — اسی ان تھک سعی و جہد کی وجہ سے جن کا سر رشتہ اس نے آخری دم تک ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ سلطان کی شہادت ہماری تاریخ کا سب سے اہم اور عبرت ناک حادثہ ہے۔

میر حسین علی کرمانی کی فارسی تصنیف جو سلطان ٹیپو کی شہادت سے آٹھ سال بعد لکھی گئی۔ انگریزوں کے خلاف سلطان کی معرکہ آرائیوں اور ہندوستان کے دورِ زوال کا ایک قیمتی مرقع ہے۔ جسے فاضل مترجم نے شگفتہ اور رواں اُردو میں منتقل کر کے اردو داں طبقے کے لئے ایک نئی تاریخی اور علمی کتاب مہیا کر دی ہے۔

حیدر علی خاں ٹیپو سلطان اور ان کے عہد کے متعلق سب سے پہلے یہی کتاب لکھی گئی بعد میں ان موضوعات پہ جتنی تاریخیں بھی لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب ان سب کا ماخذ ہے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ فاضل مترجم نے ترجمہ میں شروع سے آخر تک عام فہم زبان استعمال کی ہے۔ بھر یہ کہ توضیح طلب امور کی حواشی کے ذریعے وضاحت کر دی ہے

سائز ۲۰×۲۶/۸ ضخامت ۴۴۸ صفحات

قیمت ——— دس روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز۔ پبلشرز۔ بکسیلرز کشمیری بازار لاہور

برانچیں:۔ لاہور۔ کراچی۔ پشاور۔ حیدر آباد

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ ید بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اِصلاحاتِ کبریٰ

مصنف:۔ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری

دُنیا میں کوئی مصلح نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو ایسی گری ہوئی حالت میں پایا ہو، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم وطن اہل عرب مبتلا تھے۔

کنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار

● قرآن شریف نے ان چھ لفظوں میں انکی بربادی کا کیسا نقشہ کھینچا ہے۔

● اہلِ عرب، جہالت، شرک، بداخلاقی اور درندگی کے بحر ظلمات میں دم توڑ رہے تھے۔

—— یہودی اپنا پورا زور ان کی اصلاح پر صرف کر چکے

—— عیسائی اپنی پوری قوت اسی مقصد کے لئے آزما چکے ..... مگر

● دونوں ایسے ناکام ہوئے کہ ملک کے اندر ذرّہ بھر اصلاح پیدا نہ کر سکے۔ بالآخر انسانی زندگی کے لئے ایک خاص پہلو میں نمونہ بن کر مگر اُمتِ محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے موسیٰ کی جوانمردی، ہارونؑ کی نرمی، یشوعؑ کی جرنیلی، ایوبؑ کے صبر، داؤد کی سپہگری، سلیمانؑ کی شان و شوکت، یحییٰؑ کی سادگی، مسیحؑ کی فروتنی سب اس کے اندر جمع ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحشی اور اخلاق سے عاری قوم کو متمدن اور با اخلاق بنایا۔

با اخلاق انسانوں کو باخدا بنا دیا

● یہ کتاب اسی انقلاب عظیم کی حیرت انگیز داستان ہے۔

● اسی مصلح اعظم کی عظیم الشان مقدس اصلاحی کارگزاریوں کا پاکیزہ مرقع ہے۔

سائز ½۲۲ × ۹ ضخامت ۴۸۰ صفحات۔ کتابت وطباعت معیاری خوشنما گرد پوش مضبوط جلد —————— قیمت نو روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز بکسیلرز کشمیری بازار لاہور

برانچیں:۔ لاہور۔ کراچی۔ پشاور۔ حیدرآباد

بادشاہوں، ڈکٹیٹروں، شہزادوں، حاکموں اور دیگر مشاہیر تاریخ کی رومانی ازدواجی اور نجی زندگی کی صحیح تفصیلات

مشاہیر کے رومان

تصنیف:- امان اللہ خان ارمان سرحدی

اردو ادب اور تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ

موضوعات

عورت کیا ہے ———— ؟

محبت کیا ہے ———— ؟

حسن کیا ہے ———— ؟

مشرق و مغرب کے شہرۂ آفاق فلسفیوں اور دانشوروں کی نظر میں

فاضل مصنف نے مشاہیر عالم کی رومانی داستانوں کو تاریخی حقائق کی روشنی میں نہایت دلکش اور دل گداز انداز میں بیان کیا ہے۔

مقام تاریخ اور سن کے حوالے بھی مستند تاریخی کتابوں سے دیئے گئے ہیں تحقیق و تدقیق کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔

انداز بیان اس قدر پیارا ہے کہ جدال و قتال تک کے واقعات بھی اسی رواں و شگفتہ انداز بیان میں تحریر ہوئے ہیں، ساری کتاب پر ایک رومانی فضا چھائی ہوئی ہے۔

کتاب کی ایک اور افادی حیثیت یہ ہے کہ مصنف نے ایسے ایسے رومان ڈھونڈ نکالے ہیں جو اردو تاریخوں میں کہیں نہیں ملتے۔

دو رنگی تصاویر سے مزین۔ کتابت و طباعت معیاری۔ گرد پوش نظر فریب۔

سائز ½۵ × ۹ کاغذ دبیز جلد مضبوط۔ ضخامت ۳۶۸ صفحات قیمت آٹھ روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز بکسیلرز۔ کشمیری بازار لاہور

برانچیں:- لاہور — کراچی — پشاور — حیدر آباد

امام دار الہجرت حضرت امام مالک کے سوانح
حیات پر جامع اور مفصل کتاب

امام مالکؒ

مصنف ——— محمد ابوزہرہ

ترجمہ و حواشی:- عبید اللہ قدوسی

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کی بہت بڑی شخصیت تھے۔ فقیہہ مدینۃ الرسول، امام دار الہجرت اور بانیٔ فن حدیث ہیں۔ مگر آپ کے حالات زندگی اور آپ کے دینی اور علمی کارناموں کے بارے میں اردو میں کوئی جامع اور مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ محمد ابوزہرہ کی عربی تصنیف "امام مالک" کا یہ اردو ترجمہ اس ضرورت کو کماحقہ پورا کرتا ہے یہ کتاب قانون اسلام، تشکیل قانون اسلامی نیز دین الٰہیہ کی ترویج میں تاریخی حیثیت سے اعلیٰ ترین مقام رکھتی ہے۔

سائز ۲۰×۳۰/۸ ضخامت ۵۰۰ صفحات

بہترین ڈسٹ کور

قیمت دس روپے مجلد

عمادُ الدّین

از مولانا ابوالقاسم دلاوری

پاکستان کا سوادِ اعظم حنفی فقہ کا پیرو ہے اور سوادِ اعظم کے دیندار طبقہ کی سب سے اہم ضرورت حنفی فقہ کے مطابق مسائل نماز کا جاننا ہے۔ نماز جو حیات ایمانی کے لئے روح کا حکم رکھتی ہے۔ اس موضوع پر آج تک اردو زبان میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جو نماز کے تمام ضروری مسائل کی جامع اور جامعیت کے ساتھ ساتھ ایسے لاطائل جزئیات سے خالی ہو جن سے نمازیوں کو زندگی میں شاذ و نادر ہی سابقہ پڑتا ہے۔

اس ضرورت کے پیش نظر مولانا ابوالقاسم دلاوری نے اپنی علمی و تحقیقی کاوش بروئے کار لا کر عماد الدین مرتب کی ہے۔ جس میں نماز کے ضروری مسائل کو ہر پہلو سے حل کیا ہے۔ اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو اس قدر جامع اور مستند ہے

سائز ۲۰×۳۰/۸ ضخامت ۴۹۶ صفحات

قیمت ——— آٹھ روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرنٹرز، پبلشرز، بکسیلرز، کشمیری بازار لاہور
بندر روڈ کراچی

نہج الفصاحت

افصح العرب، قرآن ناطق، دانائے سبل، علم کل محمد عربی (صلعم)

کے

تمام خطبات، مکاتیب، مکالمات، اقوال، فیصلے، مناظروں اور دعاؤں کا لاثانی اور غیر فانی مجموعہ

رسول کریم کے اخلاق دیکھنے ہوں تو قرآن دیکھئے اور آیات قرآنی کے توضیحات مطلوب ہوں تو رسول کریم کی "تقریر و تحریر" کا مطالعہ کیجئے اور اگر رسول کریمؐ کے تقاریر و اساطیر، افکار و گفتار کا ملاحظہ مقصود ہو تو "نہج الفصاحت" کا مطالعہ کیجئے!

تاریخ لوح و قلم میں آج تک کسی زبان میں ایسی کتاب پیش نہیں ہوئی جس میں رسول کریم کے "ارشادات و فرامین" کو اس طرح یکجا کیا ہو۔ یہ شرف صرف اور صرف نہج الفصاحت کو حاصل ہے۔ کیونکہ اس میں رسول اکرمؐ کے ایمان افروز خطبات، ملوکیت شکن مکاتیب، ہدایت آفریں مکالمات، عدالت پناہ فیصلے، باطل گسل مناظرے، معرفت خیز، بصیرت آفریں اقوال اور مقبول ادعیہ کو منفرد انداز سے مرتب و مدوّن کیا گیا ہے۔ (ایک طرف اصل عبارت عربی ہے، اور دوسری طرف ترجمہ) اس کے ساتھ ہی مصر کے مشہور مورخ اور جیّد عالم محمد رضا مصری کی ضخیم و عظیم کتاب "محمد" (جو رسول کریم کی مکمل سوانحعمری ہے "سیرت" میں سنگ میل" اور استناد و تفصیل کے لحاظ سے بے مثال اور بے عدیل ہے) کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ تالیف و تہذیب اور ترجمہ کے ذمہ دار مشہور عالم و محقق صاحب طرز ادیب علامہ نصیر الاجتہادی ہیں جنھوں نے اس شاہکار عظیم (نہج الفصاحت کو پیش کیا ہے)

سائز ½۷ × ۱۰" ضخامت ۱۰۱۶ صفحات — قیمت ۲۵ روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ پبلشرز کشمیری بازار۔ لاہور

کراچی ——— پشاور ——— حیدر آباد

انبیائے قرآن

چار حصے

مؤلفہ ـــــــ محمد جمیل احمد ایم۔اے

قرآن کریم کے ان تمام انبیائے کرام کے مفصّل اور جامع حالات جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔ صرف مستند اور معیاری احوال و واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔ کتاب کا مطالعہ نہ صرف تاریخی اور علمی نقطۂ نظر سے بے حد نفع بخش ہے۔ بلکہ بہ قول مولانا احتشام الحق تھانوی فہم قرآن میں بھی کافی ممد و معاون ثابت ہوگا۔

حصہ اوّل:۔ حضرت آدمؑ سے حضرت یوسف تک (از ابتدا تا ۱۸۱۰ء ق۔م)

حصہ دوم:۔ حضرت ایوبؑ سے حضرت یوشع علیہ السلام تک (سولھویں صدی قبل مسیح سے چودھویں صدی قبل مسیح تک)

حصہ سوم:۔ حضرت شموئیل سے حضرت عیسیٰؑ تک (گیارھویں صدی قبل مسیح تا ۳۳ء)

حصہ چہارم:۔ مؤلفہ سیّد مرتضیٰ حسین فاضل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و سوانح تمام بڑے بڑے واقعات اور جزئیات استناد کے ساتھ چاروں حصے دلکش تصاویر اور نقشوں سے مزین ہیں۔

حصہ اول:۔ ۳۸۰ صفحات قیمت -/۱۲ حصہ سوم:۔ ۵۸۰ صفحات قیمت ۱۳/۵۰

حصہ دوم:۔ ۳۴۰ " " -/۱۲ حصہ چہارم ۴۸۰ " ۱۳/۵۰

شیخ غلام علی اینڈ سنز پرنٹرز پبلشرز بکسیلرز کشمیری بازار پوسٹ بکس ۵۲۸ لاہور

صحیفۂ علویہ

ترجمہ از حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی دعاؤں کا نایاب مجموعہ

اس میں وہ دعائیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر آپ کو تعلیم فرمائیں۔

وہ دعائیں جو آپؑ نے اپنے مخصوص اصحاب کو شدت وابتلا کے دور میں تعلیم فرمائیں۔ جو اب تک مختلف حلقوں کے اوراد و وظائف کی رُوح کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اور وہ دعائیں جن کو خود حضرتؑ مختلف مہینوں، مخصوص دنوں اور خاص تاریخوں میں بارگاہ قاضی الحاجات میں عرض کرتے رہے، شامل ہیں۔

ان دعاؤں میں کیا کچھ ہے؟ ہمارا منصب نہیں کہ بتا سکیں۔ ہاں وہی کچھ ہے۔ جس کی جیتی جاگتی تصویر خود مولائے کائنات علیہ السلام تھے۔ ہمیں آپ ہی کے فرمودات کو مشعل زندگی بنانے کا حکم ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ان کا ورد جاری رکھیں۔ ان کے مطالب و مفاہیم کی گہرائیوں میں ڈوب کر نور ہدایت سے عقل و شعور منور کریں۔ ان کے پیہم ورد سے حضرت کا عقیدہ دلوں میں راسخ ہو جائے گا ہم میں ان کا جذبۂ عمل پیدا ہو جائے گا۔ اور ہم انسانیت کو عروج و کمال کی اسی منزل پر پہنچا دیں گے۔ جس منزل پر دیکھنے کی آرزو خود امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رہی۔

"صحیفۂ علویہ" کا عامل دین و دُنیا میں کامیاب رہے گا یہی اس کی سب سے بڑی معجزانہ کرامت ہے۔

سائز ۷½ × ۱۰، ضخامت ۲۲۸ صفحات کتابت معیاری طباعت آفسٹ۔ جلد مضبوط۔ ڈسٹ کور خوشنما۔

ہدیہ ———— آٹھ روپے

شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ پرنٹرز پبلشرز بکسیلرز کشمیری بازار لاہور
بندر روڈ کراچی

تاریخ ادب عربی

ازاستاذ احمد حسن زیات

ترجمہ عبدالرحمن طاہر سورتی مو سس انجمن ترقی عربی پاکستان

ہمارے کلاسیکی اردو ادب، بالخصوص شاعری پر عجمی خیالات کی چھاپ ہے۔ اس لئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

دگر بہ دشتِ عرب خیمہ زن کہ بزم عجم
مئے گزشتہ و جام شکستنی دارد!

مولانا عبدالرحمن طاہر سورتی نے احمد حسن زیارت کی کتاب

تاریخ ادب عربی

کا سلیس ترجمہ کر کے اردو والوں کو عربی ادب سے روشناس کرنے کی کوشش کی ہے یہ گویا سلمائے عرب کا سراپا ہے۔ جس کی سادہ روئی میں بھی ایک خاص دلکشی ہے۔ یہ کتاب مفید بھی ہے۔ اور دلچسپ بھی۔ اس کے مطالعہ سے اردو کے ادیبوں کے لئے فکر و خیال کی نئی راہیں روشن ہوں گی۔ اور یہ کتاب اردو ادب میں بیش قیمت اضافہ ہو گی۔

سائز ۶½ × ۱۰ ضخامت ۶۸۰ صفحات

قیمت اکیس (۲۱) روپے

طباعت بذریعہ اردو ٹائپ

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کشمیری بازار لاہور
کراچی پشاور حیدرآباد